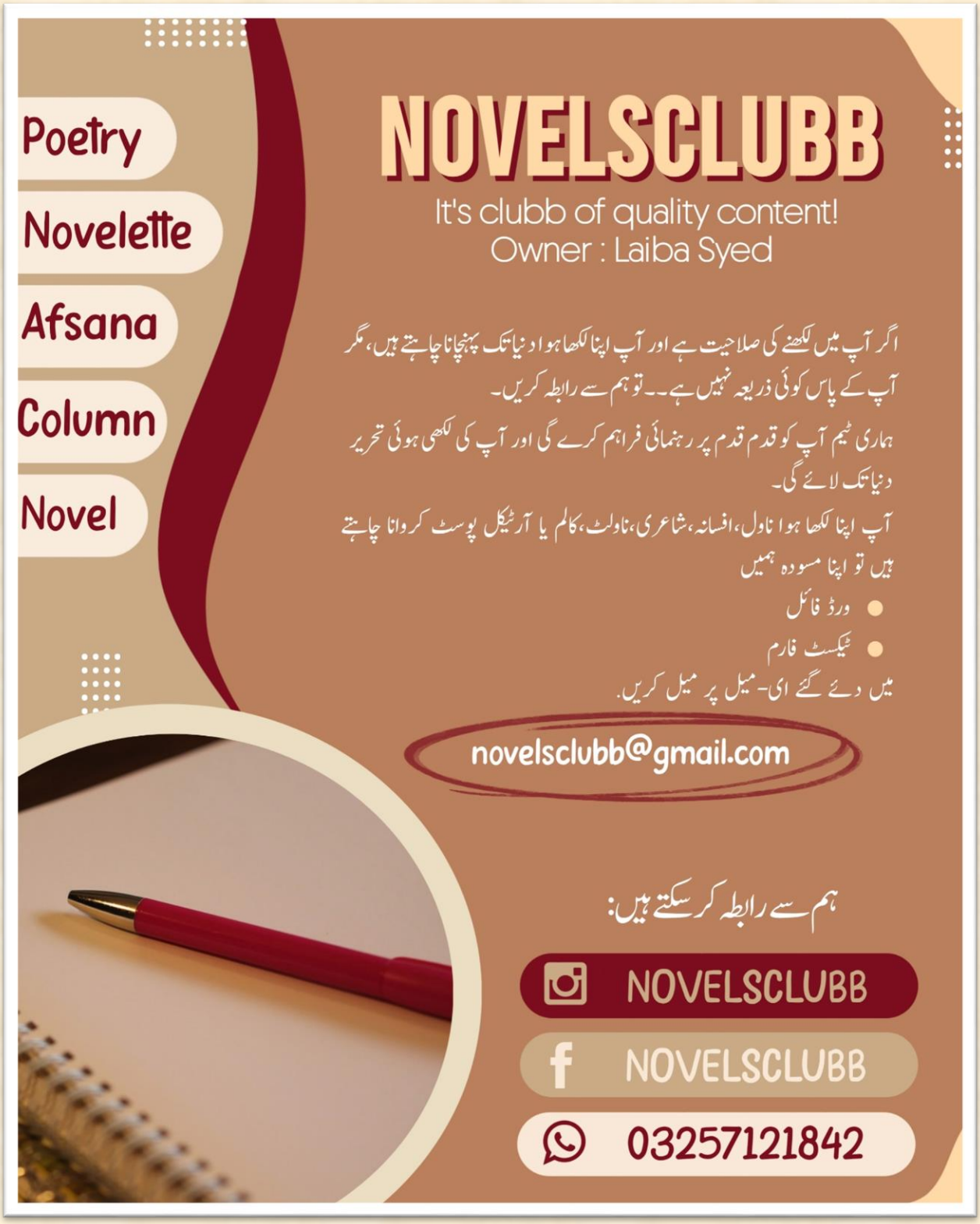

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

کیسے وفا پہ یقین کر لیں

از قلم

عشاء افضل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وفا

کہنے کو تو بس ذرا سا لفظ ہے

مگر پوشیدہ ہے اس میں زندگی کا حسن

کہ اس سے آشنائی ہی یقیں دلاتی ہے

ہر دفعہ محبت اہم نہیں ہوتی

وفا کا کوئی مول نہیں ہوتا

اور بے وفائی کی سزا صرف جدائی ہوتی ہے

دائمی جدائی۔۔۔۔۔

(عشاء افضل)

شمس کی تند و تیز کرنیں کھڑکی کے شیشے کو چیرتے ہوئے اس کے چہرے پہ روشنی کیے ہوئے تھیں۔ بے بسی اور تھکن سے چور چہرہ لیے وہ مرد کسی سے محو کلام تھا۔ آنکھوں کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جوت بجھی ہوئی تھی اور دل کی ویرانی چہرے پہ اپنا عکس نمایاں کر رہی تھی۔ دھیما اور شائستہ بولنے والا وہ مرد اس وقت ذرا اونچی آواز میں مخاطب تھا۔ اس کے چہرے پہ چھائی پژمردگی مقابل وجود کے دل پہ نشتر چلانے کو کافی تھی۔

"میں آپ کو بہت بار اس بات سے آگاہ کر چکا ہوں کہ میں کسی صورت شادی نہیں کروں گا۔"

وہ تلخ لہجے میں بولا اور انہیں مزید پریشانی میں مبتلا کر گیا۔ مقابل کرب سے آنکھیں میچ کر اس کی حالت زار پہ رنجیدگی کی مورت بنا۔ یہ تلخی تو اس کے وجود کا خاصا نہیں تھی۔ لیکن اس موضوع پہ وہ ہمیشہ بے کیف ہو جایا کرتا تھا۔ اس معاملے میں صالح منصور بے بس تھا۔

"مگر صالح کبھی نہ کبھی تو شادی کرنی ہی ہے نا۔"

انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش جاری رکھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔ اس موضوع پہ وہ اس کو سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھیں مگر ماضی کا سانپ جو پھن پھیلائے اس کے سامنے بیٹھا اور ہمہ وقت اسے ڈسنے کو تیار ہوتا تھا وہ اس سے اپنے بھائی کو بچانے میں ہمیشہ ناکام

ٹھہرتی تھیں۔ بعض اوقات ہم چاہ کر بھی کسی اپنے کو تکلیف سے نجات نہیں دلا سکتے۔ اس معاملے میں وہ بھی کچھ نہیں کر پاتی تھیں۔

"آپا میں عورت ذات پہ یقین نہیں کر سکتا۔ تو میں خود کو اور اس کو ایک اندیکھی مشکل میں کیوں ڈالوں؟" اس نے واضح الفاظ میں توجیہہ پیش کی تو اس سے پانچ سال بڑی بہن نے اس کے ان الفاظ پہ کرب سے آنکھیں میچیں۔

"دیکھو ضروری نہیں ہوتا کہ ہر عورت ہی غلط اور دھوکے باز ہو۔" اس کے زخموں پہ مرہم لگانے کی ناکام کوشش کی۔ وہ توجیہہ پیش کی جس سے انکار اس کو بھی نہیں تھا۔ مگر بات تو دل کی تھی۔ بات تو ماضی کی تھی۔

"میں نہیں مانتا۔"

بے تاثر لہجے میں جواب دیا۔ سورج کی روشنی میں آنکھوں کا گلابی پن واضح تھا۔ راتوں کو جاگ کر خود سے لڑنا آسان نہیں ہوتا۔ انسان چاہ کر بھی اپنی آنکھوں کی سرخی چھپا نہیں پاتا۔ اس نے کئی سالوں سے بے خوابی کی راتیں گزاری تھیں۔

"میں بھی تو ایک عورت ہی ہوں۔" وہ تھک ہار کر بولتے ہوئے صوفے پہ ڈھے سی گئیں۔

"آپا!"

لہجے میں ڈھیروں ندامت اور اداسی لیے اس نے بہن کو پکارا۔ وہ اس کے دل کے حالات سے واقف خاموش ہو گئیں۔ مگر ان کی پلکوں پہ ٹھہرے اشک رواں ہو گئے۔

"آپا پلیز مت روئیں۔"

وہ دوزانو ہو کر ان کے قدموں میں بیٹھا ان کے آنسو پونچھتے ہوئے التجائیہ ہوا۔ اس سے جڑے رشتے اس کے باعث پریشان ہوتے تو وہ کیسے پرسکون ہوتا؟ وہ تو ساری عمر ان رشتوں کی خاطر ہی جیا تھا۔

"تمہیں اس حال میں دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ دونوں بھائی اپنے گھر میں اپنی فیملی کے ساتھ خوش ہیں۔ مگر تم کیوں نہیں صالح؟"

Clubb of Quality Content

اشک بار آنکھوں سے اس کو دیکھتے اس کی تکلیف پہ وہ خود بھی حزن میں تھیں۔ وہ ان کا لاڈلا بھائی تھا۔ مگر اس کی آنکھوں کی ویرانی، اس کا مردہ وجود ان کی جان سولی پہ لٹکائے رکھتا تھا۔

"شاید یہی میری قسمت ہے۔"

وہ تھکن سے چور لہجے میں بولا تو انہیں اختلاف ہوا۔

"تم قسمت پہ الزام نہیں ڈال سکتے صالح۔"

وہ اس پہ برہم ہوئیں۔ مگر وہ خاموش ہی رہا۔ بسا اوقات جواب میں کہنے کو الفاظ ناپید ہو جاتے ہیں۔

"کاش کہ وہ سب نہ ہوتا۔"

وہ نہایت دھیمی آواز میں بڑبڑائیں۔

"کاش!"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان کی سرگوشی سن کر کہتے وہ زمین سے اٹھتے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ کاش سے بھری اس زندگی میں کئی بار انسان ہمت ہار جاتا ہے۔ جیسے وہ ہار کر، ٹوٹ کر، تھک کر گر جاتا تھا مگر پھر کھڑا ہو جاتا تھا۔ کیونکہ اسے جینا تھا۔ اپنے لیے نہیں، اپنوں کے لیے۔

نوشین افسوس سے نفی میں سر ہلا کر رہ گئیں۔ جانے ان کے صالح پہ تقدیر نے اتنی ستم ظریفی کیوں کی تھی؟

☆☆☆

تین مرلے کے اس خوبصورت دو منزلہ گھر میں داخل ہوا جائے تو گیراج میں موجود گملوں میں لگے پھولوں کی مہک نے ارد گرد کی ہوا کو معطر کیا ہوا تھا۔ خوشگوار احساس دینے والے پودوں کو پوری دیکھ بھال سے رکھا گیا تھا۔ چھوٹے سے صحن کو عبور کر کے ٹی وی لاونج میں قدم دھرا جائے تو گھنگھریالے بالوں والی لڑکی مصنوعی تیوری چڑھائے اپنے سامنے موجود چھوٹے بھائی کے ہاتھ سے فرائز کی پلیٹ جھپٹتی دکھائی دی۔

"خبردار جو تم نے میری فرائز کو ہاتھ بھی لگایا۔" پلیٹ کو اپنے ہاتھوں میں پکڑتے اس نے تنبیہی انداز میں کہا۔ لہجہ دو ٹوک تھا۔ مقابل نے آنکھیں پھیلا کر کے اپنی بڑی بہن کو دیکھا۔

"خدا پوچھے آپ کو آپی۔ اتنی بڑی ہو کر ایک چھوٹے معصوم سے بچے سے کھانے کی چیزیں چھینتے ہوئے آپ کو ذرا شرم نہیں آتی۔"

پندرہ سالہ خوبصورت نین ں نقوش والے ریان نے صدمے سے اپنی بڑی بہن سے کہا۔ جو کڑے تیور لیے اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔

"او واقعی۔۔۔ مجھے شرم نہیں آتی؟ اور تم جو ہر بار میری کھانے والی چیزوں پہ نظر رکھ کر بیٹھتے ہو اس کا بھی روز حشر الگ سے حساب ہو گا۔"

وہ کہاں کسی کی بات برداشت کرتی تھی۔ کوئی اس کو ایک کہتا تو وہ دو نہیں بلکہ تین سنا کر آتی تھی۔

"پھر کیا ہوا اگر میں نے ایک دو فرائز لے لیں۔ پوری پلیٹ بھری پڑی ہے۔"

نہایت معصومیت سے بولتا ہوا وہ بالکل سچائی کا پیکر معلوم ہو رہا تھا۔ مقابل تو اس کی معصومیت پہ فدا ہوئی۔

Clubb of Quality Content

"ہاں تو تم مجھ سے پوچھ کر لیتے۔ میں کیچپ لینے کچن گئی تو تم نے چوری چھپے آدھی فرائز یہاں نکال کر رکھ لیں۔ اور کہہ رہے ہو ایک دو فرائز ہی لی ہیں۔"

وہ اس کو پرے کرتی ٹیبل کے نیچے موجود پلیٹ کو ہاتھوں میں تھامے فاتحانہ انداز میں بولی تو ریان اپنی بہن کے تیز دماغ پہ کڑھ کر رہ گیا۔

اسی لمحے ایک چھوٹی اور کیوٹ سی آٹھ سالہ بچی بے بی فراک پہنے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے ان کو لڑتا دیکھ بھاگ کر اپنی بہن کے پاس آئی۔

"آپا آپ اتنا اونچا کیوں بول رہے ہو؟"

اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو حیرت سے کھولے معصوم انداز میں پوچھتے وہ آیت کو مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

"کچھ نہیں میری جان۔ آپ فرائز کھاو گے؟"

آیت نے بانہیں پھیلائیں تو وہ بھاگ کر اس کے گلے آلگی۔ آیت نے اس کو گود میں اٹھائے پیار کیا۔ اس کے پوچھنے پر وہ زور زور سے سر ہاں میں ہلا گئی۔ جس پر اس نے پیاری

سی عنایہ کے منہ میں فرائز ڈالیں۔ وہ عنایہ کو اس عمر میں بھی بالکل پانچ سال کے بچے والا پروٹوکول دیتی تھی۔ اسے ہمیشہ اپنی گڑیا پہ ڈھیر سارا پیار آتا تھا۔ پاس کھڑا ریان ساری کاروائی بغور دیکھتا رہا۔ پھر کڑھ کر جلے کٹے انداز میں بولا۔

"میں امی سے کنفرم کرتا ہوں کہ میں سوتیلا تو نہیں ہوں۔ جو یہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرتی ہیں۔"

وہ جو باری باری عنایہ کے منہ میں کیچپ والی فرائز ڈال رہی تھی اس کی بات پہ ٹھٹکی اور پھر اس کا قہقہہ گونجا۔ اس کی صاف شفاف ہنسی نے اس کے چہرے پہ موجود گڑھوں کو اجاگر کرتے ہوئے اس کے روشن چہرے پہ دل گیر اجالا بکھیرا تھا۔ وہ بلاشبہ بے حد کیوٹ تھی۔

"یار اپنی بہن سے کون جیلس ہوتا ہے؟"

وہ عنایہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ہنستے ہوئے بولی۔

"میں جیلس نہیں ہوں اچھا۔"

منہ بسورتے ہوئے وہ ناراض ناراض دکھا۔

"ادھر آو اور کھاو فرائز تمہارے لیے ہی بنائی تھیں۔ جانتی ہوں میرے ریان کو بہت پسند ہیں اور عنایہ اب بس بیٹا اور نہیں کھانی ورنہ کھانسی ہو جائے گی۔ ماما اجازت نہیں نا دیتی عنایہ کو۔ اس لیے اتنی بہت ہیں۔"

وہ ریان کے سامنے پلیٹ کر کے اس کے بال سہلاتے، عنایہ کو تھامے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ بہت اچھی ہیں آپی۔"

خوشی سے وہ اس کے گلے لگا۔ چونکہ اس کا قد آیت کے برابر آتا تھا اس لیے وہ اس کا ہم عمر ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"جانتی ہوں یار کوئی نئی بات بتاو۔"

فخریہ کہتے ہوئے وہ مسکرائی۔ وہ پلیٹ پکڑے فرائز سے بھرپور انصاف کرنے لگا۔ اور وہ عنایہ کو لیے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ عنایہ اس کے ساتھ ہی سوتی تھی۔ سب کہتے تھے کہ عنایہ میں آیت کی جان بستی ہے۔ وہ اسے بے حد عزیز تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ دونوں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بہنیں ایک دوسرے سے انتہا درجے کی مماثلت رکھتی ہیں۔ بڑی بڑی آنکھیں لیے، چہرے پہ انتہا درجے کی معصومیت جو گڑھوں کے نمایاں ہوتے مزید گہری ہو جاتی، گھنگھریالے بالوں والی وہ دونوں بہنیں سچ میں بہت کیوٹ تھیں۔

وہ عنایہ کو بیڈ پہ سلا کر خود صحن کے ساتھ بنے اوپن کچن کی جانب آئی۔ اب اس کا کافی پینے کا ارادہ تھا۔

☆☆☆

پرائیوٹ کالج کے باہر ایک گاڑی آ کر رکی۔ گاڑی کا دروازہ کھولتے وہ باہر نکلا اور اندر کی جانب بڑھا۔ طالب علموں نے اس کو سلام کیا جس پہ وہ دھیمی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے سب کو سلام کا جواب دیتے سٹاف روم میں چلا آیا۔ وہاں پہنچ کر اپنے کولیگز کو سلام کیا اور بورڈ مارکرز اٹھاتا کلاس روم کی جانب بڑھ گیا۔

آج اس کی پہلی کلاس سیکنڈ ائیر کے ساتھ تھی۔ وہ بائیولوجی کا ٹیچر تھا۔ فلحال وہ شہر کے مشہور پرائیویٹ کالج میں بائیولوجی ڈیپارٹمنٹ کا ایچ او ڈی تھا اور ساتھ ہی اس سال اس کا گورنمنٹ جاب کے لیے اپلائی کرنے کا بھی ارادہ تھا۔ تاکہ وہ آگے پی ایچ ڈی میں داخلہ بھی لے سکے۔

وہ کلاس میں داخل ہوا اور تمام لڑکوں نے اس کو سلام کیا جس پر وہ سنجیدہ تاثرات میں ہلکی سی شگفتگی پروئے جواب دیتا ان کو پڑھانے میں مصروف ہو گیا۔

چونکہ یہ بوائیز کالج تھا اس لیے صالح منصور اس کالج میں اب تک موجود تھا۔

ورنہ شاید وہ کب کا یہ کالج چھوڑ چکا ہوتا۔

جانے ماضی، حال کو برباد کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار کیوں رہتا ہے؟

☆☆☆

چادر کو مضبوطی سے تھامے کندھے پہ لٹکائے بیگ کو بار بار درست کرتے وہ تیز قدموں سے چلتے کالج میں داخل ہوئی۔ آج پھر وین والے کی وجہ سے وہ تاخیر کا شکار ہو چکی تھی۔ پہلے بھی اس کو کالج سے کئی بار خط انتباہ مل چکا تھا اور وہ احتیاط برت رہی تھی مگر اب تو حد ہی ہو گئی تھی۔

"یا اللہ پلیز بچا لینا۔ ورنہ ان لوگوں نے آج مجھے جاب سے فارغ کر ہی دینا ہے۔"

وہ تیز تیز قدموں سے سٹاف روم پہنچی اور چادر اتار کر دوپٹے کو سر پر اچھے سے اوڑھے کلاس کی جانب گئی۔ سٹاف روم میں کوئی ٹیچر موجود نہیں تھی جس کا صاف یہ مطلب تھا کہ وہ کافی دیر سے پہنچی ہے۔

"بس ابھی وائس پرنسپل نہ آئے ہوں۔"

دل ہی دل میں دعائیں مانگتے وہ اپنی کلاس کی جانب بڑھ رہی تھی کہ دماغ نے ٹھک کر کے اسے یاد دلایا کہ وہ اپنی حاضری لگانا بھول چکی ہے۔

"افففف آیت جلد بازی میں تمہارا دماغ کہاں چلا جاتا ہے؟"

وہ پریشانی میں واپس پلٹی۔ جلدی جلدی ڈیجیٹل کارڈ سے حاضری لگائی۔ سٹاف روم سے باہر نکلی تو دور سے ہی اسے وائس پرنسپل کے ساتھ ساتھ پرنسپل صاحب بھی آتے دکھائے دیے۔

"بھاگ آیت اس سے پہلے کہ وہ تجھے دیکھیں۔ ورنہ صبح صبح سارا موڈ خراب ہو جانا ہے۔"

خود کلامی کرتے وہ فوراً سامنے والی کلاس میں گھسی جو کہ اس کی مطلوبہ کلاس تھی۔

"الحمدللہ! آج پھر بچ گئی۔"

سٹوڈنٹس کو مسکرا کر سلام کرتے وہ کلاس کی جانب متوجہ ہوئی۔ گاہے بگاہے نظر شیشے کے دروازے سے باہر بھی دوڑا لیتی جہاں پر نسپل صاحب آج گرلز کیمپس میں تشریف فرما تھے اور اسے یہی ڈر تھا کہ کہیں آج اس کو وارننگ سے ہی نہ نواز دیا جائے۔ لیکن تھوڑی دیر میں اس نے اپنی ایک طالب علم کو پانی لانے کے بہانے بھیج کر یہ پتا کروالیا تھا کہ پرنسپل جا چکے ہیں۔ یعنی آج پھر آیت مصطفیٰ جاب سے ہاتھ دھونے دھوتے بچ چکی تھی۔

"میں تو گھر جا کر شکرانے کے نفل پڑھوں گی اور اب بس بہت ہو گیا یہ وین کا بھی کوئی حل نکالنا پڑے گا۔"

کلاس کو لیکچر دینے کے بعد وہ اپنی اس مشکل کا حل سوچنے میں مگن ہوئی۔

☆☆☆

کالج سے سیدھا وہ گھر آیا تھا مگر راستے سے اپنے بھتیجوں کے لیے چاکلیٹس لانا نہیں بھولا تھا۔ جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہوا جواد بھائی کے بچے چاچو چاچو کرتے اس کے پیچھے لپکے اور وہ نخرے دکھاتا سب کو چاکلیٹس دینے لگا۔ وہ سب اس کو پیار کرتے اپنی چاکلیٹس کھانے میں مگن ہوئے۔ شائستہ اسے دیکھ کر اس کے پاس آئی۔

"صالح کھانا لگا دوں؟"

اس کی بڑی بھابھی نے اس سے استفسار کیا۔انداز میں فکر اور اپنائیت شامل تھی۔

"جی بھابھی میں بس فریش ہو کر آتا ہوں۔"

شائستہ کچن میں چلی گئی اور وہ اوپری منزل پہ موجود اپنے کمرے میں چلا آیا۔

کمرے میں آ کر اپنی ٹائی اتار کر بیڈ پر رکھی اور رسٹ واچ کو سفید رنگ کے خوبصورت لیکن سادہ ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھتے ایک نظر اپنے عکس پہ ڈالتا واش روم میں گھس گیا۔

فریش ہو کر اپنے کپڑے الماری میں لٹکائے۔اس کے بعد جوتوں کو اس کی مطلوبہ جگہ پہ رکھتے وہ آرام دہ سلیپرز پہنے نیچے کچن میں چلا آیا۔

بھابھی نے اس کے آگے کھانا رکھا جس کو وہ خاموشی سے کھانے لگا۔

"چائے بھی بنا دوں تھک گئے ہو گے۔"انہوں نے مزید پوچھا۔

بڑی بھابھی اس کی پھوپھی زاد بھی تھی جس کی وجہ سے وہ اس کا خاص خیال رکھا کرتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ باپ کی موت کے بعد صالح بہت خاموش ہو گیا ہے۔اس لیے وہ اس کی

زیادہ دیکھ بھال کیا کرتی تھی جبکہ چھوٹی بھابھی کو اس کی کوئی خاص پرواہ نہیں تھی۔ خیر اسے تو سسرال میں کسی کی فکر لاحق نہیں تھی۔

"آپ کو زحمت ہو گی بھابھی۔"

وہ شرمندہ ہوا۔ آخر کو وہ سارے گھر کے کام کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے کھانے پینے کا بھی مکمل دھیان رکھا کرتی تھی۔

"ہر روز یہ کہتے ہوئے تھکتے نہیں ہو صالح۔"

وہ مسکرا کر اس سے شکوہ کناں ہوئی۔

"آپ بھی تو ہر روز میرے سارے کام بخوشی کرتی ہیں۔ مجھے سچ میں بہت شرمندگی ہوتی ہے کہ بھائی اور بچوں کے ساتھ ساتھ آپ کو میرے بھی کام کرنے پڑتے ہیں۔" وہ بیک وقت ممنون و تشکر اور شرمندگی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

"تو اس کا بھی ایک حل ہے میرے پاس۔"

چٹکی بجاتے انہوں نے اس کے آگے حل پیش کرنا چاہا۔

"پلیز بھابھی"

وہ جانتا تھا کہ اس کی بھابھی کے پاس کیا حل ہو گا۔

"ویسے حیرت ہوتی ہے مجھے صالح! تمہاری عمر کے لڑکے دو دو شادیاں کروانے سے بھی نہیں کتراتے اور تم ایک بھی نہیں کروا رہے۔ آخر میں کب میرے دیور کم اور بھائی زیادہ کو بیاہوں گی۔"

شروع میں جوش سے کہتے آخر میں وہ افسردہ ہو گئی۔

"ویسے آپ کا یہ مشورہ اگر میں بھائی کو بھی دے دوں؟"

شرارت سے کہتے اس نے یکسر موضوع تبدیل کیا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے صالح۔"

وہ کڑے تیوروں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"چائے بنا دیں بھابھی ورنہ آپ کی گھوریوں سے سر میں مزید درد ہو گا۔"

ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے وہ واپس کھانے میں مصروف ہو گیا اور شائستہ اس کے لیے چائے بنانے لگی۔

زندگی کی اس ڈگر میں وہ خود کو فراموش کیے بس اپنوں کی خوشی چاہتا تھا۔

اور دوسروں کو خوش کرنے والوں کا دل بہت وسیع ہوتا ہے جیسا کہ صالح منصور کا تھا۔

☆☆☆

"ماما،بابا"

وہ جھنجھلاتی ہوئی گھر داخل ہوئی کیونکہ وین والا صرف صبح ہی اسے لیٹ نہیں کرواتا تھا بلکہ واپسی پہ بھی اسے آدھا گھنٹہ انتظار کی سولی پہ لٹکائے رکھتا تھا۔

"گھر میں داخل ہوتے ہی نہ سلام نہ دعا"

شگفتہ بیگم نے اس کو ٹوکا۔

"اوپس سوری۔السلام علیکم!"

اس نے فوراً تصحیح کی۔شکوے شکایات ایک طرف تھے مگر سلام تو لازم تھا۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔کیا ہوا؟کیا سٹوڈنٹس نے آج زیادہ ہی تنگ کر دیا؟"

ٹی وی لاونج میں صوفہ پہ براجمان مصطفی صاحب نے بیٹی کا اکتایا ہوا چہرہ دیکھ کر استفسار کیا۔ غالباوہ ٹی وی پہ نشر ہوتی خبر میں اتنے غرق تھے کہ بیٹی کے الفاظ گوش گزار نہ کر سکے۔

"بابا میرا وین والا تبدیل کروائیں۔ بس بہت ہو گیا۔ یہ مجھے اتنی اچھی جاب سے فارغ کروائے گا۔ آپ جانتے بھی ہیں کہ پرائیویٹ ادارے ایسی لاپرواہیاں برداشت نہیں کرتے۔"

ایک ہی سانس میں ساری بات ختم کرتے اس نے گہرا سانس بھرا۔

"یہ پہلے پانی پی لو۔ اور چادر تو اتار لو اتنی گرمی ہے۔"

شگفتہ بیگم نے اس کو پانی کا گلاس پکڑایا جس کو وہ غٹا غٹ پی گئی۔ چادر کو صوفے کے ہتھے پہ رکھ کر دوپٹہ کندھوں پہ پھیلائے اس نے امید طلب نگاہوں سے اپنے بابا کو دیکھا۔ غالباوہ اپنے مسئلے کا فوری حل چاہتی تھی۔

"بیٹا سوچنے دو ذرا۔"

مصطفیٰ صاحب اپنی بیٹی کے مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لیے سوچ بچار میں مگن ہوئے۔ مختلف پہلوؤں کو مد نظر رکھنا ضروری تھا۔ مالی حالات کے باعث گاڑی ان کے پاس تھی نہیں اور کمر درد کی وجہ سے وہ موٹر سائیکل چلا نہیں پاتے تھے۔ اسی لیے آیت کو وین لگوا کر دی تھی۔

"ماموں اس میں سوچنے والی کونسی بات ہے۔ میں آیت کو پک اینڈ ڈراپ دے دوں گا۔ ویسے بھی اس کا کالج میرے آفس کے راستے میں ہی ہے۔"

معاذ جو گھر کا کھلا دروازہ دیکھ اندر ہی آرہا تھا ان کی ساری باتیں گوش گزار کر چکا تھا اور اپنی ڈیئر کزن کے مسئلے کا حل بھی پیش کر چکا تھا۔

"آپ کب آئے؟"

تیزی سے کندھے پہ پھیلے دوپٹے کو سر پہ اچھے سے اوڑھتے آیت نے استفسار کیا۔ خاکی ڈریس پینٹ اور سفید شرٹ پہنے آفس بیگ کو کندھے پہ لٹکائے معاذ نے ایک مکمل نظر اس کے صبیح چہرے پہ ڈالی۔

"جب تم ماموں کو پریشان کر رہی تھی۔"

لیپ ٹاپ بیگ کو ایک طرف پڑی میز پہ رکھتے اس نے شرارت سے کہا۔

"میں نے پریشان نہیں کیا اچھا۔ وہ تو وہ وین والا۔۔۔"

اس کی زبان پھر شروع ہونے والی تھی جب معاذ نے اسے ٹوکا۔

"اچھا اچھا بس۔ چھوڑ دو بیچارے کی جان"

"معاذ بھائی آپ تو ایسے نہ کہیں۔ بیچاری میں ہوں وہ نہیں۔"

وہ ناراضی بھرے لہجے میں بولی۔ ایک تو برا بھی اس کے ساتھ ہو رہا تھا اور کوئی اسے بیچاری ماننے کو بھی تیار نہیں تھا۔ ہائے رے آیت مصطفیٰ کا دکھ!

"پھر میری آفر کے بارے میں کیا خیال ہے ماموں؟"

مصطفیٰ صاحب جو کسی سوچ میں گم تھے اس کے بلانے پر اپنی سوچوں کو جھٹکتے اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"بیٹا آفر تو اچھی ہے مگر آپ کو دقت ہو گی۔"

وہ ہچکچا رہے تھے۔ اپنے حصے کا فرض وہ کسی اور کے سپرد کر کے اس کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

"نہیں ماموں مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ اور ویسے بھی اگر اس نے مجھے لیٹ کروایا تو میں اس کو لیٹ کروادوں گا۔"

ماموں کو تسلی دیتے ہوئے آخر میں لب دانتوں میں دبائے اس نے پر جوش نگاہوں سے آیت کی طرف دیکھا جو اپنی بڑی آنکھوں کو مزید بڑا کیے صدمے سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے نہیں منظور۔"

اس نے صاف صاف اس آفر سے انکار کیا۔

"کیوں؟"

نہایت معصومیت سے سوال پوچھتے وہ بہت پیارا لگا مگر آیت کو تو اس وقت اس کی لیٹ کروانے والی بات سے ڈر لگ رہا تھا۔

"آپ مجھے لیٹ کروادیں گے بھئی۔ میں رسک نہیں لے سکتی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے مدعا بیان کرتے اپنا ڈر واضح کیا۔

"اگر تم مجھے لیٹ کرواں گی صرف تب کزن۔"

وہ خاصا زور دیتے ہوئے بولا۔

"بیٹا یہ لو پہلے چائے پیو۔ تم اس وقت چائے لیتے ہو نا۔"

شگفتہ بیگم جو اس کے سر پہ پیار دیتے کچن میں غائب ہوئی تھیں انہوں نے اسے چائے کا کپ تھمایا تو معاذ بے وجہ مسکرایا۔

"ممانی جان آپ بہت سویٹ ہیں۔"

وہ نہایت تشکر آمیز لہجے میں عزت و مان سے بولا تو شگفتہ بیگم ہنس دیں۔

"ماما کس کی ہیں؟"

آیت فخریہ گویا ہوئی۔

"آف کورس عنایہ کی۔"

اس نے چائے کا گھونٹ بھرتے سارا اعزاز عنایہ کے سر ڈالا تو وہ برا منا گئی۔

"معاذ بھائی"

وہ صدمے سے یہی بول پائی۔

"ارے اسے چائے تو پینے دو۔"

مصطفی صاحب نے اپنی بیٹی کو ٹوکا۔ اس کی زبان کو بریک لگنا بہت مشکل کام تھا۔

"ماما عنایہ کہاں ہے؟"

معاذ کی بات پہ اس کا دھیان عنایہ کی جانب مبذول ہوا تو فوری سوال داغا۔

"بیٹا ابھی سوئی ہے۔ جب سے سکول سے آئی ہے ضد کر رہی تھی کہ آیت آپا کے پاس جانا ہے بہت مشکل سے سلایا ہے۔"

"ہائے میری جان۔ میں ابھی جا رہی ہوں اس کے پاس۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور معاذ کی نگاہیں آخر تک اس کو دیکھتی رہیں۔

اس کے چلے جانے کے بعد اس نے سر جھٹکا۔ آیت کو دیکھ کر وہ ہمیشہ یوں ہی بلاوجہ مسکراتا تھا۔

☆☆☆

نوشین آج اپنے بھائیوں کی طرف آئی ہوئی تھیں۔ اور اس وقت شائستہ کے کمرے میں موجود وہ دونوں محو گفتگو تھیں۔

"نوشین آپا کیا آپ نے صالح کے بارے میں کچھ سوچا ہے۔" بسکٹ کو چائے میں ڈبوتے شائستہ استفہامیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"سوچتی تو ہر وقت ہی ہوں مگر وہ شادی کے لیے تیار نہیں۔"

نوشین نہایت فکر مند لہجے میں بولیں۔

"آپا کیا کوئی ایسی وجہ ہے جو میں نہیں جانتی۔" بسکٹ زیادہ دیر چائے میں رہنے کے باعث ٹوٹ کر چائے میں گر چکا تھا جسے وہ چمچ سے نکالنے لگیں۔

اور حقیقت تو یہی تھی کہ نوشین آپا کے علاوہ باقی سب حقیقت سے لاعلم تھے۔ شاید اسی لیے صالح کا یہ رویہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہوتا تھا۔ مگر وہ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے اس سے اصرار نہیں کرتی تھی۔

"نہیں ایسا تو کچھ بھی نہیں۔ بس لڑکیوں سے کتراتا ہے۔"

وہ اصل وجہ کو یکسر فراموش کر تیں انہیں ایک نئی وجہ بتا گئیں۔

"مگر کوئی وجہ بھی تو ہو گی نا لڑکیوں سے کترانے کی۔ ورنہ لڑکے اور لڑکیوں سے کترائیں؟ حیرت ہے۔"

بات تو خیر انہوں نے بھی سونے میں تولنے والی کی تھی۔

بھلا مرد کب عورت سے بھاگتا ہے؟

"بس میر اصالح شروع سے ہی سب سے منفرد اور مختلف رہا ہے۔" انہوں نے محبت پاش لہجے میں اپنے بھائی کا وصف بیان کیا جس کی تقلید کی گئی۔

"ہاں یہ تو ہے۔ بہت عزت کرنے والا ہے۔ اب شہروز بھی تو ہے مگر مجال ہے کبھی بھابھی کو سیدھے منہ بلالے بس ہر وقت بیوی کے آگے پیچھے ہی گھومتا رہتا ہے۔"

اپنے بڑے دیور کی تعریف بیان کر کے چھوٹے دیور کی شان میں قصیدے پڑھے تو نوشین ہنس پڑیں۔

"بہن کے منہ پہ ہی بھائی کی برائیاں۔"چائے کا آخری گھونٹ بھرتے انہوں نے چائے کو الوداع کہا۔

"ہاں تو بھائی کام ہی ایسے کرتا ہے۔ بہن کو کونسا علم نہیں۔"

وہ بغیر ہچکچائے بولی تو نوشین اس کی صاف گوئی پہ بس مسکرا ہی سکیں۔

"تم بھی شائستہ۔ چلو کھانا بنا لیتے ہیں پھر تیمور بھی مجھے لینے کے لیے آجائیں گے۔ بچوں کو سکول سے وہ سیدھا یہیں لے کر آئیں گے۔"

"ارے ہاں کھانا بھی تو بنانا ہے ابھی۔ چلیں۔"

دونوں نند بھابھی اور کزنز کچن کی جانب بڑھ گئیں۔ بچپن سے ہی شائستہ کا ان کے گھر بہت آنا جانا تھا اور وہ اپنے ماموں کے سبھی بچوں کے ساتھ بہت گھل مل گئی تھی۔ صالح کے بڑے بھائی جواد کو شائستہ پسند تھی تو اس کی پسند پہ ہی یہ رشتہ طے کر دیا گیا۔ اور حقیقت تو یہ تھی کہ شائستہ جیسی مخلص لڑکی کا اس گھر میں آنا ہی اس گھر کو سکون میں رکھے ہوئے تھا۔

☆☆☆

آج بوائیز کیمپس میں تمام اساتذہ کی میٹنگ تھی جس کے باعث ایک وین گرلز کیمپس سے تمام فی میل سٹاف کو لیے بوائیز کیمپس آئی تھی۔ میٹنگ چونکہ لیٹ ہو چکی تھی اس لیے آیت ظہر کی نماز پڑھنے کی غرض سے وضو والے حصے کی جانب آئی۔ ان کے کالج کی مخصوص بات یہ تھی کہ یہاں نماز کے لیے علیحدہ سے وضو والی جگہ اور پرے روم کا انتظام تھا۔ وہ وضو کرنے کے بعد پرے روم کی جانب بڑھ گئی کیونکہ اس کے خیال سے مرد حضرات تو جلدی نماز ہی نہیں پڑھتے اور اگر پڑھنی بھی ہو تو مسجد میں ہی پڑھتے ہوں گے۔

بلا دھڑک وہ پرے روم کا دروازہ کھولے اندر آ گئی۔ مگر اندر موجود منظر نے اس کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ وہ سفید شلوار قمیض پہنے، شلوار کو ٹخنوں سے اونچا باندھے قیام میں کھڑا قدرے بلند آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا اور آیت نے زندگی بھر اس سے حسین منظر نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس منظر میں جکڑی کھڑی رہی۔ جانے کیوں مگر وہ وہاں سے ہل نہیں پا رہی تھی۔

وہ رکوع میں گیا، سجدے میں گیا لیکن آیت اس جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہل پائی جہاں وہ کھڑی تھی۔ اور بالآخر صالح نے سلام پھیرا۔ جب اس نے دائیں جانب سلام پھیرا تو وہ اس کا مکمل چہرہ دیکھ پائی۔ صاف چمکتی گندمی رنگت، تیکھے نین نقوش، ہلکی بڑھی ہوئی شیو اور کالے چھوٹے بالوں والا وہ مرد آیت کو بے انتہا پرکشش لگا۔ وہ سلام پھیر کر حیرت سے آیت کی جانب دیکھنے لگا جس پر اس نے گڑبڑا کر اپنی نظریں نیچی کیں۔

"محترمہ کیا آپ کو کچھ چاہیے؟ اور اگر چاہیئے بھی تو غالباً آپ کو ایک کمرے میں جہاں تنہا ایک مرد ہو نہیں آنا چاہیئے۔"

بے ساختگی میں چند پل اسے دیکھنے کے بعد اس نے سخت لہجے میں یہ الفاظ بولے۔ صرف عورت کو ہی سخت لہجہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مردوں کو بھی چاہیئے کہ وہ عورتوں سے بے تکلفی نہ برتا کریں۔

آیت نے بے ساختہ اس کی جانب دیکھا وہ اتنی مسحور آواز والا مرد کتنے سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔ اسے دکھ ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نماز پڑھنے کے لیے آئی تھی۔" اس نے اپنی صفائی دینی چاہی۔ کیوں؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

ٹر ٹر بولنے والی آیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکی۔ البتہ اس کی آنکھوں میں بے یقینی قائم تھی۔

"تو کیا آپ نہیں جانتی کہ یہ بوائیز کالج کا پرے روم ہے تو یہاں مرد ہی ہوں گے۔"

جانے کیوں وہ اس سے اتنی دیر بات کر رہا تھا۔ شاید وہ اس لڑکی کو سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مرد یہاں نماز پڑھتے ہوں گے۔"

وہ اپنی بات صحیح طور پہ اس کے آگے پیش نہیں کر سکی۔

"سیریسلی"

ابرو اچکا کر کہتے وہ اس پہ طنز کر گیا۔ آیت کے دل کو چوٹ لگی۔ اس نے اس خوبصورت آواز والے مرد کو دیکھا جس پہ وہ نظریں پھیر گیا۔

"میں جا رہا ہوں اور دروازہ لاک کر کے نماز پڑھیئے گا۔ یہ بوائیز کالج ہے یہاں مردوں کا آنا جانا ہے۔ انڈر سٹینڈ؟"

اب وہ قدرے نرم لہجے میں مخاطب ہوا۔ کیونکہ وہ اس کے لہجے میں چھپی نمی بھانپ چکا تھا۔ چہرے کی تو اس نے صرف جھلک ہی دیکھی تھی ورنہ اگر اس کا چہرہ پڑھتا تو گھبرا جاتا۔ وہ جائے نماز کی حدود سے باہر نکلا تو آیت نے بے ساختگی میں اسے پکارا۔

"سنیے۔"

وہ اس کے پاس سے ہو کر گزرنے لگا تھا کہ اس کی آواز پہ رک گیا۔

"آپ بہت پیاری تلاوت کرتے ہیں۔"

وہ تعریف فوری طور پہ ہی کر ڈالتی تھی۔ نہ موقع دیکھتی تھی نہ حالات۔۔۔

صالح نے اپنی پشت پہ موجود لڑکی کے لبوں سے یہ الفاظ سنے تو آنکھیں حیرت سے بڑی ہوئیں۔

مطلب وہ کیا کہہ رہا تھا اور وہ کیا جواب دے رہی تھی۔

"شکریہ" اس نے بغیر مڑے جواب دیا اور وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔

وہ اس سے زیادہ کچھ کہہ نہیں پایا۔ اسے لڑکیوں سے بات کرنے کی عادت نہیں تھی۔

اس کے جانے کے فورا بعد آیت نے اس کی ہدایت کے مطابق دروازہ مقفل کیا۔ اس کے پاس سے گزرنے پہ اس کے عطر کی خوشبو اس کو بہت پاکیزہ لگی تھی۔ اس کی غلافی آنکھیں مسکرائیں۔ وہ اسی جائے نماز پہ کھڑی ہوئی اور بے ساختہ مسکرا اٹھی۔ پھر کچھ یاد آنے پہ فورا استغفر اللہ پڑھا۔

"افففف آیت کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

وہ خود پہ حیران ہوئی۔ وہ اتنی بے اختیار تو نہ تھی۔ وہ تو ڈراموں، فلموں میں بھی ہیروز کو ٹکر ٹکر نہیں دیکھتی تھی۔ اور اب تو وہ اصل زندگی میں یہ کام کر چکی تھی۔

☆☆☆

صالح سٹاف روم میں آیا تو حسب توقع بات کا موضوع مخالف صنف کو پایا۔

"یار آج تو ہمارے کالج میں بہار آئی ہوئی ہے۔ سارا فی میل سٹاف ہمارے کیمپس کو رونق بخشنے تشریف فرما ہے۔" میتھس کے ایک ٹیچر نے یہ بات کہی تو صالح اپنے ملک کے اساتذہ کی گھٹیا اور نیچ سوچ پہ پشیمان ہوا۔

وہ خاموش ہی رہا کیونکہ اس کی کوئی بات ان پہ اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔ کتاب تھامے وہ لیکچر تیار کر رہا تھا کہ ایک آواز نے اس کی توجہ بھٹکائی۔

"یار وہ کالی چادر والی ٹیچر تو بہت ہی کیوٹ ہے۔ چھوٹی بچی لگتی ہے بالکل۔ افف اتنی حسین ہے۔۔۔۔" جونیئر سر نے جب یہ جملہ ادا کیا تو صالح نے خود پہ اختیار کھو دیا۔

"شرم نہیں آتی تم لوگوں کو کب سے بکواس کر رہے ہو۔ کسی کی بیٹی کے بارے میں اتنے بیہودہ الفاظ استعمال کرتے وقت کچھ تو خیال کر لو کہ ایک استاد ہو۔"

اپنے سے جونیئر ٹیچر سبحان کو جھڑکتے ہوئے اس معصوم لڑکی کا چہرہ اس کی آنکھوں کے پار لہرایا۔ وہ لڑکی تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال ہو رہے ہونگے۔

"بیہودہ الفاظ کب بولے میں نے سر؟"وہ کم گو صالح کی ڈانٹ پہ حیرت کا شکار بولا۔

"اچھے الفاظ بھی کونسے بولے ہیں؟"

"سوری سر"

ٹیچر شرمندہ ہوا تھا یا شاید صرف اسی کے سامنے شرمندہ ہوا تھا کیونکہ سینئر سے بگاڑ کر وہ خود کے لیے مسئلہ نہیں کھڑا کرنا چاہتا تھا۔

"آئندہ احتیاط کرنا۔"

اسے تنبیہہ کرتے وہ واپس اپنے کام میں مشغول ہو چکا تھا۔اتنی دیر میں چپڑاسی پرنسپل کا پیغام لے کر آیا۔

"سر سب میٹنگ روم آجائیں۔پرنسپل بلا رہے ہیں۔"

وہ سب میٹنگ روم چلے گئے جہاں فی میل سٹاف اور پرنسپل پہلے سے ہی موجود تھے۔صالح کی سیٹ پرنسپل کے ساتھ والی تھی۔اور اس کے مقابل وائس پرنسپل بیٹھا تھا۔جبکہ آیت دوسری قطار میں اس سے دو سیٹ چھوڑ کر موجود تھی۔اس کی دونوں جانب فی میل ٹیچرز

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

موجود تھیں۔اس کو بیٹھتا دیکھ وہ بے ساختہ مسکرائی۔مگر اس نے ایک نظر بھی ان میں سے کسی فی میل ٹیچر پر نہیں ڈالی۔میٹنگ کا آغاز ہوا اور سب اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔

صالح نے بھی اپنی رائے دی۔

جب آیت بولنے لگی تو سب لوگ اسی کی جانب دیکھ رہے تھے جب کہ وہ بات کرتے وقت بار بار اس پہ نگاہ ڈال رہی تھی جس کے کان اور دماغ تو اس کی ہی جانب تھے مگر اس کی نگاہیں میز پہ ٹکی ہوئی تھیں۔

میٹنگ ختم ہوئی تو پہلے پرنسپل،وائس پرنسپل اور پھر فی میل سٹاف باہر نکلا۔جب صالح باہر جانے لگا تو آیت کی کرسی کے سامنے ایک فون دکھائی دیا۔جو غالبا اس سیٹ پہ موجود فرد کا ہی ہو سکتا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اس کا فون پکڑ کر ملازم کے ہاتھ اس کو واپس کرتا سر سبحان اس فون کی جانب لپکا۔اس نے موبائل کا بٹن دبایا تو سامنے ہی اس کی کھلے بالوں والی ایک خوبصورت تصویر وال پیپر پہ موجود تھی جس میں وہ ہنس رہی تھی اور اس کے ڈمپلز

بہت واضح تھے۔ وہ خباثت سے فون کو دیکھ رہا تھا کہ کسی نے ایک نظر اس تصویر پہ ڈالتے اس کے ہاتھ سے فون جھپٹا۔

"تمہیں ساری زندگی شرم نہیں آسکتی۔"

اس کو لتاڑتے وہ فون لیتے باہر کی جانب بڑھا تاکہ خود اس کو فون واپس کر دے اس سے پہلے کہ کوئی اور اس کی تصویر دیکھتا پھرے۔ ورنہ اس کا ارادہ ملازم کے ہاتھ فون بھجوانے کا تھا۔

تیز تیز قدموں سے چلتے وہ باہر آیا جہاں وہ پریشان کھڑی تھی شاید جان چکی تھی کہ اس کا فون غائب ہے۔

"محترمہ یہ آپ کا فون۔ اندر ٹیبل پہ رہ گیا تھا۔" اس نے اسے مخاطب کر کے فون آگے کیا تو اس کی جان میں جان آئی۔

"بہت شکریہ آپ کا۔"

وہ ممنون ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے ہاتھ سے فون لیتے اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور حیران ہوئی کہ اس نے اس طرح اسے فون پکڑایا کہ اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے مس نہ ہو۔

"کیا دنیا میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں؟"

وہ دل میں ہی سوچتی رہ گئی۔

"محترمہ!"

وہ جانے لگی جب اس آواز پہ رک کر اس کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کبھی ڈیوائسز کے وال پیپرز پہ اپنی تصویر نہیں لگاتے۔"

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں اور آیت کو اس کی بات کے مفہوم کو سمجھنے میں کافی دیر لگی۔

لیکن اس کے بعد اس کے چہرے پہ مسکراہٹ نے اپنا بسیرا کر لیا۔

"افففف کوئی اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے؟"

سارا راستہ وہ یہی سوچتی رہی۔

☆☆☆

پوش علاقے میں تعمیر شدہ خوبصورت اور جاذب نظر کوٹھی کے بیرونی چوڑے اور مضبوط گیٹ کو عبور کیا جائے تو چھوٹے سے لان سے گزرتے ہوئے اندرونی دروازہ دکھائی دے گا۔اس دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہوا جائے تو سفید ماربل سے سجا خوبصورت لاونج اپنی مثال آپ نظر آرہا ہے۔اس کے دائیں طرف بنے ایک کمرے کے سفید دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو تو معاذ اپنی والدہ سے بات کرتا دکھائی دے رہا تھا۔

"ماما! آپ ماموں سے بات کیوں نہیں کر رہیں؟"

وہ جھنجلایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔آخر کتنی بار وہ ان کو کہہ چکا تھا کہ اسے آیت سے شادی کرنی ہے اور وہ ماموں سے اس کا رشتہ مانگ لیں۔مگر وہ تھیں کہ حامی ہی نہیں بھرتی تھیں۔

"تمہیں آیت کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتی کیا؟"

وہ اس کو کتنی بار ٹال چکی تھیں مگر وہ سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔

"آپ کو آیت سے کیا مسئلہ ہے؟"اس نے استفہامیہ پوچھا۔

اس کی تو سمجھ سے باہر تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بھائی کی بیٹی کو کیوں اپنی بہو نہیں بنانا چاہتیں۔

"بیٹا تمہارے بابا کبھی یہ رشتہ نہیں ہونے دیں گے۔" انہوں نے مجبوری اور لاچاری والے لہجے سے بے بس انداز میں جواب دیا۔ معاذ نے لاعلمی اور اچنبھے سے انہیں دیکھا۔

"مگر بابا کو کیا مسئلہ ہے؟"

سنہری چمکتی آنکھوں کو حیرت سے پھیلائے وہ حیرت و بے یقینی کا شکار بولا۔

"وہ وجیہہ سے تمہاری شادی کروانا چاہتے ہیں۔"

انہوں نے اس کے سر پہ بم پھوڑا۔ کم از کم معاذ کو یہ خبر کسی آتش فشاں کے پھٹنے کی مانند موصول ہوئی تھی جس کا تپتا گرم لاوا اس پہ انڈیلا جا رہا تھا۔

"واٹ! اور آپ اب مجھے یہ بتا رہی ہیں؟"

وہ شاک ہی تو ہو گیا تھا۔

"بیٹا انہوں نے اپنے بھائی کو زبان دی ہوئی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ اس صورت اگر میں یہ کہوں کہ تم آیت سے شادی کے خواہش مند ہو تو وہ یہی سمجھیں گے کہ میں نے ہی تمہاری برین واشنگ کی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ معاذ کے بابا کی فطرت کے پیش نظر اس بھونچال کو آنے سے پہلے ہی ٹالنا چاہتی تھیں۔

"مگر میں آیت سے ہی شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹل لہجے میں گویا ہوا۔

"وجیہہ میں کیا برائی ہے معاذ؟"

انہوں نے اسے قائل کرنے کی کوشش کرنا چاہی۔

"کوئی برائی نہیں ہے ماما۔ وہ ایک سلجھی ہوئی، پڑھی لکھی ڈیسنٹ اور اچھی لڑکی ہے۔ کوئی بھی لڑکا اسے انکار نہیں کر سکتا۔ مگر میں نے اسے کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا۔" اس نے وجیہہ کے حق میں بات کرتے ہوئے اپنا حال دل بھی بیان کیا۔

"تو تم نے آیت کو کیوں اس نظر سے دیکھا؟"

وہ کڑے تیور لیے اس سے جواب طلب ہوئیں۔

"میں نے اسے کبھی بری نظر سے نہیں دیکھا ماما۔ وہ معصوم سی لڑکی جو نہ جانے کیسے میرے دل پہ قابض ہو گئی ہے۔ وہ جب بھی میرے سامنے ہوتی ہے تو میرا دھیان اس سے پرے

نہیں ہٹتا۔ اور جب وہ میرے روبرو نہیں ہوتی تو اس کو دیکھنے کی چاہ مجھے کچھ کرنے ہی نہیں دیتی۔"

وہ اس کے بارے میں بولتے ہوئے دیوانہ معلوم ہو رہا تھا۔

"شرم کر لو معاذ! یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری؟"

وہ اس کے الفاظ پہ حیرت کا پتلا بنے اس کے جذبات پہ شرمسار ہوئیں۔

اس کی آیت کے لیے سوچ جان کر وہ صحیح معنوں میں شش و پنج میں گھر گئیں۔

پریشانی تھی کہ سوا ہو رہی تھی۔ یہ ان کا بیٹا کس راہ پہ چل پڑا تھا۔ انہیں اس کا انجام درد کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ماما میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا اور نہ ہی کوئی غلط مطالبہ کیا ہے۔ میری کزن ہے وہ۔ میں پسند کرتا ہوں اس کو۔ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی غلط رشتہ نہیں رکھ رہا۔ پھر میں کیسے غلط ہو گیا؟"

ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا وہ۔ محبت کو اپنانے میں کیا قباحت تھی آخر؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جو محبت کو محرم بنانے کے خواہش مند ہوں وہ غلط کیسے ہو سکتے ہیں؟

"آپ پلیز بابا کو منا لیں نا"

وہ اپنی ماں کا ہاتھ تھامے منت بھرے لہجے میں گویا ہوا تو ان کا دل پسیج گیا۔

"میں صرف ایک بار کوشش کروں گی۔ پھر تم جانو اور تمہارے بابا۔"

اس کا دل رکھنے کے لیے آخر انہوں نے یہ بلا بھی اپنے سر لے لی۔

"شکریہ ماما"

ان کے ہاتھوں کو تھام کر لبوں سے لگاتے وہ چہکا۔

اس کی ماں نے اس کی خواہش پوری ہونے کی دعا کی۔ کیونکہ آیت کے لیے اس کے نرم اور پر جوش جذبات سے وہ بخوبی آشنا ہو چکی تھیں۔

☆☆☆

زندگی بھی کبھی کبھار کچھ ایسا دکھا دیتی ہے کہ جس کے بعد کوئی منظر دل کو نہیں بھاتا۔

صالح منصور کے ساتھ بھی زندگی نے کچھ ایسا ہی کیا تھا۔ وہ شرارتیں کرنے والا، چہچہاتا رہنے والا، خوش مزاج اس قدر خاموش اور ویران ہو چکا تھا۔ وہ کبھی خود میں جھانکتا تو جان

جاتا کہ وہ کتنا ٹوٹ چکا ہے۔اس کی زندگی کھنڈر کی مانند تھی۔اپنے گھر والوں کے لیے وہ خود کو گھسیٹ رہا تھا۔اس نے خود کو ہر خوشی سے دور کر لیا تھا۔یا شاید خوشیاں اس سے روٹھ چکی تھیں۔وہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں خوشیاں محسوس ہی نہیں ہوتی تھیں۔وہ زندگی کو صرف گزار رہے ہوتے ہیں اور زندگی جینا تو جیسے انہیں بھول چکا ہوتا ہے۔

وہ ایک حادثہ اس کے دل کی ساری دنیا کو ویران کر گیا تھا۔

اس نے خود کو دین اور اپنے گھر والوں کی خوشی میں مصروف کر لیا تھا۔اس کے علاوہ وہ ایک اچھا استاد بننے کی خواہش رکھتا تھا اور ایک خواہش اور بھی تھی اس کی جو اس نے سب سے پوشیدہ رکھی ہوئی تھی۔جانے وہ کب اور کس کو اس کا راز داں بناتا؟

بہت اچھا کیریئر بنانا اس کا شوق نہیں تھا۔بس وہ پی ایچ ڈی کرنا چاہتا تھا۔اس کے اخراجات کے تحت اسے کثیر رقم کی ضرورت تھی اور اسی مقصد کے لیے وہ گورنمنٹ جاب کا متلاشی تھا۔

اس وقت بھی وہ تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھا۔ کہ اچانک اس کے ذہن کے پردوں کے پار ایک سہانی اور دلربا لہجے میں کہی جانے والی تعریف لہرائی۔

("آپ بہت پیاری تلاوت کرتے ہیں۔")

"یا اللہ!"

اس نے فوراً اللہ کو پکارا اور شیطان سے پناہ طلب کی۔ اس کے دل میں کسی لے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اس دلگیر اور فسوں خیز آواز کو جھٹکتے وہ واپس تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے جماعت کا پرچہ تیار کیا اور آنکھیں موند کر سو گیا۔ وہ سوشل میڈیا استعمال نہیں کرتا تھا ورنہ باقی لوگوں کی طرح دو گھنٹے اس خرافات میں ضائع کیے بغیر نہیں سوتا۔

جانے اس کی آنکھیں وہ منظر بھول کیوں نہیں جاتی تھیں؟

جانے زندگی کب اس پہ مہربان ہو گی؟

☆☆☆

وہ کالج سے باہر آئی تو وہ گاڑی کا دروازہ کھولے اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔ بلیک جینز پہ سکائی بلیو شرٹ پہنے اس کا رنگ کھلا ہوا تھا۔ دھوپ کی تمازت میں اس کا وجیہہ چہرہ تمتمارہا تھا۔ چمکتی گوری رنگت میں سرخی گھل کر اس کو بے حد جاذب نظر بنا رہی تھی۔ مگر یہاں پرواہ کس کو تھی۔ وہ آگے بڑھی اور اسے سلام کیا جس کا جواب دینے کے بعد اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اسکو شکریہ کہتے اندر بیٹھ گئی۔ دوسری جانب جا کر اس نے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

"بہت خوش ہو کزن۔"

وہ اس کے ہنستے مسکراتے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کو مسکراتا دیکھ اس کی ساری تھکن اتر چکی تھی۔

"وہ تو میں ہوں۔"

وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولی۔

"امم۔۔۔ سیلری ملی ہے نا؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سوچ بچار کرنے کے بعد اسے اس کی خوشی کی یہی وجہ بھائی۔

"یار آپ کیسے کر لیتے ہیں؟"

اپنی روشن آنکھوں کو پھیلا کر حیرت سے اس کی جانب دیکھتے گویا ہوئی۔

"تمہیں نہیں جانوں گا تو کسے جانوں گا۔"

اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

اسے اس کی بات کا مفہوم کچھ عجیب سا لگا۔

"مطلب یہ ہے کزن کہ مجھے ٹریٹ کھلاو۔"

وہ ابھی اس پہ کچھ بھی آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسے خود سے بد ظن کرنے کا بالکل بھی خواہش مند نہیں تھا۔

ایک اچھے مرد کی طرح وہ اس کے لیے رشتہ بھیجنے کا ارادہ رکھتا تھا تاکہ آیت کو مان دیا جائے جو کہ ہر لڑکی کا حق ہوتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہیں ہیں۔۔۔کونسی ٹریٹ؟"

دائیں ہاتھ کو گھما کر بولتے وہ اسے بہت پیاری لگی۔

"اب یہ بھی میں ہی بتاوں۔"

وہ مصنوعی سنجیدگی سے کہتے ہوئے سٹیرنگ وہیل کو گھما کر گاڑی کو موڑ سے گزار رہا تھا۔

"تو آپ دیں نا ٹریٹ۔ بھائی،بہنوں کو ٹریٹ دیتے ہیں۔ بہنیں نہیں۔"

اس نے اپنی طرف سے ایک بہت اچھا لاجک پیش کیا تھا جس پہ وہ بس مصنوعی مسکراہٹ سجائے خاموش ہو گیا۔

"اچھا میں اپنی کزن کو اس کی سیلری کی خوشی میں ٹریٹ دوں گا۔"

اس نے کزن پہ خاصا زور دیتے ہوئے اس کو ٹریٹ کی آفر کی۔

"واو آپ تو بہت مہربان ہیں بھئی۔"

وہ متاثر نظر آئی۔ایسے کزن زندگی میں ہوں تو زندگی خوشگوار ہو جائے۔

"کوئی شک؟ کیا کھاو گی کزن؟"

اس نے کھلے دل سے داد وصول کرتے اس کی فرمائش جاننا چاہی پھر خود ہی بول پڑا۔

"پیزا"

ابھی آیت کی زبان سے لفظ کی ادائیگی ہونی تھی کہ اس کے جواب پہ وہ حیرت بھری خوشی کا شکار ہوئی۔

"افف بھئی آپ کو تو سب پتا ہے۔"

وہ خوشی سے باہر کی جانب دیکھنے لگی۔جہاں اس کی فیورٹ پیزا شاپ بس تھوڑی ہی دور تھی۔

اس نے پیزا شاپ کے باہر گاڑی روکی تو وہ دروازہ کھولے باہر آئی اور اس کے ساتھ پیزا شاپ کے اندر چلی گئی۔

اندر ایک ٹیبل پہ اسے صالح منصور کچھ بچوں کے ساتھ بیٹھا نظر آیا۔

پہلے تو حیرت سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔یہ سوچ ہی کہ کہیں یہ اس کے بچے تو نہیں اس کا دل انجانے خوف سے دھڑکا۔مگر چاچو چاچو کی آواز پہ اس نے سکون کا سانس بھرا۔ناجانے

اس کے شادی شدہ ہونے کا سوچ کر ہی اس کا دل برا کیوں ہو گیا تھا۔اور اپنی اس سوچ پہ وہ خود بھی حیران تھی۔

وہ عین اس کے سامنے والے ٹیبل پہ جا کر بیٹھ گئی۔اور دوسرے ٹیبل پہ موجود صالح کو وقفے وقفے سے دیکھنے لگی۔معاذ کا رخ دوسری جانب تھا اسی لیے وہ اس کی محویت جان نہیں پایا۔

وہ صالح کو بچوں کے ساتھ مسکراتا ہوا دیکھ رہی تھی کہ معاذ نے اس کو متوجہ کیا۔

"کزن تمہارا فیورٹ پیزا آتا ہی ہو گا۔ویسے اب ٹریٹ دے رہا ہوں تو ایک بات تو تک مجھے بتا ہی سکتی ہو۔"

وہ اس کو رشوت دینے کے بعد اہم راز جاننے کی کوشش میں مشغول تھا۔وہ بھی پیزا کی رشوت۔۔۔

"پوچھیں پوچھیں۔"

اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے سخاوت کا مظاہرہ کرتے کہا۔

"سیلری کتنی ہے تمہاری؟"

آگے کو جھکتے قدرے رازدارانہ انداز میں پوچھا جس پہ آیت نے اسے ایک گھوری سے نوازا۔

"آپ کو کسی نے بتایا نہیں کہ لڑکیوں سے ان کی سیلری نہیں پوچھتے۔"

آیت نے مسکراہٹ دبائے سنجیدہ لہجے میں اس کو گھرکا۔

"آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے کزن۔ لڑکی نہیں لڑکوں سے ان کی سیلری نہیں پوچھتے۔"

اس نے اپنی کزن کی معلومات کی درستگی کی۔

"پھر لڑکیوں سے کیا نہیں پوچھتے؟"

وہ اپنی کہی بات غلط ثابت ہو جانے پہ بیک وقت مایوس اور پر تجسس ہوئی۔

"عمر"

معاذ کے جواب پہ وہ بے ساختہ ہنسی چلی گئی اور اس کی ہنسی کو تکنے والا صرف معاذ ہی نہیں تھا۔ ایک نظر صالح منصور نے بھی اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ نگاہیں ہٹا گیا۔

لیکن معاذ تو مانو اس کے آگے ہر شے بھول جاتا تھا۔اس وقت بھی وہ آیت کو کھلکھلا کر ہنستا دیکھ اس میں کھو چکا تھا۔

"آپ عمر پوچھ لیں لیکن سیلری نہیں۔"

اس نے فرصت سے انکار کیا۔اور اس کے بولنے پہ وہ واپس ہوش کی دنیا میں لوٹا۔

"تم الٹی ہی چلنا۔"

وہ اس کے لاجک پہ ہنسنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔

"ہے کوئی ہم جیسا۔"

فخریہ کالر اکڑاتے ہوئے خود کو داد دی تو وہ ہنس پڑا۔

"نہیں۔تم سچ میں اکلوتی ہو۔"

وہ اس کی تعریف میں کمی نہیں کر سکتا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ اب پیزا کھانے میں مگن تھی۔ اور اس دوران اس کی ساری توجہ کا مرکز صرف کھانا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ تھوڑی سی بات معاذ سے بھی کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سامنے والے میز پہ دیکھا تو اس کو خالی پایا۔

اس کے بعد وہ عنایہ اور ریان کے لیے پیزا پیک کروا کر اسے گھر ڈراپ کر گیا۔

☆☆☆

بریک ٹائم میں وہ ان اساتذہ میں شامل نہیں ہوتی تھی جو لیکچر تیار کرنے یا کسی طالب علم کو کوئی موضوع سمجھانے میں وقت نکال دیتے۔ وہ سکون سے کچھ نہ کچھ کھا رہی ہوتی تھی۔ وہ تھوڑا کھاتی تھی جس کے باعث اسے جلدی بھوک لگ جایا کرتی تھی اور وہ ہر وقت اپنے پاس سنیکس ضرور رکھتی تھی۔ اس وقت بھی وہ جوس کا سپ لینے کے ساتھ ساتھ سنیکس کھا رہی تھی جب مس آئمہ نے اس کو مخاطب کیا۔

"آیت کیا تمہارے ساتھ وہاں کسی نے کوئی فضول حرکت کی؟"

وہ جو فون پہ فیسبک سکرول کر رہی تھی غائب دماغی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"کہاں؟"انداز میں لاپرواہی تھی۔

"بوائز کیمپس میں"

"نہیں کیوں؟"

وہ فون چھوڑتے مکمل مس آئمہ کی طرف متوجہ ہوئی کیونکہ اس کے چہرے کے تاثرات کچھ غلط ہونے کی پیشن گوئی کر رہے تھے۔

"یار انتہائی کوئی چھچھوڑے سر ہیں وہاں کے تو۔پوچھو ہی مت۔"

وہ جلتے کڑھتے انداز میں بولی تو آیت مزید پر تجسس ہوئی۔

"ایسا کیا ہو گیا؟"

اسے قدرے پریشانی بھی ہونے لگی۔

"یار میں جب بوائیز کیمپس کے کوریڈور سے گزر رہی تھی تو ایک سر جان بوجھ کر مجھ سے ٹکرایا جس کے نتیجے میں میری کتاب نیچے زمین پر گر گئی۔اس نے زمین سے کتاب اٹھائی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اور میرے سامنے اس میں کوئی پرچی رکھی اور سوری کہہ کر چلا گیا۔ میں نے جب وہ کاغذ کا ٹکڑا کھول کر دیکھا تو اس پہ اس کا نمبر لکھا ہوا تھا۔"

وہ غصے بھرے لہجے میں اسے ساری کہانی بتاتی چلی گئی اور آیت کے چہرے کے تاثرات متغیر ہوتے گئے۔

جہاں استاد ایسے حرکات کرتے ہیں وہاں سدھر گیا معاشرہ۔

"اپنے ہی کالج کی ٹیچرز کے ساتھ یہ حرکت کرتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہیں آتی۔"

مس آئمہ آگے بھی بول رہی تھیں مگر وہ اس کو ٹوک گئی۔

"اپنے کالج سے کیا مراد ہوئی۔ لڑکی چاہے کہیں کی بھی ہو اس کے ساتھ یہ نازیبا حرکت نہیں ہونی چاہیئے۔ تم نے ابھی تک وائس پرنسپل یا پرنسپل سے شکایت نہیں کی؟"

"نہیں۔ ایسے میں میرا ہی تماشا بنے گا۔"

بجھے بجھے لہجے میں بولتی مس آئمہ بے بسی کی مورت لگی۔

"کیوں بنے گا تمہارا تماشہ؟ غلط اس نے کیا ہے تو تم کیوں ہراس ہو رہی ہو؟"

آیت کو غصہ ہی تو آ گیا تھا۔

"میں ہراس نہیں ہو رہی۔"

وہ انکاری ہوئی۔

"تو آئمہ اسے اور کیا کہتے ہیں۔ وہ تم سے جان بوجھ کر ٹکرایا۔ پھر تمہاری کتاب میں اپنا نمبر رکھ گیا۔ اور تم اس کو سوچ سوچ کر غصہ میں ہو مگر کچھ بھی نہیں کر رہی۔"

"میرے گھر والوں نے مجھے پہلے ہی بہت مشکل سے یہ جاب کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ یہ گرلز کالج ہے۔ ان کو اگر علم ہو گیا اس بات کا تو مجھے گھر بٹھا لیں گے۔ اور ویسے بھی اس نے اپنا نمبر دیا ہے کونسا میرا نمبر اس کے پاس ہے جو مجھے خوف ہو۔"

"تمہارا تو اللہ ہی حافظ ہے۔"

"اگر تم میری جگہ ہوتی تو کیا کرتی آیت؟"

اچانک تجسس جاگا تو اس نے آیت کا نقطہ نظر اور برتاو جاننا چاہا۔

"امم۔۔۔اگر میں اس وقت وہاں ہوتی تو۔۔۔"دائیں ہاتھ کی انگلی کو گال پہ دھرے وہ اگلے الفاظ تلاش کر رہی تھی جب مس آئمہ نے اس کی بات اچک لی۔

"تم یقیناً اس کے منہ پہ تھپڑ لگا دیتی۔"

"بالکل بھی نہیں۔"

اس نے جھرجھری لی۔

"پھر؟"

وہ کنفیوز سی بولی۔

"میں اس پرچی کو لے کر پرنسپل کے آفس جاتی اور انہیں سارے معاملے سے آگاہ کرتی۔"

"اس سے کیا ہو جاتا؟"

مس آئمہ اس کی بات سے مایوس ہوئی۔یقیناً وہ کوئی جذباتی قسم کا ردعمل سوچے بیٹھی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس سے یہ ہوتا کہ میں اپنے ساتھ ہونے والی نازیبا حرکت کے خلاف کھڑے ہونے والوں میں شامل ہو جاتی۔ اس طرح اس سر کی ایک بار کلاس تو ضرور لگتی۔ پھر اور کسی کا تو علم نہیں لیکن میرے معاملے میں آئندہ وہ محتاط رہتا۔"

"اور اگر تم تھپڑ لگا دیتی؟"

وہ اس حوالے سے بھی اس کا جواب جاننے کی خواہش مند تھی۔

"ہر ایک کو یہ کیوں محسوس ہوتا ہے کہ تھپڑ سے آپ کسی کو راہ راست پہ لا سکتے ہیں۔ جانتی ہو کسی پہ ہاتھ اٹھا کر آپ اس کی انا کو اس پہ حاوی کر دیتے ہیں۔ اور وہ شخص اگر گلٹی ہونے بھی لگے تو آپ کا یہ رد عمل اس کے گناہ کو جسٹفائی کرنے کا موقع خود پیش کرتا ہے۔ اگر وہ انسان اس تھپڑ کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لے تو یہ بالکل بھی ٹھیک نہیں رہتا۔ یہ ایک انتہائی برا عمل ہے اور میں کبھی اس حق میں نہیں ہوں کہ جو بات آپ زبان سے کر سکتے ہیں اس میں ہاتھوں کا استعمال کیا جائے۔ دنیا میں بڑے سے بڑے مسائل بھی ٹیبل ٹاک پہ حل ہو

جاتے ہیں۔ تو یہ سرکس بلا کا نام ہے؟"وہ نہایت سمجھ داری سے بولتی گئی جس پہ آئمہ متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکی۔

وہ خاموشی سے آیت کی باتوں پہ سوچ بچار کرنے لگی۔اور وہ واپس اپنا فون تھام گئی۔لیکن ایک بات تو وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ صالح ان جیسا بالکل بھی نہیں تھا۔اسی لیے وہ اسے دروازہ بند کر کے نماز پڑھنے کا کہہ کر گیا۔

اسی لیے اس نے اسے فون پہ اپنی تصویر لگانے سے منع کیا۔

اس نے فوری طور پہ فون وال پیپر سے اپنی تصویر ختم کی۔

پھر ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے وہ کلاس کی جانب بڑھ گئی کیونکہ بریک ٹائم ختم ہو چکا تھا۔

☆☆☆

اس کی عادت تھی کہ جب بھی اس کو تنخواہ ملتی وہ اپنے گھر کے بچوں کو ان کی پسندیدہ چیز کھلانے لاتا اور اس کے بعد انہیں گھر چھوڑ کر وہ اس جگہ جاتا جہاں جا کر وہ کھل کر اپنے

دل کی بات کیا کرتا تھا۔اب ابھی اسی ریت کو قائم رکھتے اس نے بڑے بھائی کے بچوں کو پیزا کھلانے کے بعد یہاں کا رخ کیا تھا۔

گاڑی کو قبرستان کے باہر پارک کر کے وہ اندر چلا آیا۔ایک قبر کے سامنے آ کر اس کے چلتے قدم تھم گئے۔اس قبر پر کوئی کتبہ نہ تھا مگر پھر بھی وہ کبھی اس قبر کو بھولتا نہیں تھا۔

بھلا اپنوں کو بھی بھلایا جاتا ہے کیا؟

اور اس قبر کے اندر موجود وجود تو اس کا سب کچھ تھا۔اس نے زندگی میں اتنی محبت اور اتنی عزت کسی کی نہیں کی تھی جتنی اس وجود کی کرتا تھا۔وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اسے کوئی شخص ان سے زیادہ عزیز تر نہیں ہو سکتا۔

اس وجود کے دکھ کا اندازہ صرف قبر کے باہر موجود وجود ہی کر سکتا تھا۔وہ دونوں تو ایک دوسرے کے غم سے واقف تھے۔اور بھلا جن کا غم سانجھا ہو ان سے بہتر بھی کوئی دوست ہوتا ہے کیا؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے قبر پر فاتحہ پڑھی اور پانی کی بوتل سے قبر کی مٹی کو گیلا کیا۔ چند منٹ وہ یوں ہی قبر کو تکتا رہا۔ بہت سارے منظر اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔ کچھ مناظر اتنے روشن تھے کہ خوش کن احساس ہوتا تو کچھ اتنے تاریک کہ لگتا اب روشنی نہیں پا سکیں گے۔

تمام مناظر اور یادوں کو جھٹکتے وہ قبرستان سے باہر چلا آیا۔ آنکھیں بند کیے ایک لمبا سانس کھینچ کر چھوڑا۔ پھر گاڑی سٹارٹ کر کے وہاں سے چلا گیا۔

وہ اپنے دل کی ہر بات اللہ کے بعد صرف اس وجود سے ہی کرتا تھا جس کے جانے کے بعد وہ بالکل ہی خاموش ہو چکا تھا۔

بعض اوقات آزمائشیں کافی طویل ہوتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے اور وہ اپنے وقت پہ ہی وقوع پذیر ہوتی ہیں

نہ جلد نہ دیر۔۔۔

☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جب وہ قبرستان سے گھر واپس آیا تو گھر میں کچھ مہمانوں کی غیر متوقع آمد پہ حیران ہوا۔ ان مہمانوں کے بارے میں اس کو کوئی خبر نہ تھی۔ نہ ہی وہ ان سے واقف تھا۔ وہ مروتا ان سے سلام کر کے اپنے کمرے میں جانے ہی لگا تھا جب نوشین کچن سے بر آمد ہوئیں۔

"آپا آپ کب آئیں؟"

وہ ان کی آمد سے بھی قطعا لاعلم تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ بچوں کو گھر ڈراپ کر کے گیا تھا اس وقت تو آپا اور یہ انجانے مہمان موجود نہ تھے۔

"میں ان مہمانوں کے ساتھ ہی آئی ہوں۔ آو تم کدھر چلے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے صوفہ تک لے کر آئیں اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کی چھٹی حس اسے عندیہ دے رہی تھی کہ کچھ غلط ہونے والا ہے۔ وہ بچہ نہیں تھا جو اس سب کو سمجھ نہ پاتا۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ان سے کمرے میں جانے کی اجازت طلب کرنے لگا مگر انہوں نے اس کو گھور کر بیٹھنے کی تاکید کر ڈالی۔ سامنے بیٹھے لوگوں نے ایک نظر اس کو دیکھا پھر ان میں سے ایک مرد نے بآواز بلند اپنی پسند کا اظہار کیا۔

"ہمیں تو لڑکا پسند ہے۔"

نوشین سب کچھ ان کے گوش گزار کر چکی تھیں انہیں تو بس لڑکے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا تھا جو وہ دیکھ چکے تھے۔ ایسے رشتے کو وہ کسی صورت انکار نہیں کر سکتے تھے۔ کہاں وہ غریب اور کہاں ان کا خوبصورت گھر، گاڑی اور پیسہ

اور لڑکے میں بھی کوئی کمی نہیں تھی جو وہ انکار کرتے۔

نوشین نے یہ رشتہ اسی لیے پسند کیا تھا کہ لڑکی غریب گھر کی ہو گی تو وفا نبھائے گی۔ حالانکہ لڑکی خوبصورت تھی مگر غریب گھرانے کی ہونے کے باعث اس کا ابھی تک رشتہ نہیں ہو رہا تھا۔ آپا نے ویسے بھی جہیز سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے انکار کی تو گنجائش ہی نہیں بچتی تھی۔

"کونسا لڑکا؟"

صالح نے آپا کو مخاطب کر کے استفہامیہ پوچھا۔

"آپ لوگ یہ چائے لیں نا۔ شائستہ ادھر ہی ہے میں ذرا ابھی آتی ہوں۔ صالح چلو تھک گئے ہو گے۔"

وہ اس کا بازو تھامے اس کو اوپری منزل پہ بنے اس کے کمرے میں لے گئیں۔

"یہ سب کیا ہے آپا؟"

کمرے میں آتے ہی اس نے سوال داغا۔

"وہ تمہیں اپنی بیٹی کے لیے دیکھنے آئے تھے۔ اور انہیں تم پسند آ گئے ہو۔"

وہ خوش تھیں مگر پریشان بھی۔ کیونکہ یہ سب زبردستی اس پہ مسلط کرنے والی تھیں۔ مگر وہ کیا کرتیں وہ ایک بہن تھیں جنہیں اس کی ماں اور باپ دونوں کی حیثیت سے اس کا فرض ادا کرنا تھا۔

"سب کچھ جاننے کے باوجود بھی آپ سے تو مجھے ہرگز یہ امید نہیں تھی۔"

وہ افسوس سے شکوہ کناں ہوا۔ وہ ان پہ غصہ بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ اس کی فطرت میں نہیں تھا۔

"بابا نے مجھے تمہاری ذمہ داری سونپی تھی۔ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ تم شادی کرو۔"

"مجھے افسوس ہے اس بات کا آپا کہ بابا کی اس ایک خواہش کے علاوہ وہ جو بھی کہتے میں مان لیتا۔مگر یہ نہیں مان سکتا۔"

وہ ارادے میں مضبوط لیے تھا۔

"بابا تو چلے گئے صالح!تم چاہتے ہو میں بھی کبھی نہ آوں۔"

وہ ایموشنل ہوئیں۔

"اس کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپا۔مجھے بلیک میل مت کریں۔"

اس نے ایموشنل بلیک میلنگ سے باز رہنے کی تاکید کی۔

"یہ لوگ تیمور کے دور کے رشتہ دار ہیں۔اگر اب رشتہ توڑوں گی تو وہ مجھے یہاں نہیں آنے دیں گے۔"

"میں تیمور بھائی سے بات کر لوں گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے پاس ہر سوال کا جواب موجود تھا۔

"تم سمجھ کیوں نہیں رہے ہو صالح۔ کیوں اپنی بہن کو ذلیل کروانا چاہتے ہو۔ سب کہتے ہیں صالح میں آخر کیا مسئلہ ہے جو وہ شادی نہیں کروا رہا۔ میرے بھائی کے بارے میں ایسا بولنے والوں کا میں منہ توڑ ڈالوں مگر میں بے بس ہوں۔"

وہ پریشانی سے کہتے آخر میں روتے ہوئے شکستہ سی صوفہ پہ ڈھے گئیں۔ صالح کے دل کو تکلیف پہنچی۔

"مگر میں ایک اچھی میریڈ لائف نہیں گزار سکتا۔"

صالح نے ان کے قریب زمین پہ بیٹھتے ہتھیار ڈالے۔

"یہ غلط فہمی ہے تمہاری۔ کیوں تم خود کو اتنا مارجن نہیں دے رہے؟"

اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے انہوں نے اسے پیار سے سمجھانا چاہا کہ اسے بھی پورا حق ہے کہ وہ خوش رہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میرے مار جن دینے سے کیا ہو گا؟" تکلیف اور لاچارگی کی مورت بنے اس نے پوچھنا چاہا۔ کیا انسان کے چاہنے نہ چاہنے سے بھی کچھ فرق پڑتا تھا؟

"میری خواہش سمجھ کر میری خاطر شادی کر لو۔ ابھی صرف منگنی ہو گی جب تم ذہنی طور پہ تیار ہو گے اسی وقت شادی ہو گی۔"

وہ اسے مزید قائل کرنے لگیں۔

ان کی بات پہ وہ کافی دیر خاموش رہا۔

"صالح کیا تم میرا مان توڑ دو گے؟"

بہت پیار اور مان سے اس سے پوچھا تو وہ مرد اپنی ضد چھوڑ گیا۔

"صرف آپ کے لیے آپا۔ مگر مجھ سے کوئی امیدیں وابستہ نہیں کیجئے گا۔"

اپنی زندگی کا مشکل ترین فیصلہ کرتے وہ وہاں سے اٹھ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کا دل رویا تھا یہ فیصلہ لیتے وقت۔ مگر آخر کب تک وہ شادی سے انکار کر سکتا تھا۔ اس کی بدولت اس کے رشتوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو تھو ہے اس پہ۔ اس کی آپا اس کا ماتھا چومتی نیچے چلی گئیں۔ وہ کرب سے چلتا کھڑکی تک آیا۔ باہر کھیلتے بچوں کو دیکھتے وہ تلخ مسکرایا۔ کاش کہ اس کا بچپن بھی باقی بچوں کی طرح بے فکری میں گزرتا!

☆☆☆

اس کی منگنی زبردستی روبینہ سے طے کر دی گئی تھی۔ اس نے جیسے تیسے یہ سب برداشت کیا تھا۔ منگنی کا چھوٹا سا فنکشن گھر میں ہی منعقد کیا گیا تھا۔

وہ چند ٹوکرے مٹھائی کے لے کر آئے اور رسم کے طور پہ چند ہزار اس کے ہاتھ پہ رکھ کر اس کا منہ میٹھا کر گئے۔ وہ وقفے وقفے سے اس سے چند سوالات بھی کرتے رہے جس کے وہ جوابات دیتا گیا۔ کبھی مستقبل کے ارادے پوچھتے تو کبھی تنخواہ میں اضافے کا۔ اسے اتنا اندازہ تو ہو چلا تھا کہ یہ لوگ لالچی ہیں مگر وہ صبر کر رہا تھا۔ یہ سوچ کر کہ شاید جس سے اس کا رشتہ طے کیا گیا ہے وہ ان جیسی نہ ہو۔ منگنی کا فنکشن ختم ہوتے ہی وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"تم ایک ایسی لڑکی سے کیسے شادی کر سکتے ہو صالح جس کے کردار کو جانتے تک نہیں؟ کیا تم وہ سب برداشت کر سکو گے جو کسی کو برداشت کرتے دیکھا تھا؟"

وہ خود اذیتی سے خود سے محو سوال تھا۔ اسے لڑکی کی شکل و صورت سے کوئی غرض نہ تھی نہ ہی وہ اس لڑکی سے کسی چیز کا حصول چاہتا تھا۔ اسے اپنی بیوی کے روپ میں بس ایک باوفا لڑکی چاہیئے تھی۔ جو ہر دکھ سکھ میں اس کے ساتھ رہتی۔ لیکن وہ تو اس لڑکی کو بالکل بھی نہیں جانتا تھا۔ نہ جانے وہ کس کردار کی مالک ہو۔

"صالح ہر عورت کو جج نہیں کرنے بیٹھ جانا۔ کسی ایک کے غلط ہو جانے سے سب غلط نہیں ہو جائیں گیں۔"

اپنے بابا کا کہا گیا جملہ اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

"ہاں شاید مجھے اس بارے میں زیادہ منفی نہیں سوچنا چاہیئے۔"

وہ خود کو بار بار منفی سوچوں سے نکال رہا تھا تاکہ مثبت سوچوں تک رسائی حاصل کر سکے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیونکہ جب تک ہم منفی سوچوں کو خود پہ حاوی رکھتے ہیں اس وقت تک ہم دراصل خود کے ساتھ زیادتی کر رہے ہوتے ہیں۔ اسے اب خود کو مارجن دے دینا چاہیئے تھا اور اس لڑکی کو بھی جس سے اس کی نسبت طے کی جا چکی تھی۔

اس نے ابھی تک عشاء کی نماز ادا نہیں کی تھی۔ وہ فریش ہو کر وضو کر کے آیا اور نماز ادا کی۔ پھر سورہ الملک کی تلاوت کرنے کے بعد وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ مگر نیند آج بھی اس پر اتنی جلدی مہربان ہونے والی نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں منگنی شدہ افراد جیسی سوچیں گردش نہیں کر رہی تھیں۔ وہ تو کسی اور ہی نہج پہ سوچتا جا رہا تھا۔ وہ کسی پہ بھروسہ نہیں کر سکتا تھا مگر شاید اسے خود کے ساتھ اتنی زیادتی روا نہیں رکھنی چاہیئے۔ اس لیے وہ مثبت سوچوں کو اپنے دماغ میں جگہ دینے لگا۔

☆☆☆

اگلے ہی روز اس کے کولیگ نے اپنی شادی کی خوشی میں ان کو ایک ریسٹورنٹ میں ٹریٹ دی۔ سب ٹیچرز اس وقت ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔ صالح نے پارکنگ میں گاڑی کھڑی کی اور اندر کی جانب چل پڑا۔ مطلوبہ میز پہ پہنچ کر اس نے اپنے کولیگ کو گلے لگا کر مبارکباد

دی۔ آخر اسے دنیا کے ساتھ تو چلنا ہی تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت سے کسی کو بھی واقفیت ہو۔ اس کے کولیگ نے کھانا آرڈر کیا اور اتنی دیر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ باتوں کے دوران صالح کی نظر دوسرے ٹیبل پہ موجود لڑکی پہ گئی۔ اسے لگا یہ اس کا وہم ہے مگر وہ حقیقت میں وہاں موجود تھی۔ مگر اسکے ساتھ کون تھا؟

وہ وقفے وقفے سے نگاہیں ان کی جانب کر رہا تھا۔ دیکھنے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لڑکی اس لڑکے کے ساتھ ضرورت سے زیادہ فرینک ہے۔ اس کے کولیگز نے بھی اس جوڑے پہ اندازے پیش کیے جس کو وہ خود پہ ضبط کرتا برداشت کر گیا۔ کھانا کھانے کے بعد سارے کولیگز اٹھ کر جانے لگے۔ اس نے تھوڑی دیر ادھر بیٹھنے کا کہا جس پہ وہ خاموشی سے چلے گئے۔ ان لوگوں کے جانے کی تسلی کرنے کے بعد وہ اس ٹیبل تک آیا جہاں وہ لڑکی اس لڑکے کا ہاتھ تھامے محبت بھری باتوں میں مصروف تھی۔ اس نے گلا کھنکھار کر ان کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ اس کو دیکھتے ہی ایک لمحے کو لڑکی ہڑبڑائی مگر اگلے ہی لمحہ وہ پر اعتماد سی اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"مس روبینہ؟"

یہ سوال سے زیادہ ایک یقین دہانی تھی جو اس لڑکی کو کروائی گئی تھی۔ منگیتر ہونے کے ناطے اس نے روبینہ کی تصویر دیکھ رکھی تھی۔ اسی لیے وہ اس کو پہچان گیا تھا۔

"جی مسٹر صالح"

اس کو پہچان کر بھی وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ اس سارے دورانیے میں اس لڑکی نے سامنے والی کرسی پہ موجود لڑکے کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ صالح کو خود پہ ضبط کرنا بے حد مشکل محسوس ہوا۔ وہ کل ہی اس کے ساتھ ایک عہد میں بندھی تھی۔ وہ ایک مرد تھا اپنے سے منسوب عورت کو یوں دیکھ کر برداشت جواب دے رہی تھی۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں یہ صاحب کون ہیں؟"

اس نے طنزیہ نگاہ ان کے ملے ہاتھوں کی جانب ڈالی۔

"جی بالکل۔ یہ وہ ہیں جن سے میں محبت کرتی ہوں۔"

وہ پورے اعتماد سے گویا ہوئی۔ ڈر کا شائبہ تک نہ تھا۔

"اور میں کون ہوں؟"

خود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس کی زندگی میں اپنی اہمیت جاننا چاہی۔

"آپ میرے وہ منگیتر ہیں جن سے میری زبردستی منگنی کروائی گئی ہے۔ کیونکہ آپ دولت میں اس شخص سے زیادہ ہیں بس اسی لیے میری لالچی فیملی نے میری آپ سے منگنی کر دی۔ مگر میں بتا رہی ہوں میں شادی صرف اسی سے کروں گی جس سے میں محبت کرتی ہوں۔" وہ ڈھٹائی کی ہر حد پار کرتے بے دھڑک بولی۔

اس کی بات پہ صالح کا دل چاہا اس کو تھپڑ لگا دے اور اسی لمحے اس کے ذہن کے کوندے میں ماضی میں کہے گئے اپنے الفاظ لپکے۔

"اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑتا بابا۔"

وہ شدت غم اور غصے سے جذبات میں آ کر یہ الفاظ ادا کر گیا۔

"اونہوں تم کبھی ایسا نہیں کرتے۔"

انہوں نے تحمل سے جواب دیا۔

"میں ایسا ہی کرتا بابا"

وہ ضدی لہجے میں گویا ہوا۔

"تم ایسا کر ہی نہیں سکتے۔"

وہ پر اعتماد تھے۔ انہیں اپنی اولاد اور اپنی تربیت پہ پورا بھروسہ تھا۔

"مگر کیوں؟"

وہ بے بسی سے بولا۔

"کیونکہ تم صالح ہو۔ اپنے نام کا مطلب جانتے ہو؟"

انہوں نے نہایت پیار سے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

"نیک اور پرہیز گار"

کشمکش بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اس کی بات پر یہ جواب اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"ایک اور مطلب بھی ہے اس کا"

ہاتھوں کو ذرا سا دبا کر رازدانہ بتایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا؟"

اس نے پر تجسس پوچھا۔

"شریف۔ اور ایک شریف انسان عورت کی بیوفائی پہ اس کو چھوڑ تو سکتا ہے مگر مار نہیں سکتا۔"

منظر دھندلا چکا تھا اور آج اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا باپ سچ کہتا تھا۔

جان سے مارنا تو دور وہ تو اس پہ ہاتھ بھی نہیں اٹھا پایا۔

"کیا مطلب ہے اب ان ساری باتوں کا؟"

وہ سخت لہجے میں بولا۔

"دیکھئے مجھے آپ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں جس سے محبت کرتی ہوں وہ میرے سامنے بیٹھا ہے اور میں اسی سے شادی کروں گی۔"

وہ بلا دھڑک بولی۔

"تو آپ کے گھر والے میرے گھر میں کیا کرنے آئے تھے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ تحمل سے گویا ہوا۔ کیونکہ اسے عورتوں سے بات کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔

"صرف اس لیے کہ آپ امیر ہیں میرے گھر والے سب جاننے کے باوجود بھی زبردستی میری شادی آپ سے کروا رہے ہیں۔ کیونکہ جس سے میں محبت کرتی ہوں وہ غریب ہے۔ لیکن محبت تو امیری غریبی نہیں نا دیکھتی۔"

ان باتوں پہ بھی اس مرد کا ظرف دیکھ کر وہ حیران تھی اسی لیے اب کہ اپنے آپ کو کلیئر کرنے کے لیے ساری بات گوش گزار کی۔

مگر آخری جملہ! یہ کیا کہہ بیٹھی تھی وہ۔ صالح کا خود پہ قابو ایک پل میں ختم ہوا۔ اس نے غصے اور تکلیف سے پاس پڑا گلدان زمین پہ دے مارا جس سے وہ ٹوٹ کر کرچی کرچی بکھر گیا۔ اس آواز پہ ریسٹورنٹ میں موجود لوگوں نے گردنیں موڑ کر اسے دیکھا۔

"یہ منگنی ختم سمجھنا۔" خود پہ ضبط کی طنابیں باندھتے اس نے حتمی لہجے میں کہا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں۔ یہ لو پکڑو اپنی انگوٹھی۔"

غصے میں منگنی کی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں پکڑاتے وہ اس لڑکے کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

صالح نے انگوٹھی کو جیب میں ڈالا۔ ہوٹل مالکان کو نقصان کی ادائیگی کرتا وہ شدید کرب سے پارکنگ تک آیا۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں چلنے سے انکاری ہو رہی تھیں۔ وہ فوراً گاڑی میں بیٹھا۔ کانپتے ہاتھوں سے بمشکل ڈرائیونگ کرتے وہ سیدھا آپا کے گھر آیا۔ بابا کے بعد وہ صرف آپا سے ہی اپنی پریشانی بیان کر سکتا تھا۔ اس کو وہاں دیکھ کر وہ پریشان ہوئیں کیونکہ اس کا چہرہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ آج پھر اس کے زخم ادھیڑے گئے ہیں۔ وہ اسے لیے اپنے کمرے میں آئیں۔ صد شکر تھا کہ اس وقت گھر پہ صرف وہیں موجود تھیں۔ اب وہ سکون سے اس کو پرسکون کر سکتی تھیں۔

"صالح کیا ہوا ہے؟"

انہوں نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔ مگر وہ لب سیے کھڑا رہا۔

"صالح"

ان کے دوبارہ پکارنے پہ اس نے جیب سے وہ انگوٹھی نکال کر ان کے حوالے کی جس کو دیکھتے ہی وہ پہچان گئیں۔

"روبینہ نے کچھ کہا ہے تم سے؟"

نہ جانے کیوں ان کا دل مختلف واہموں سے گھبرا رہا تھا۔

"وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے۔"

وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔ اسے روبینہ سے کوئی انسیت نہیں تھی جو اس کی محبت کا سن کر روگ لیتا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

وہ بے یقینی میں بیڈ سے کھڑی ہوئیں۔

"مجھے معاف کر دو صالح۔ پلیز معاف کر دو۔"

انہیں اپنی غلطی کا اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ کیوں محتاط ہو کر اس کے رشتے کی جانچ پڑتال نہیں کر پائیں۔ وہ جانتی تو تھیں کہ وہ اس معاملے میں کس قدر حساس ہے پھر بھی انہوں نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔

"وہ کہہ رہی ہے کہ محبت امیری غریبی نہیں دیکھتی۔"

وہ ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔ نوشین نے اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے دیکھے۔ وہ رو رہا تھا۔ ہاں صالح منصور ایک جوان مرد شدت غم سے رو رہا تھا۔ انہوں نے بیڈ سائیڈ ٹیبل سے ڈھونڈ کر نیند کی دوا نکالی۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ الفاظ اس کے لیے کتنے بھاری تھے اور یہ تکلیف آج اس کو کہاں لے گئی تھی۔ میز پہ موجود پانی کا گلاس اس کو تھماتے انہوں نے اسے نیند کی دوا کھلائی۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ اکثر یہ گولیاں کھاتا ہے۔

"صالح کچھ غلط نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے۔"

اس کو بیڈ پہ لٹاتے ہوئے پر نم لہجے میں تسلی دی۔

"آپا میرے ساتھ ہی یہ سب کیوں؟"

وہ کرب کے آخری درجے پہ تھا۔

"اللہ سے دعا ہے میری۔ وہ تمہیں ایسی ہمسفر دے گا جو تمہیں محبت سے زیادہ وفا پہ یقین دلوا دے گی۔"

اس کی تکلیف کا ذمہ دار خود کو گردانتے وہ مزید حزن و ملال میں مبتلا ہوئیں۔

"مجھے شادی نہیں کرنی آپا"

وہ غنودگی میں جاتے ہوئے بس یہی الفاظ دہرا رہا تھا۔

"تم جو کہو گے وہی ہو گا صالح۔ بس پر سکون ہو جاو۔"

وہ اس کے سرہانے بیٹھی روتے ہوئے اس کو دیکھتی رہیں۔ انجانے میں ہی سہی مگر وہ ایک بار پھر اسے اس اذیت سے گزار چکی تھیں۔ جب وہ سو گیا تو وہ بیڈ سے اٹھیں۔ اب ان لوگوں کا کیا حشر ہونا تھا یہ نوشین کے غصے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

وہ سیاہ گھرے اندھیرے میں ایک جنگل میں بھٹک رہا تھا۔ بھوک اور پیاس سے نڈھال اب تو پاؤں بھی شل ہو چکے تھے مگر اندھیرا ایسا کہ روشنی کی ایک کرن بھی دکھائی نہیں

دے رہی تھی۔ اچانک کہیں سے روشنی کی ایک جھلک نمودار ہوئی تو وہ اس جانب رخ موڑ گیا۔ قدموں نے اس رخ چلنا شروع کیا۔ ابھی چند قدم ہی بڑھائے تھے کہ کسی کی منت بھری آواز اس کے کان کے پردوں کے پار ٹکرائی۔ وہ آواز انتہائی دردناک تھی یوں جیسے کوئی آہ وزاری کر رہا ہو۔ کوئی اس سے معافی مانگ رہا تھا۔ مگر اس آواز کی پہچان کر پانا اس کے لیے بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ آواز سسکیوں میں تبدیل ہوتی گئی۔ وہ اس آواز کو سن کر تڑپ رہا تھا وہ اس کو رونے سے منع کرنا چاہتا تھا مگر وہ بے بس تھا۔

اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ارد گرد دیکھا تو کمرہ مکمل روشن تھا۔ اس کی نگاہ کھڑکی کی جانب گئی تو باہر سے سورج کی روشنی اندر آتی دکھائی دی۔ بے ساختہ اسے جنگل میں موجود روشنی کی جھلک یاد آئی۔ اس نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ ہر کچھ روز بعد کوئی عجیب خواب ضرور دیکھتا تھا اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے چل رہا تھا۔ وہ اس سب کا عادی ہو چکا تھا۔ ذہن مکمل بیدار ہوا تو وہ ہڑبڑا کر بیڈ سے اٹھا۔ وہ فجر کی نماز قضا کر چکا تھا۔ نوشین کے گھر سے آنے کے بعد بھی وہ بجھا بجھا سا ہی تھا۔ تھوڑی دیر میں

نوشین نے گھر والوں کو بھی یہ اطلاع دے دی تھی کہ منگنی ختم ہو چکی ہے۔ گھر والوں کو کیا جواز بتایا گیا تھا اس سے صالح کو کوئی غرض نہیں تھی۔ رات کو وہ سویا تو اب جا کر آنکھ کھلی۔ اور زیادہ دیر سوئے رہنے کی بدولت اس کی نماز قضا ہو چکی تھی۔ چہرہ یک دم ہی مرجھا سا گیا۔ اس کی یہ نیند کی گولیاں بہت بار اس کی فجر قضا کروا دیتی تھیں۔ وہ عجیب دوراہے پہ کھڑا تھا۔ گولیاں نہ لیتا تو سر درد کی شدت سے پھٹنے کو تیار ہوتا اور اگر کھا لیتا تو اکثر نماز قضا ہو جاتی۔

"یا اللہ معاف کر دے۔ کوشش کروں گا کہ آئندہ ان گولیوں کا استعمال ترک دوں۔"

وہ خود بھی اس دوا سے سخت بیزار تھا۔ مگر کیا کرتا۔ ابا کے بعد کوئی نہیں تھا جو رات کو اس کے پاس بیٹھ کر اس کے سر میں انگلیاں پھیر کر اس کو سلاتا۔ کئی سالوں سے وہ انہی نیند کی دواؤں کے زیر اثر سو رہا تھا۔

بالآخر وہ فریش ہونے کے لیے روم سے ملحقہ واش روم چلا گیا۔

زندگی کی شدید آزمائشوں میں بھی اس کا اپنے رب سے تعلق نہیں ٹوٹا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو چھوٹی سی بات پہ اللہ سے بد گمان ہو کر یا تو اس سے دور ہو جاتے ہیں یا مرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس نے زندگی کی بڑی تلخیاں جھیلی تھیں مگر پھر بھی شکوہ کا ایک لفظ بھی اس کی زبان پہ نہیں آیا تھا۔

ہاں صالح منصور ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھا جن کو آزمائشیں اللہ سے قریب تر کر جاتی ہیں۔

☆☆☆

وہ گہرے نیلے رنگ کا سوٹ پہنے اوپر سفید رنگ کی واسکٹ زیب تن کیے کالج جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اپنے سٹوڈنٹس اور کولیگز کے پیغامات پہ نظر ڈال رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس کے فون پہ بیل ہوئی جو اس نے فوراً موصول کی۔

"ہاں بچے"

فون کی دوسری جانب سے کچھ کہا گیا۔

"دیکھئے آپ نے پر سکون رہنا ہے اور ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بار جیتا ہی جائے۔ہارنے کا بھی اپنا ہی لطف ہوتا ہے۔ آپ کا فوکس صرف خود کی بہتری پہ ہونا چاہیئے۔ آپ نے اس مقابلے میں یہ سوچ کر نہیں جانا کہ آپ نے جیتنا ہے بس ایک بات دماغ میں رکھیں کہ آپ بہت خوبصورت کام کرنے جا رہے ہیں۔ اللہ کی رضا کو اہمیت دیں۔ وہ ناانصافی نہیں کرتا۔ آپ کی آواز بہت پیاری ہے آپ نے دل سے پڑھنا ہے۔"

دوسری جانب سے کچھ کہا کیا گیا جس کے باعث اس کے چہرے پہ تبسم پھیلا۔اس نے فون واپس رکھا۔ پھر عطر لے کر واسکٹ پہ لگایا۔ کمرے میں سوندھی سوندھی سی خوشبو پھیل گئی۔ چند لمحات اس کو محسوس کرنے کے بعد وہ کالج جانے کی بجائے سیدھا ہال میں جانے لیے کمرے سے باہر نکلا۔ آج قرآت کا مقابلہ تھا جس میں جیتنے والے کو کالج کی جانب سے آگے بڑھنے کا موقع ملنا تھا اور اگر وہ دوسرے کالج کے بچوں کے مقابلے میں اچھی قرآت کرتا تو اسے عمرہ کے ٹکٹ سے بھی نوازا جانا تھا۔

وہ سیدھا ہال پہنچا کیونکہ آج لیٹ ہو چکا تھا۔ اور معمول کے مطابق آج پھر ایک وین ایک گھنٹہ کے لیے گرلز کیمپس کے سٹاف کو لیے ہال پہنچی تھی۔

وین سے ٹیچرز نیچے اتر رہی تھیں جب وہ گاڑی پارکنگ میں کھڑی کرتا ہال کی جانب بڑھا۔ ابھی وہ گیٹ سے دور تھا کہ ایک سٹوڈنٹ بھاگتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ یہ صالح کا سٹوڈنٹ تھا جس کو قرآت سکھانے والا وہ خود تھا۔ صالح مسکرا کر اس سے بات کر رہا تھا اور دور کھڑی آیت اس کی مسکراہٹ میں گم ہونے لگی۔ وہ کتنا خوبصورت مسکراتا تھا۔ کاش کہ وہ اس سے کہہ سکتی کہ وہ مسکرایا کرے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ مسکراتا کیوں نہیں تھا؟

کچھ دیر تک وہ اس سٹوڈنٹ کے کندھے پہ ہاتھ رکھے اس کو کچھ ہدایات دیتا رہا جس کو وہ بہت غور سے سننے لگا بلکہ پلے باندھنے لگا۔ کیونکہ ایک اچھا شاگرد اپنے استاد کی کہی باتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتا ہے۔ ان کے لیے استاد کی باتیں اقوال زریں کا مقام رکھتی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد صالح نے اس کی پیٹھ تھپکی اور وہ اس کے ساتھ ہی ہال کی جانب بڑھ گیا۔

"آیت ادھر کھڑی کیا کر رہی ہو؟"

مس آئمہ کی بلند آواز پہ اس نے ایک پل کو نظریں اٹھا کر اس لڑکی کو دیکھا جو کالے سوٹ پہ کالی چادر پہنے مس آئمہ کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"وہ میں گھر میسج کر کے بتا رہی تھی۔"

اس کے قریب پہنچتے وہ آدھی بات گل کر گئی۔

"اچھا اب جلدی چلو۔"

مس آئمہ کے کہنے پہ وہ ان کے ساتھ فی میل ٹیچرز والے حصے کی جانب چل پڑی۔

مقابلے کا آغاز کرنے کے لیے پہلے اس کو تلاوت کے لیے دعوت دی گئی تو وہ باوقار انداز میں چلتے سٹیج کی جانب بڑھا۔اس نے ڈائس پہ موجود مائک کے آگے چہرہ کرتے ہوئے نظریں جھکائے، آنکھیں بند کیے سورہ الرحمن کی چند آیات کی تلاوت کی۔پورا ہال اس کی مسحور کن آواز میں خود کو سحر زدہ پا رہا تھا مگر آیت۔۔۔وہ تو یک ٹک اس کی جانب دیکھتی اپنے دل میں ہلچل محسوس کر رہی تھی۔اس کے دل کی دھڑکن سست پڑنے لگی۔اس

کی آواز میں قرآن پاک سننا ایسا تھا کہ وہ پوری عمر ایک جگہ بیٹھی اس کو سنتی گزار دیتی۔ جب وہ سٹیج سے نیچے آیا تو اس کی نگاہیں اس کے ہر قدم کے ساتھ ساتھ اس جگہ تک آئیں جہاں وہ آ کر بیٹھا۔ مس آئمہ نے اس کے سامنے بسکٹ کا پیکٹ کیا تو وہ ہوش میں آئی۔

"آیت تم پاگل ہو جاو گی۔"

دل ہی دل میں سوچتے وہ اس جانب دیکھنے سے احتراز برت رہی تھی جہاں وہ بیٹھا تھا۔

وہ سب سٹوڈنٹس کی تلاوت بغور سن رہی تھی۔ ایک سٹوڈنٹ جب سٹیج پہ آیا تو آیت جان گئی یہ وہی تھا جس سے ہال کے باہر صالح بات کر رہا تھا۔ اس کی آواز میں ایک عجیب ہی سکون تھا۔ آیت کو اس بچے کی تلاوت سب سے اچھی لگی اور یہ خیال صرف آیت کا ہی نہیں وہاں موجود سب لوگوں اور ججز کا بھی تھا۔ صالح منصور کو کسی نے تلاوت سکھائی ہو اور اس کی آواز میں سکون نہ ہو یہ ناممکن تھا۔

تھوڑے وقفے کے بعد مقابلے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ اور صالح منصور کا سٹوڈنٹ یہ مقابلہ جیت چکا تھا۔

اناؤنسمنٹ ہونے کی دیر تھی اور وہ فرط جذبات کے مارے صالح سے آ کر لپٹا۔ وہ اس کی پیٹھ سہلاتے اس کو اپنی موجودگی کا احساس دلانے لگا۔ بہت سے سٹوڈنٹس اور ٹیچرز نے یہ منظر اپنے کیمرے میں قید کیا اور ان میں سے ایک آیت بھی تھی۔ وہ نہیں جانتی یہ اس سے کیسے ہو گیا تھا مگر وہ اس کو اپنے فون میں دیکھنا چاہتی تھی۔

ایک طرف وہ آنکھیں تھیں کہ اس کو دیکھنے کی چاہ میں وہ کام بھی کر گئیں جو کبھی نہیں کیا تھا۔ اور ایک طرف وہ تھا جو اس سب سے لاعلم ایک مختلف ہی نظریہ سے دنیا کو دیکھا کرتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆

وہ گھر آئی تو سب سے پہلے اس کا سامنا ریان سے ہوا جو ایک کتاب میں سر دیے بیٹھا تقریبا رو دینے کو تھا۔ اپنی آپی کی موجودگی محسوس کرتے وہ بے بسی سے کتاب چھوڑتے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپی مجھے نہیں سمجھ آ رہی اس پیریاڈک ٹیبل کی؟" وہ روہانسا ہوا۔

نویں جماعت کے طالب علم ریان کے لیے کیمسٹری ایک شدید بورنگ اور مشکل سبجیکٹ تھا۔

"ارے کیا ہوا جو سمجھ میں نہیں آرہا؟"

وہ چادر کو اتار کر سائیڈ پہ رکھتے اس کی پریشان صورت کو فکر مندی سے دیکھنے لگی۔

"مجھے تو سرے سے ہی نہیں سمجھ آرہی۔ایک ٹرینڈ یاد کرتا ہوں تو اس میں ایکسیپشن آجاتی ہے دوسرا کرتا ہوں تو اس میں بھی ٹرینڈ تبدیل ہوتا جاتا ہے۔یہ کیسا ٹرینڈ ہوا جو ایک ہی چیز کے لیے ایک رو میں نہیں چل رہا۔"

منہ بسورے وہ کیمسٹری نامی بلا سے سخت اکتایا ہوا دکھ رہا تھا۔

"دیکھو ریان ہم تین بہن بھائی ہیں مگر ہماری عادات و اطوار ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔سب کہتے ہیں عنایہ اور میں ایک جیسی ہیں مگر ظاہری طور پر ایک جیسا ہونے کا یہ مطلب تو نہیں نا ہوتا کہ ہماری ساری خصوصیات ایک دوسرے سے مماثلت رکھیں۔ہاں کچھ چیزیں ہم میں مشترکہ ہوں گی وہ بھی شاید اس لیے کہ ہم ایک ساتھ رہتے ہیں تو ہماری

کچھ عادات ایک دوسرے سے میل کھا جاتی ہیں۔ اسی طرح پیریاڈک ٹیبل ہے۔ اس میں بھی مختلف فیملیز ہیں جن کو فیملی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی چند خصوصیات ایک دوسرے سے میل کھاتی ہیں مگر وہ سب ایک جیسے تو نہیں نا ہو سکتے۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ منفرد ہوتا ہے تو بس اسی لیے ان ٹرینڈز میں ردوبدل آتی رہتی ہے۔ اگر تم اس کو سمجھ کر پڑھو گے اور ہر ایلیمنٹ کو اس کی حیثیت سے سمجھو گے تو تمہیں دقت نہیں ہو گی لیکن اگر تم باقی کی بنیاد پہ اس کو پرکھنا چاہو گے تو ناکام ہو جاو گے۔"

اس کی باتیں منطق سے بھرپور تھیں۔ اس نے کیمسٹری کو بھی زندگی سے منسوب کیا تھا۔

ریان متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکا۔

"آپی آپ تو کمال ہیں یار۔ آپ کے سٹوڈنٹس کو تو ٹاپ کر جانا چاہیئے۔"

وہ اب تھوڑا پرسکون نظر آ رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

"ہاں تو آج سے تمہیں بھی میں ہی کیمسٹری پڑھاوں گی تاکہ تم نے جو میرے فیورٹ سبجیکٹ کا برا امیج اپنے ذہن میں بنایا ہوا ہے اس کو پار لگاوں۔"اس نے ریان کے کان کھینچتے ہوئے کہا۔

"آپ ڈانٹتی بہت ہیں اسی لیے میں نے آپ سے نہیں پڑھنا۔"

اپنے کان چھڑواتے اس نے حقیقت بیان کی تو آیت نے اس کے بال بکھیرے۔

"ہاں تو ڈانٹنے والی حرکتیں کرو گے تو ہی ڈانٹوں گی اور مجھے کونسا شوق ہے کہ اپنا گلہ خراب کروں۔اچھا گلے سے یاد آیا۔مجھے ایک گلاس پانی ہی پلا دو یار گلہ خشک ہو رہا ہے۔"

"ابھی آیا آپی"

ریان بھاگتے ہوئے اس کے لیے پانی لینے کچن میں گیا۔وہ اس کی کتاب ہاتھ میں تھامتے ہوئے اس پہ بنے کارٹون دیکھ کر مسکرانے لگی جو غصے اور بے بسی میں ریان نے اس کتاب کی توہین میں بنائے تھے۔

☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اپنے کمرے میں موجود کھڑکی میں کھڑی کسی سوچ میں کھوئی ہوئی تھی جب فون کی بیل نے اس کی سوچوں میں انتشار برپا کیا۔ وہ بیڈ سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھاتے آنے والے کے نام کو دیکھنے لگی۔ پھر سکرین پہ انگلی پھیر کر رابطہ جوڑا اور مقابل سے مخاطب ہوئی۔

"بہت بہت مبارک ہو۔ میرا تو خوشی سے برا حال ہونے والا ہے۔ پر میں ناراض ہوں۔"

فون کی دوسری جانب موجود خبر سنتے ہی اس کے صبیح چہرے پہ مسکراہٹ سے زیادہ ہنسنے کا تاثر تھا۔ وہ پر مسرت دکھ رہی تھی۔ اس کو تھوڑا دکھ بھی ہو رہا تھا۔ مگر وہ اس سے مل کر بات کرنے کا سوچ کر ابھی صرف خوش خبری کی جانب متوجہ تھی۔

"بالکل۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں دیر کروں گی؟"

تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد خدا حافظ کہتے وہ موبائل میں موجود تصویر دیکھنے لگی جو ایک نومولود بچے کی تھی۔ جو غالبا اس بچے کی پیدائش کے چند گھنٹوں بعد لی گئی تھی۔ فون کو ہاتھ میں ہی تھامے وہ جلدی سے اپنی ماما کے پاس آئی جو کچن میں کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔

"ماما"

وہ پر جوش آواز میں پکارتے ان کے پاس آئی۔

"ہاں بولو۔"

ہانڈی میں چمچ ہلاتے وہ مصروف سی بولیں۔

"ارحا کو اللہ نے بیٹے سے نوازا ہے۔"

اس نے پر جوش خبر سنائی تو شگفتہ بیگم کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ماشاءاللہ۔ اللہ ماں بچے دونوں کے نصیب بہت اچھے کرے۔"

"آمین"

اپنی والدہ کو تصویر دکھانے کے بعد وہ خود بار بار فون میں موجود تصویر دیکھنے لگی۔ اس کو بچے بہت پسند تھے۔ اور وہ بچوں کے ساتھ ہمیشہ بچہ ہی بن جایا کرتی تھی۔ اور یہ تو اس کی اکلوتی بیسٹ فرینڈ کا بیٹا تھا۔ اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔

"پھر کب جا رہی ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سالن میں نمک مرچ کا جائزہ لیتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوئیں۔

"امم۔۔۔بس آج ہی جا کر خریداری کروں گی۔اور کل اس کے گھر چلی جاوں گی۔یہ تو بہت اچھا ہوا کہ حال ہی میں تنخواہ ملی ہے اب تو خوب شاپنگ کروں گی۔"

اپنا ممکنہ لائحہ عمل ترتیب دیتے وہ بہت خوش تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔پر شاپنگ پہ کس کے ساتھ جاو گی؟"

"ویسے تو میں ارحا کے ساتھ ہی جاتی تھی مگر اب تو ایسا ممکن نہیں تو سوچ رہی ہوں کہ خود ہی چلی جاوں۔"

"صحیح ہے۔اور ہاں میری طرف سے بھی مبارکباد دینا۔"

"ٹھیک ہے ماما۔"

وہ اپنے کمرے میں آئی اور اپنا بیگ تھامتے چادر کو اچھے سے اوڑھتے مال کے لیے نکل گئی۔مال میں آ کر تو اسے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔اور اکیلے شاپنگ کرنا بھی اس کے لیے ذرا مشکل ثابت ہو رہا تھا۔اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ اتنے چھوٹے بچوں کے لیے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کس کس چیز کی شاپنگ کرنی چاہیئے۔عنایہ کی شاپنگ اس نے اس وقت شروع کی تھی جب وہ چار سال کی تھی تو ایسے میں ایک نومولود بچے کے لیے شاپنگ کرنا اسے کافی مشکل لگ رہا تھا۔

وہ کافی دیر سے پریشان کھڑی موبائل پہ کچھ دیکھنے میں مصروف تھی کہ ایک عورت اس کے پاس آئی۔

"سب خیریت تو ہے؟ کیا میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں؟"

نوشین اس لڑکی سے مخاطب ہوئی جو پریشان نظروں سے کبھی فون کی سکرین کو دیکھتی تو کبھی ہاتھوں میں موجود شاپنگ بیگز کو۔

"جی پلیز۔ کیا آپ میری کچھ مدد کر دیں گیں؟"وہ بے بس اور مشکور نگاہوں سے اسے دیکھتے بولی۔

اس عورت کی عمر دیکھ کر آیت کو اتنا اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہ بہت اچھے سے اس کی راہنمائی کر سکتی ہیں۔

"جی ضرور۔ اگر میں آپ کے کام آسکوں تو مجھے خوشی ہو گی۔"

نوشین کو یہ لڑکی بہت بھلی اور پیاری معلوم ہوئی۔ اور اس کے چہرے پہ پریشانی ان کو اچھی نہیں لگی۔

"آپی وہ دراصل میری بیسٹ فرینڈ کو اللہ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے تو میں اس کی شاپنگ کے لیے آئی تھی مگر اب مجھے اندازہ نہیں ہو رہا کہ کیا رہ گیا ہے۔"

وہ نروس سی ان سے کہنے لگی۔

"فکر نہیں کرو پیاری لڑکی۔ میں تمہیں سب بتا دیتی ہوں۔"

اس لڑکی کا ان کو آپی کہنا اور اتنے پیار سے بات کرنا ان کے دل کو بہت اچھا لگا۔

آیت نے ان کی مدد سے اپنی شاپنگ مکمل کی۔ اور ان کا ڈھیروں شکریہ ادا کیا۔ اور پھر اپنی شاپنگ مکمل کرتے وہاں سے چلی گئی۔ نوشین اس کو دیکھتے دل ہی دل میں دعائیں کرنے لگی۔

"کاش کہ صالح کو بھی ایسی ہی کوئی پیاری لڑکی مل جائے۔"

پوری دلجمعی سے دعا مانگتے وہ اپنی بقیہ خریداری میں مصروف ہو گئیں۔

☆☆☆

اگلے روز کا لائحہ عمل تیار کرتے وقت اس نے سوچا کہ وہ کالج سے واپس آ کر پھر ارحا کے گھر جائے گی۔ ارحا اپنے سسرال میں نہیں رہتی تھی۔ اس کے شوہر کی جاب اسی شہر میں تھی جس کے باعث وہ لوگ اپنے آبائی گھر سے یہاں منتقل ہو گئے تھے۔ چونکہ وہ اکیلی ہی ہوتی تھی اس لیے آیت کافی بار اس کے گھر جا چکی تھی۔ وہ کالج سے گھر واپس آنے کے بعد ارحا کے گھر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ سی گرین شرٹ کے ساتھ سفید ٹراوزر اور سفید ہی دوپٹہ لیے خوبصورت چہرے پہ ہلکا سا میک اپ کیے وہ جانے کے لیے بالکل تیار تھی۔ اس نے کبھی اوبر میں سفر نہیں کیا تھا۔ اسے اکیلے ٹیکسی میں جانے پہ گھبراہٹ ہوتی تھی اسی لیے وہ رکشہ پہ سفر کرنا ہی مناسب سمجھتی تھی۔ اور معاذ کو وہ کہنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے نزدیک وہ پہلے ہی اسے کالج سے پک اینڈ ڈراپ دے کر ان پہ بڑا احسان کر رہا تھا۔ اس سے زیادہ وہ اسے تنگ نہیں کر سکتی تھی۔ ریان اس کے لیے رکشہ لے آیا تھا جس میں سوار ہوتے وہ ارحا کے گھر کی جانب رواں دواں ہوئی۔ گھر کے باہر اتر کر اس نے رکشہ والے

کو پیسے دیے اور ڈھیروں شاپنگ بیگز اٹھائے اس کے گھر کے دروازے پہ بیل دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھول دیا گیا۔ یہ ارحا کے گھر کام کرنے والی ملازمہ تھی جس نے آیت کو دیکھتے ہی خوش دلی سے اسے سلام کیا اور اس کے ہاتھ سے چند شاپنگ بیگز اٹھائے ارحا کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ ارحا آپریشن کے دو دن بعد گھر آئی تھی۔ اور وہ ہسپتال میں اس کو اطلاع نہیں دے سکی۔ اسی لیے کل گھر آتے ہی اس نے آیت کو اطلاع دے دی تھی جس پہ چند شکوے کرتے بالآخر وہ مان گئی۔ ارحا کا گھر دو منزلہ تھا۔ ارحا نچلی منزل پہ ہی رہائش پذیر تھی۔

وہ ملازمہ کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچی۔ ارحا پہلے تو چند لمحے حیرت و بے یقینی کی کیفیت میں اسے دیکھتی رہی اور پھر کھل کے مسکرا دی۔ وہ اس کی اچانک آمد کے بارے میں لاعلم تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کم از کم دو تین دن بعد ہی آئے گی۔ مگر وہ آیت ہی کیا جو دوسروں کو حیران نہ کر دے۔ آیت سیدھا بے بی کاٹ کے پاس گئی اور بے بی کو دیکھا جو گہری نیند میں تھا۔

"ماشاءاللہ کتنے پیارے ہو تم"

وہ اس کے چھوٹے چھوٹے ملائم اور نرم و نازک ہاتھوں کو تھامتے لہجے میں بے پناہ محبت سموئے بولی تو ارحا کے چہرے پہ خوبصورت مسکان بکھری۔ دوست کے بچے عجیب سی سرشاری دیتے ہیں۔ ان سے ایک مختلف نوعیت کا رشتہ بنتا ہے۔ ایک پر خلوص احساس پروان چڑھتا ہے۔

"خالہ آ گئی ہے۔ جلدی سے آنکھیں کھول لو پیارے بے بی۔ اور ہاں اپنی ماما سے کہہ دو میں ان سے ناراض ہوں۔"

وہ سوئے ہوئے بچے سے مخاطب ہوئے اس کو سنا رہی تھی جو اس کی بات پہ مسکراہٹ دبائے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"ارحا کے بے بی اپنی خالہ کو بتاو میں بھولی نہیں تھی۔ میرے پاس فون ہی نہیں موجود تھا اور میں نے بے بی کے بابا سے کہا بھی تھا کہ اس کی خالہ کو بتا دیں مگر ہسپتال میں مصروفیت کے باعث وہ بھول گئے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شرارتی لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کو سارا مسئلہ بتا گئی۔

"خالہ کی جان، اپنی ماما سے کہہ دو کہ آیت بہت جلد معاف کر دیتی ہے۔ بس کوئی ایک بار اپنی غلطی کا اعتراف کر لے تو آیت اسے معاف کرنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاتی۔ اپنی ماما سے کہہ دو آیت نے انہیں ان کے سنگین جرم کے باوجود معاف کیا۔"

پیارے سے سوئے ہوئے بچے کی جانب دیکھ کر بولتے ہوئے وہ ارحا کو معاف کر کے اس پہ احسان عظیم کر چکی تھی۔

"یار پھر اتنی دور کیوں کھڑی ہو؟ مجھے ایسے لگ رہا کہ بے بی کے آتے ہی تم اپنی بیسٹی کو بھول گئی ہو۔"

اس نے روہانسی ہو کر کہا۔ کیونکہ مس آیت جوں کی توں وہیں کھڑی تھی۔ مگر اس کے لہجے کو محسوس کرتے وہ فوراً اس کے پاس آئی اور اس کے قریب بیڈ پہ بیٹھتے اس کے گرد اپنے بازو حائل کر گئی۔ اس کے دائیں گال کو چومتے ہوئے اس نے محبت اور خوشی کا اظہار کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ارحا سچی بے بی بالکل تم پہ گیا ہے۔ اتنا ڈھیر سارا پیار ا ہے۔" وہ اس کے آرام کے پیش نظر اس کے پاس سے اٹھتے بیڈ کی پائنتی کے پاس بیٹھ گئی۔

"تم پہ جائے گا تو چھا جائے گا میری ڈول۔" ارحا نے دل سے کہا۔

"یہ تم مجھے جو مسکے لگا رہی ہو نا خوب جانتی ہوں۔"

وہ اس کو ڈپٹنے والے انداز میں بولی۔

"بس کر جا میری ماں۔ بندہ طبیعت پوچھ لیتا ہے۔ اور تمہارے گلے شکوے ہی دور نہیں ہو رہے۔"

"اچھا اچھا بھئی۔ تو بتائیے محترمہ آپ کی طبیعت اور مزاج کیسے ہیں؟"

آنکھوں میں شرارت سموئے اس نے کہا مگر محترمہ کہتے ہی اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی اور ایک لمحے میں کسی کا عکس اس کی آنکھوں کے پار لہرایا۔ بے ساختہ ایک خوبصورت مسکان نے اس کے چہرے کو دلکشی بخشی۔

"آپ کو دیکھ کر پرفیکٹ۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ارحا کی آواز پہ وہ سر جھٹکتے اپنے خیالات سے باہر آئی۔

"بڑا کوئی ڈپلومیٹک جواب دیا ہے تم نے۔"

"ہاں تو اچھا ہے نا۔ ایسا جواب دو کہ اگلے انسان کو جلدی سمجھ میں ہی نہ آئے۔" اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا آنٹی کہاں ہیں؟"

اسے اچانک ارحا کی ماما کا خیال آیا جو اس کی دیکھ بھال کے لیے آئی ہوئیں تھیں۔

"وہ دوسرے کمرے میں نماز پڑھ رہی ہیں۔ بس آتی ہی ہوں گی۔ بلکہ لو آ گئیں۔"

ارحا کی ماما نے کمرے میں داخل ہوتے اس کو سلام کیا جس پہ آیت نے ان سے پیار لیا۔ حال چال پوچھنے کے بعد وہ آیت کے لیے کچھ کھانے پینے کا بندوبست دیکھنے کچن کی جانب چلی گئیں۔ وہ اس کے لیے سنیکس اور کولڈ ڈرنک لیے کمرے میں آئیں اور تینوں محو گفتگو ہو گئیں۔ چند منٹوں بعد کسی خیال کے تحت انہوں نے ملازمہ کو آواز دی۔

"صابرہ جو سنیکس کچن میں پڑے ہیں وہ اوپر احسن کو دے آو۔"

صابرہ ان کی بات پہ عمل کرتے وہاں سے چلی گئی۔

"اوپر کوئی رہتا ہے ارحا؟"

اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اوپری منزل پہ بھی کوئی رہائش پذیر ہے۔

"ہاں ایک عورت اپنے معذور بیٹے کے ساتھ کسی گھر کی تلاش میں تھی۔ انہیں نہایت مناسب قیمت پہ گھر چاہیئے تھا۔ تو نوید کے جاننے والے نے نوید سے بات کی جس پہ انہوں نے مجھ سے مشورہ کیا اور میں انکار نہیں کر سکی۔" ارحا نے ساری تفصیل بیان کی تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اوچلو یہ تو اچھا کام کیا ہے۔"

"پتا نہیں کیوں آیت مجھے اس عورت کی آنکھوں میں عجیب ویرانی محسوس ہوتی ہے۔ اس کا بیٹا اسے بے حد تنگ کرتا ہے مگر وہ پھر بھی تنگ نہیں آتی۔ اسے ہمیشہ سینے سے لگائے رکھتی ہے۔ بس میری تو یہی دعا ہے کہ اللہ اس کے بیٹے کو ٹھیک کر دے اور اسے بھی سکون دے دے۔"

وہ اداسی بھرے لہجے میں بولی تو ماحول میں سوگواریت چھائی۔

"آمین"

وہ اس کے جواب میں بس یہی کہہ پائی۔ اسے اس عورت سے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ باتیں کرتی رہی اور اسی طرح تین گھنٹے گزر گئے۔ وہ واپس جانے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ بے بی کو ڈھیر سارا پیار کرتے، ارحا کے ماتھے پہ بوسہ دیتے، اس کی والدہ سے پیار لیتے وہ بیرونی دروازے کی جانب آئی جب اسے سیڑھیوں پہ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک خوبصورت، سادہ اور نفیس خاتون سیاہ عبایا میں ملبوس نیچے آتی دکھائی دی۔ وہ خاتون اس کے پاس آ کر رکی تو اس نے اپنا تعارف کروایا۔ حال چال پوچھنے کے بعد وہ عورت نقاب کرتے باہر کو چلی گئی۔

اس کے نکلتے ہی آیت بھی گیٹ عبور کرتے باہر آ گئی اور رکشہ میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہوئی۔ اس عورت کا چہرہ اسے بہت جانا پہچانا محسوس ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس نے اس عورت کو

پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ اس نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ مگر پھر بھی اس کے چہرے میں کسی سے بے حد مماثلت تھی۔

☆☆☆

معاذ کی والدہ نے اس کے بابا سے بات کرنے کا سوچا ہوا تھا۔ وہ غصے کے ذرا تیز تھے جس کے باعث انہیں گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اور بات بھی تو ایسی تھی کہ ان کی فکر بجا تھی۔

صدیقی صاحب گھر آئے تو انہوں نے پانی پیش کیا۔ پانی پینے کے بعد وہ فریش ہونے کے لیے چلے گئے۔ وہ کھانے کے انتظامات کو دیکھنے کچن میں چلی آئیں۔ ملازمہ کو ہدایات دیتے ہوئے وہ لگاتار اسی سوچ میں محو تھیں کہ بات کیسے شروع کریں۔ اتنی دیر میں معاذ بھی گھر آچکا تھا۔ کچن سے اپنی ماں کی آوازیں سن کر وہ سیدھا وہیں چلا آیا۔ ملازمہ کو باہر جانے کا کہہ کر وہ اپنی ماں سے مخاطب ہوا۔

"ماما آپ نے کہا تھا کہ آپ آج بابا سے بات کریں گی؟"

پریشانی اور فکر مندی میں وہ آج تھوڑا جلد ہی آچکا تھا اور اب اپنی تسلی چاہتا تھا۔

"بیٹا وہی سوچ رہی ہوں۔"

کنپٹی کو انگلیوں سے مسلتے انہوں نے جواب دیا۔

"ماما پلیز بابا کو منا لیجیے گا۔"

وہ منت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔ آنکھوں میں امید کے جگنو ٹمٹما رہے تھے۔

"معاذ میں بات ضرور کرنے جا رہی ہوں۔ وہ بھی صرف تمہاری ضد کی خاطر۔ مگر ایک بات یاد رکھنا کہ میں تمہارے بابا سے کبھی بحث نہیں کروں گی۔ انہوں نے عمر گزاری ہے۔ ہمیں دنیا کے سرد و گرم سے بچا کر رکھا ہے۔ وہ تمہارے کے لیے ہمیشہ بہترین فیصلہ ہی لیتے ہیں۔ اور وجیہہ سے شادی والا معاملہ بھی انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر ہی طے کیا تھا۔ اگر تو آیت تمہارے نصیب میں ہوئی تو خود بخود آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ورنہ اپنی اس پسند کو اس حد تک خود پہ سوار نہ کرو کہ نہ ملنے کی صورت میں تم دنیا سے اور خود سے روٹھ بیٹھو۔"

وہ نہایت سمجھ داری سے اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔ کیونکہ انہیں مقابل سے صاف انکار کی ہی توقع تھی۔

"ماما نصیب کے لیے کوشش کرنا تو ہمارا حق ہے نا۔"

اس نے اپنے تئیں ایک لاجواب بات کہی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر ہم صرف کوشش ہی کر سکتے ہیں۔ کسی چیز کا ملنا یا نہ ملنا یہ اس مالک کے اختیار میں ہے جو بہترین فیصلے لیتا ہے۔ تو کبھی بھی اس کے فیصلے میں کجی نہیں نکالنا۔"

"ماما میں رب کے فیصلے پہ راضی ہو جاوں گا۔ مگر میں کوشش ضرور کروں گا اور جس حد تک ہو سکا اس حد تک اس کو اپنے نصیب میں مانگوں گا۔" ماں کے ہاتھ تھام کر اس نے اپنے ارادے سے آگاہی دی۔

"اللہ تمہیں ڈھیروں خوشیاں دلائیں۔"

انہوں نے دل سے اس کو دعا دی۔ آخر کو ماں تھیں اور اپنے بیٹے کی خوشیاں انہیں بے حد عزیز تھیں۔

"آپ یہ بھی تو کہہ سکتی ہیں نا کہ اللہ تمہیں آیت دے دے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے روٹھنے والے انداز میں کہا۔

"میں کبھی تمہیں وہ دعا نہیں دوں گی جس کے بارے میں مجھے یقین ہی نہیں ہو کہ آگے جا کر وہ تمہارے لیے بہتر ثابت ہو گی بھی یا نہیں۔"

انہوں نے ایک پائیدار بات کہی۔

"وہ بی بی جی کھانا لگا دوں۔"

ملازمہ نے دستک دیتے دروازے پہ کھڑے ہی استفسار کیا جس کے باعث ان کی باتوں میں انتشار برپا ہوا۔

"ہاں معاذ بھی آ گیا ہے۔ بیٹا فریش ہو آو پھر میں کھانا نکالو۔ تمہارے بابا کمرے میں ہیں۔ یقینا انہیں بھوک لگی ہو گی۔ اور فکر مت کرو۔ وہی ہو گا جو تمہارے لیے بہترین ہو گا۔"

ماں سے ملنے والے تسلی بخش الفاظ سننے کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا۔

وہ ملازمہ کے ساتھ مل کر ٹیبل پہ کھانا سیٹ کر رہی تھیں جب صدیقی صاحب اور معاذ دونوں ڈائننگ کے پاس آئے۔ اپنی اپنی نشست سنبھالتے وہ کھانا کھانے میں مصروف ہو

گئے۔ وقفے وقفے سے باتوں کا دور بھی چلتا رہا۔ کھانے سے فارغ ہو کر صدیقی صاحب ٹی وی لاونج میں چلے آئے۔ یہ ان کی چائے کا وقت تھا جو وہ خبریں دیکھتے ہوئے لیتے تھے۔ رخسانہ بیگم ان کی چائے لیے ٹی وی لاونج میں چلی آئیں۔ ان کی طرف چائے کا کپ بڑھاتے وہ اپنا کپ تھامے ان کے ساتھ ہی صوفہ پہ براجمان ہو گئیں۔ وہ چائے کی چسکیاں لینے کے ساتھ ساتھ ٹی وی پہ موجود سیاسی شو دیکھ رہے تھے اور رخسانہ بیگم کمرشل کا انتظار کرنی لگیں۔ وہ ان کے سیاسی ٹاک شو کے شوق سے بخوبی واقف تھیں اس لیے درمیان میں مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جیسے ہی کمرشل آیا انہوں نے گلا کھنکھار کر صدیقی صاحب کو مخاطب کیا۔

"مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"تو بیگم اس میں اجازت لینے والی کونسی بات ہے؟"

مسکرا کر کہی جانے والی بات نے انہیں حوصلہ دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"معاذ کے بارے میں بات کرنی ہے۔"

وہ پریشان سی دکھائی دے رہی تھیں۔

"رخسانہ جو بات ہے کہو۔"

وہ سنجیدہ ہوئے کیونکہ انہیں معاملہ نازک لگ رہا تھا۔

"معاذ وجیہہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

بالآخر انہوں نے پٹاری کھولی۔

"پھر کس سے کرنا چاہتا ہے؟"

انہوں نے نہایت سادہ لہجے میں پوچھا۔شاید انہیں فوری رد عمل دینے کی عادت نہیں تھی۔

"آیت سے۔"

وہ ایک جھٹکے سے بول پڑیں۔

"امم۔۔۔تو صاحبزادہ یہ بات خود کیوں نہیں کرنے آیا؟"

"وہ۔۔۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہیں۔

"دیکھو بیگم میں کسی کی بیٹی کو کسی صورت ریجیکٹ نہیں کر سکتا۔ وہ بھی جب وہ میرے عزیز بھائی کی لاڈلی بیٹی ہو۔"

وہ نہایت تحمل مزاجی سے انہیں سمجھانے لگے۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ وجیہہ سے معاذ کا رشتہ طے کرتے وقت آپ کو معاذ سے بھی پوچھ لینا چاہیئے تھا؟"

اپنے دل میں آئی بات وہ زبان پہ لے آئیں۔

"بالکل لگتا ہے۔ مجھے حقیقتاً ایک بار معاذ سے اس کی رائے لینی چاہیئے تھی۔ مگر اب چونکہ رشتہ طے ہو چکا ہے تو میں کبھی بھی اس رشتے کو نہیں توڑوں گا۔"

نرم لہجے میں کہتے وہ آخر میں اٹل لہجے میں گویا ہوئے۔

"مگر معاذ ایسا نہیں چاہتا۔"

"اگر وہ معاذ کو رد کر دیں تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں ورنہ میں خود کبھی انکار نہیں کروں گا۔"

انہوں نے اپنا آخری فیصلہ سنایا۔

"لیکن وہ معاذ کو رد کیوں کریں گے؟"

وہ غصے بھرے لہجے میں بولیں آخر کو ایک ماں تھیں اور انہیں اپنے بیٹے میں ایسا کوئی نقص نظر نہیں آرہا تھا جس کی بنا پہ وہ اسے انکار کر دیں۔

"اگر آپ ایک خوبصورت، سلیقہ شعار، معصوم اور پڑھی لکھی لڑکی کو انکار کر سکتے ہیں تو وہ کیوں نہیں؟ اب میں مزید اس موضوع پہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ آئندہ میرے سامنے احتیاط کیجئے گا۔"

انہیں حقیقت سے آگاہ کرتے وہ آخر میں تنبیہی انداز میں بولے۔ جس پہ وہ خاموش ہو گئیں۔

سچ ہی تو کہہ رہے تھے وہ۔ ہم دوسروں کی بیٹیوں کو رد کرتے وقت ایک بار بھی نہیں سوچتے کہ اگر کوئی ہماری بیٹی کو بھی ایسے ہی رد کرے تو اس پہ کیا گزرے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور صدیقی صاحب تو پھر بیٹے کی بات کر رہے تھے۔

☆☆☆

صالح سٹوڈنٹس کے پرچے چیک کرنے میں مصروف تھا جب اس کے فون پہ کال آئی۔

نمبر کے ساتھ نام دیکھتے ہی اس نے کال موصول کرتے رابطہ جوڑا۔

"جی آپا"

سلام دعا کے بعد اس نے ان کی بات سنی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے تھوڑی دیر ہو جائے گی۔"

فون کی دوسری جانب سے کہے گئے جملے پہ اس نے ہاں میں سر ہلایا اور فون بند کر دیا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ اپنے کمرے سے باہر نکل کر سیڑھیوں سے نیچے آتا دکھائی دیا۔ سفید اور سیاہ چیک دار شرٹ کے ساتھ سیاہ جینز پہنے، شرٹ کے بازوؤں کو کہنیوں تک موڑے وہ اجلت میں سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

"ارے صالح کدھر جا رہے ہو؟"

شائستہ جو کہ کچن سے باہر نکلی تھی اس کو جلد بازی میں جاتا دیکھ پوچھ بیٹھی۔

"بھابھی وہ آپا کو کچھ سامان بدلوانا تھا جو انہوں نے دو دن پہلے خریدا اور تیمور بھائی مصروف ہیں تو وہ کہہ رہی تھیں کہ میں ان کو لے کر مال چلا جاوں۔"

"تم مال جا رہے ہو تو ایک منٹ ٹھہرو میں نے گروسری کی فہرست بنائی ہوئی ہے۔ وہ بھی لیتے آنا۔"

"ٹھیک ہے بھابھی۔ بس جلدی سے لا دیں۔ آپی انتظار کر رہی ہیں۔"

وہ گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے بولا۔

"ابھی آئی بس"

دو منٹ میں وہ اس کو لسٹ تھما چکی تھی۔ لسٹ کو تہہ کر کے اپنی پینٹ کی جیب میں اڑسا۔

پندرہ منٹ بعد وہ آپا کے گھر کے باہر موجود تھا۔ اس نے گاڑی کا ہارن بجایا تو وہ اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ باہر نکل آئیں اور گاڑی میں فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے اندر جا بیٹھیں۔ چند منٹ بعد وہ مال میں موجود تھے۔ اس کی آپا دکان والوں کو جھڑکتی ہوئی ان کا ناقص سامان واپس کرنے لگیں۔ وہ بیچارا خاموشی اور کچھ شرمندگی سے عبداللہ کو لیے ایک

کونے میں کھڑا رہا۔ سامان تبدیل کروانے کے بعد اس نے آپا کے ساتھ مل کر گھر کی گروسری کی۔ اتنی دیر میں عبداللہ نے آئس کریم کی رٹ لگا لی۔ جس کو وہ بمشکل خاموش کروا رہا تھا مگر وہ کسی صورت چپ نہیں ہو رہا تھا۔

"صالح اس نے چپ نہیں کرنا جب تک آئس کریم نہیں کھالے گا۔ اممم۔۔۔۔ ایسا کرتے ہیں آئس کریم پارلر چلتے ہیں۔"

وہ اپنے بیٹے کی ضد کے بارے میں جانتی تھیں اسی لیے ایک بہتر مشورہ دیا۔

"بہتر"

وہ اپنے بھانجے کو اٹھائے اس کو آئس کریم پارلر چلنے کا کہہ کر خاموش کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو اس کی بات پہ یقین کرتا خاموش ہو گیا مگر مشکوک نگاہوں سے وقفے وقفے سے پورا راستہ اس کو دیکھتا رہا۔

"آپا یہ بچے کتنے چالاک ہوتے ہیں۔ اپنی منوا کر ہی چھوڑتے ہیں۔"

مسکرا کر ڈرائیونگ کرتے اس نے انہیں اپنی رائے سے آگاہ کیا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ایک نمبر کے بلیک میلرز ہوتے ہیں۔مجال ہے جو اپنی بات سے پیچھے ہٹ جائیں۔جو ضد کرتے ہیں انہیں پوری کرنا تو فرض ہی سمجھ لیتے ہیں۔"

"مگر کچھ ضدیں انسان کو پوری زندگی کا غم دے جاتی ہیں۔"

وہ نجانے کس یاد میں کھویا یہ الفاظ ادا کر گیا۔

"صالح!"

اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ دھرتے وہ تشویش سے گویا ہوئیں۔

"میں ٹھیک ہوں آپا۔بس جنرل بات کر رہا تھا۔"

ان کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے وہ چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے بولا۔

"ہوں۔"

وہ دونوں وقفے وقفے سے کوئی نہ کوئی بات کرتے رہے اور آن کی آن میں آئس کریم پارلر پہنچ گئے۔

☆☆☆

آج ریان کے سکول تقریب تقسیم انعامات تھی۔ چونکہ ریان نے پری بورڈ میں اپنی کلاس میں اول پوزیشن حاصل کی تھی اسی لیے آج اس کو شیلڈ سے نوازا جانا تھا۔ اور ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ آیت کے چاہنے والوں کی خوشی کا کوئی موقع ہو اور آیت وہاں موجود نہ ہو۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ معاذ کو کہہ دے گی کہ وہ اس کو گھر کی بجائے ریان کے سکول ڈراپ کر دے۔

حسب معمول وہ آفس سے واپسی پہ اس کے کالج کے باہر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ مگر آج وہ گاڑی سے باہر نہیں آیا تھا۔ اس کا ذہن سوچوں کے بھنور میں پھنسا ہوا تھا۔ کل اس نے اپنے ماما بابا کی باہمی گفت و شنید ملاحظہ کی تھی جس کے باعث اب وہ اس کا کوئی حل نکالنے کا متلاشی تھا۔ آیت نے دروازہ کھولا مگر وہ ہنوز اس کی آمد سے لاعلم رہا۔ مگر اس کی آواز پہ وہ اپنی سوچوں سے باہر نکلا۔

"ارے معاذ بھائی خیریت تو ہے۔ آج آپ بہت خاموش ہیں۔"

اس کی غائب دماغی نوٹ کرتے اس نے اچنبھے سے اسے دیکھتے استفسار کیا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

چہرے پہ بمشکل مسکراہٹ سجائے وہ اس کو دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔ جس کا صبیح اور خوبصورت چہرہ اس سیاہ چادر میں روشن لگ رہا تھا۔

"ایسی ہی بات ہے بھئی۔ میں نے سلام کیا اور آپ نے جواب ہی نہیں دیا۔"

اس نے ناراضی بھرے لہجے میں کہا۔

"ڈیئر کزن بس کام کی مصروفیت کے باعث آج تھکاوٹ کچھ زیادہ ہی ہو گئی۔"

اب وہ اس کو کیا بتاتا کہ یہ تھکاوٹ کام کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی ذہنی تھکاوٹ ہے۔

"جب آپ زیادہ مصروف ہوتے ہیں تو مجھے کال کر دیا کریں میں اس روز رکشہ میں آجایا کروں گی۔ ویسے بھی مجھے رکشہ کے سفر میں کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہوتا۔"

وہ اس کی تھکاوٹ کے پیش نظر سمجھ داری سے اس کو مشورہ دینے لگی۔ جس کی بات پہ اس کے چہرے پہ چھائی ساری پریشانی اور کلفت ہوا ہوئی۔ آیت اس کا خیال کرتی ہے یہ سوچ ہی اس کے لیے نہایت خوش کن تھی۔

"ڈیئر کزن تمہارے لیے بندہ ہمیشہ حاضر ہے۔"

نہایت فراخ دلی سے کہتے ہوئے وہ دراصل اسے اپنے دل کی بات سے آگاہ کر رہا تھا۔ جس کی سوچ کبھی اس زاویے پہ آ ہی نہیں سکتی تھی جہاں سے وہ بول رہا تھا۔

"اچھا پھر آج ایک فیور مزید دے دیں۔"

"آیت میں تمہیں کوئی فیورز نہیں دیتا ہوں جو تم یوں کہہ رہی ہو۔ مجھے خوشی ہوتی ہے کہ میں تمہارے اور ماموں کے کام آسکوں۔"

وہ اس کو جتا رہا تھا کہ اس کے کام کر کے وہ کبھی تھکتا نہیں ہے۔

Clubb of Quality Content

"آپ تو بہت اچھے ہیں معاذ بھائی۔"

وہ خوش دلی سے اسے کی تعریف میں بولی۔ آہ۔۔اس کی ہر جگہ تعریف کر دینے کی عادت۔۔۔۔

"اچھا بتاو کیا کہنے والی تھی۔" وہ گاڑی کو سٹارٹ کرتے سڑک پہ ڈال چکا تھا۔

"آج ریان کو شیلڈ ملنی ہے فرسٹ پرائز کی۔ تو آپ مجھے اس کے سکول ڈراپ کر دیں پلیز۔"

نہ جانے کیوں لیکن معاذ سے اتنے احسانات لینا آیت کو اچھا نہیں لگ رہا تھا اسی لیے پلیز کا لفظ استعمال کر گئی۔

"آئندہ مجھے پلیز نہیں کہنا آیت۔"

وہ اس کو سختی سے ٹوک گیا۔

"اچھا آئندہ نہیں کہوں گی۔"

وہ اچھے بچوں کی طرح فوراً ہی مان گئی۔ وہ گاڑی کو اب ریان کے سکول کی جانب موڑ چکا تھا۔ چند منٹ کی ڈرائیو پہ ریان کا سکول آ گیا جس کے باہر پہنچ کر اس نے گاڑی روکی۔ آیت اس کو شکریہ بولتے سکول کے اندر بڑھی۔ جیسے ہی وہ حال میں پہنچی سٹیج پہ ریان کو انعامی شیلڈ سے نوازا جا رہا تھا۔ اس نے یہ منظر اپنے فون میں قید کیا اور پھر چلتے ہوئی ماما کے برابر والی کرسی پہ آ بیٹھی۔

"کتنے صحیح وقت پہ آئی ہو آیت۔ اگر لیٹ ہو جاتی تو ریان ناراض ہو جاتا۔"

اس کی ماما نے اس کو دیکھتے ہی سکون کا سانس خارج کیا۔

"آیت اپنوں کے معاملے میں کبھی تاخیر کا شکار نہیں ہو سکتی ماما۔"

مسکرا کر کہتے ہوئے وہ عنایہ کی جانب متوجہ ہوئی جو تقریبا نیند کی وادی میں گم ہونے کو تھی۔ اس نے عنایہ کو تھام کر اپنی گود میں بٹھایا اور اس کے پھولے گال چومے۔ سٹیج سے اتر کر ریان سیدھا ان کی جانب آیا۔ شگفتہ بیگم نے اس کا ماتھا چوما۔ آیت نے اس کی پیٹھ تھپکی اور وہ ان کے ساتھ ہی براجمان ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد تقریب ختم ہو گئی اور وہ واپسی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپی مجھے آئس کریم کھانی ہے۔"

ریان نے فورا اس کے سامنے اپنی فرمائش پیش کی۔

"وہ کس خوشی میں؟"

وہ اس کو چھیڑتے ہوئے بولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس کی خوشی میں۔"

اپنی شیلڈ دکھاتے وہ تفخر سے گویا ہوا۔

"بھئی عنایہ کہے گی تو میں کھلاؤں گی۔"

وہ محبت پاش نگاہوں سے عنایہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولی جو آدھی نیند میں اور آدھی ہوش میں تھی۔

"ماما مجھے بتا دیں میں ان کا سگا بھائی ہوں نا۔"

وہ چڑتے ہوئے بولا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایک کھاؤ گے مجھ سے۔"

وہ اس کی بات پہ اس کو جھڑکنے لگیں۔

"عنایہ بے بی آپ نے آئس کریم کھانی ہے؟"

وہ اب عنایہ سے مخاطب ہوئی جو شور کے باعث مکمل بیدار ہو چکی تھی۔

"مجھے ڈھیر ساری آئسکریم کھانی ہے آپا۔"

وہ ہاتھوں سے ڈھیر ساری کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔اور اتنی پیاری لگی کے آیت اس کے دونوں گال چوم گئی۔

"میری جان اتنی پیاری کیوں ہو؟اچھا ابھی چلتے ہیں آئس کریم کھانے۔بابا کے لیے پیک کروالیں گے۔"

وہ ان کو لیے سکول سے باہر آئی اور رکشہ کرواتے سیدھا آئس کریم پارلر آئی۔

☆☆☆

وہ آیت کو ریان کے سکول چھوڑنے کے بعد اپنے گھر کی جانب جا رہا تھا جب ایک گاڑی کے پاس ہجوم لگا دیکھا۔وہ کبھی وہاں نہ رکتا اگر اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ گاڑی کس کی ہے۔

وہ فوراً گاڑی سے باہر آیا۔لائٹ پرپل کلر کی شرٹ کے ساتھ بلو جینز پہنے شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک موڑتے وہ گاڑی کے مالک کی جانب بڑھا۔

"میرا جو نقصان ہوا ہے اس کے پیسے مجھے ابھی اور اسی وقت چاہئے۔ورنہ میں پولیس کو کال کروں گی۔"

انگلی اٹھا کر تنبیہی انداز میں کہتی اسے وہ لڑکی کہیں سے بھی معصوم نہیں لگی۔

"گاڑی چلانی آتی نہیں ہے اور سڑک پہ ٹھوکنے نکل آتی ہیں۔پتا نہیں یہ لڑکیوں کو گاڑی دیتا کون ہے۔"

سامنے موجود شخص نے تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھتے غصے سے کہا۔

"اے۔۔۔خبردار جو مجھے اس بات کا طعنہ دیا کہ میں ایک عورت ہوں تو گاڑی صحیح ڈرائیو نہیں کر سکتی۔"

اس کے تیکھے ناک پہ غصے نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔دھوپ کی تمازت سے رنگ میں سرخی گھل رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وجیہہ"

کسی نے اس کے قریب ہوتے اس کے کان کے پاس سرگوشی والے انداز میں اس کا نام پکارا جس پہ وہ جھٹکا کھاتے پیچھے مڑی جس سے اس کے سیدھے بھورے بال معاذ کے چہرے کے ساتھ مس ہوئے۔ایک لمحے کو اسے کرنٹ سا لگا۔

"افف اللہ۔۔۔تو آپ ہیں۔مجھے تو ڈرا ہی دیا تھا۔"

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے بولی۔اس کا کتابی چہرہ غصے کے باعث گلابی ہوا پڑا تھا۔معاذ کو یہاں دیکھتے اس کو واقعتا سکون ملا تھا۔

"اچھا ہوا آپ آ گئے۔ذرا ان کو بتائیں غلطی کس کی تھی۔"

وہ اس کو دیکھتے مزید شیر ہوئی۔

"وجیہہ یہ کیا تماشا کر رہی ہو۔اندر جا کر گاڑی میں بیٹھو۔میں بات کر لیتا ہوں۔"

وہ اس کے کان کے پاس سخت آواز میں بولا۔وہ اس کے چچا کی بیٹی تھی اور اس کی عزت تھی اور یوں سڑک پہ مرد سے بحث کرتی وہ بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"آپ کیسے بات کر لیں گے۔آپ کو تو واقعے کا علم ہی نہیں ہے۔میں آپ کو بتاتی ہوں۔"

وہ اس کے غصے کی پرواہ کیے بغیر اس کو پورا واقعہ سنا گئی جس میں کہیں بھی اس کی غلطی شامل نہیں تھی کیونکہ وہ خود یہ واقعہ سنا رہی تھی۔کوئی دوسرا آنکھوں دیکھا واقعہ بتاتا تو کہتا کہ ساری غلطی اس معصوم لڑکی کی ہے جو کہیں سے بھی معصوم نہیں تھی۔

"سر آپ یہاں موجود کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں کہ غلطی کس کی تھی۔ صرف اس لیے کہ یہ ایک عورت ہیں میں ان کی ساری باتیں برداشت کر گیا مگر میرے نقصان کی بھرپائی ان کو ہی کرنی پڑے گی۔"

وہ معاذ کو دیکھتے اس کے سامنے ساری حقیقت واضح کر گیا۔ اس کی ساری باتیں سن کر معاذ نے اپنے والٹ سے پیسے نکال کر اس کے حوالے کیے۔

"یہ بات نہ کیا کریں کہ عورتیں غلط ڈرائیو کرتی ہیں۔"

وجیہہ نے معاذ کے عمل پہ خاطر کبیدہ ہوتے اسے تنبیہہ کی۔ اس کی سوئی اسی بات پہ اٹکی تھی۔ وہ آدمی پیسے لے کر چلتا بنا۔ معاذ نے اپنے آفس سے ایک ڈرائیور کو فون کر کے مطلوبہ جگہ پہ پہنچنے کا کہا۔

"چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ اپنے پاس منہ بسور کر کھڑی وجیہہ سے مخاطب ہوا جو اس کے کہنے پہ پیر پٹختے اپنی گاڑی کی جانب بڑھی۔

"بیوقوف لڑکی میری گاڑی میں بیٹھو۔ تمہاری گاڑی کی مرمت کروانے والی ہوئی ہے۔"

اس کا بازو پکڑ کر رخ تبدیل کرتے اس نے خود کو کوسا۔

دل ہی دل میں وہ اس کی مرمت کرنے کا بھی سوچ رہا تھا۔

"آپ کا بہت شکریہ مگر میں خود ہی چلی جاوں گی۔"

اس کو بیوقوف کہے جانا اسے بالکل بھی پسند نہیں آیا۔ اس لیے ناراضی دکھائی۔

"چلو کہ میں چچا کو تمہاری عقل کے قصے سناوں۔"

اس نے دھمکی دی تو وہ سیدھی ہوئی۔

"مگر میری گاڑی؟"

وہ اپنی پسندیدہ کار کو پیار سے دیکھتے ہوئے یوں بولی جیسے معاذ اس کی گاڑی کو غنڈوں کے حوالے کرنے والا تھا۔

"کہیں نہیں جاتی تمہاری کار۔ ڈرائیور آ کر اس کو مرمت کروانے لے جائے گا پھر تمہارے گھر پہنچا دی جائے گی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے تسلی بخش جواب پہ وہ اس کی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے اندر جا بیٹھی۔ دوسری جانب کا دروازہ کھولے وہ گاڑی میں آ کر بیٹھا۔ اتنی دیر میں ڈرائیور اس جگہ پہ پہنچ چکا تھا۔ معاذ نے اندر بیٹھے ہی اس کو سارا کام سمجھایا اور پھر گاڑی زن سے لے گیا۔ پورا راستہ وہ عجیب ہی صورتحال میں رہا۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اس جگہ پہ آیت بیٹھی تھی اور اب اس جگہ پہ وجیہہ۔۔۔۔

اس کا دل خوف سے دھڑکا۔

"آپ نے مجھے جھوٹا ڈلوا دیا۔"

وہ ناراض سی اس سے مخاطب ہوئی۔ وہ جو اپنی ہی سوچوں میں مگن تھا اس کی بات پہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تو وہاں کونسا تمہاری سچائی کا امتحان لیا جا رہا تھا۔ جس میں ٹاپ کر کے تمہیں میڈل سے نوازا جانا تھا۔"

وہ چڑتے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہر وقت تپے ہی رہتے ہیں۔پتا نہیں کیا کھاتے ہوں گے۔"

اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے اس نے برہمی کا اظہار کیا۔

"پتا نہیں میں تمہیں معصوم کیسے سمجھ بیٹھا۔"

اس نے ہلکی آواز میں کہا مگر وجیہہ کے کانوں نے مکمل ہوش میں سنا۔

"تو کیا میں معصوم نہیں ہوں۔"

اپنی گہری بھوری آنکھوں کو ٹپٹپاتے وہ معصومیت سے گویا ہوئی جس پہ اس نے ایک پل اس کی جانب دیکھا۔وہ بلاشبہ بہت خوبصورت تھی اور ایسے بولتی ہوئی تو بے حد حسین لگ رہی تھی۔اگلے ہی پل وہ سر جھٹکتے ساری توجہ ڈرائیونگ پہ مبذول کر گیا۔

ان کی فیملی میں سب کزنز ایک دوسرے سے کافی فرینک تھے۔مگر وہ ہمیشہ وجیہہ سے ذرا دوری ہی برتتا تھا۔شاید اندر کہیں اسے اس بات کا ڈر تھا جو وقوع پذیر ہو چکا تھا۔یعنی کہ اس کا رشتہ۔۔۔

☆☆☆

صالح اپنی آپا اور بھانجے کو لیے آئس کریم پارلر آیا اور گاڑی کو پارکنگ میں کھڑا کرنے لگا۔

آپا اور عبداللہ گاڑی سے باہر اتر چکے تھے اور اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنی دیر میں ان کے پاس ہی ایک رکشہ آ کر اترا جس میں سے وہ اپنی فیملی کے ہمراہ باہر نکلی۔ رکشہ والے کو کرایہ دے کر وہ اندر بڑھنے لگی کہ ایک آواز پہ اس کے قدم تھم گئے۔ وہ جو اپنی آپا کو اندر چلنے کا بول رہا تھا۔ اس کی آواز آیت کو دنیا کی پسندیدہ آوازوں میں سے ایک محسوس ہوتی تھی۔ وہ کیسے اس آواز کو نہ پہچانتی۔

اس نے رخ موڑ کر اس جانب دیکھا جہاں سے آواز آئی تو اس کو ایک عورت اور بچے کے ساتھ پایا۔

"چلو بیٹا۔"

اپنی والدہ کی آواز پہ وہ اپنی نگاہوں کا رخ موڑ گئی۔

"ارے آپ؟"

Clubb of Quality Content

نوشین نے آیت کو دیکھ لیا تھا اور وہ اس کو بخوبی پہچان بھی چکی تھی۔ صالح کی نظر اس لڑکی جانب اٹھی اور ایک نگاہ ڈال کر وہ نگاہیں پھیر گیا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

آیت نے مسکراتے ہوئے ان سے استفسار کیا ساتھ میں اپنی ماما کو بھی ان کا حوالہ دے دیا۔ کہ کیسے وہ ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ ابھی اس واقعہ کو ایک ہی تو دن ہوا تھا۔ اتنی جلدی تو وہ ایک دوسرے کو نہیں بھول سکتی تھیں۔

"میں بالکل ٹھیک۔ آپ بتائیے آپ کی دوست کو تحائف پسند آگئے تھے؟ اور یہ آپ کی ماما ہیں؟ آہ۔۔۔ آپ تو ہماری ہی کالونی میں رہتی ہیں نا آنٹی جی۔ تیمور کی والدہ کی وفات پہ میں آپ سے مل چکی ہوں۔"

انہیں آیت کی ماما کو دیکھتے ہی ان سے ہوئی اپنی سابقہ ملاقات یاد آگئی۔

"بیٹا رہتے تو ہم آپ کی کالونی میں ہی ہیں مگر کافی فاصلے پہ۔"

وہ بھی غالبا نوشین کو پہچان چکی تھیں۔

"آنٹی آپ نے دوبارہ کبھی چکر ہی نہیں لگایا۔اور آپ کی بیٹی سے تو میں کبھی بھی نہیں ملی۔"

"بیٹا بس اس کے بابا کی طبیعت خراب رہنے لگی ہے ان کی دیکھ بھال اور پھر عنایہ بھی تو چھوٹی ہے۔اور رہی بات آیت کی تو وہ کالج پڑھانے جاتی ہے بس اسی لیے کہیں آتی جاتی نہیں۔" وہ وہیں کھڑی نوشین کو پوری تفصیل بتانے لگیں۔ایک تو عورتوں کی ہر جگہ باتیں کرنے کی عادت۔

"آیت کس کالج میں پڑھاتی ہو؟"

وہ اس سے مخاطب ہوئیں جو صالح کے ہاتھوں میں موجود گاڑی کی چابیوں پہ نگاہیں ٹکائے ہوئے تھی۔ان کی بات پہ ہڑبڑا کر آیت نے ان کو اپنے کالج کا نام بتایا جس پہ وہ خوشگوار حیرت کا شکار ہوئیں۔

"ارے صالح بھی تو اسی کالج میں پڑھاتا ہے۔"

ان کی تو خوشی دیدنی تھی۔ آیت کن اکھیوں سے ان کے پاس کھڑے صالح کو دیکھ رہی تھی جو بظاہر تو یہاں موجود تھا مگر اس کا دھیان ان کی جانب نہیں تھا۔ وہ دوسری طرف پہ موجود درختوں کو محویت سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے باقی سب کچھ دھندلا ہو۔

"ماموں چلیں نا۔ مجھے آئس کریم کھانی ہے۔"

چھوٹا عبداللہ اس کا ہاتھ تھامے اس کو اندر چلنے کا کہنے لگا۔

"آپا؟"

وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا جو باقاعدہ اب آیت سے گپیں لگا رہی تھیں۔ اور انہیں یہ بھول چکا تھا کہ وہ عبداللہ کی ضد پہ آئس کریم کھانے آئے ہیں۔

"ارے صالح۔ دیکھو تو آیت بھی تمہارے کالج میں ہی پڑھاتی ہے۔"

وہ اس کو آگاہ کر رہی تھی جو پہلے سے یہ بات جانتا تھا۔ ہاں البتہ وہ اس کے نام سے واقف نہیں تھا جو اب جان گیا تھا۔

"آپا عبداللہ ضد کر رہا ہے۔"

سوال گندم جواب چنا۔۔۔وہ کیا کہہ رہی تھیں اور وہ کیا جواب دے رہا تھا۔

"آیت بھی اپنی فیملی کے ساتھ آئس کریم کھانے کے لیے آئی ہے۔چلو اکٹھے ہی اندر چلتے ہیں۔"

وہ ان کے پیچھے پیچھے اندر کی جانب آیا۔اندر ٹیبل کے پاس پہنچ کر انہوں نے آیت کو بھی اپنے ٹیبل پہ بیٹھنے کی پیش کش کی۔جس پہ وہ شش و پنج کا شکار ہو گئی۔

"صالح تم عبداللہ کے ساتھ دوسرے ٹیبل پہ بیٹھ جاو۔"

وہ تو اپنی آپا کے بدلتے روپ کو دیکھ کر ہی حیران رہ گیا۔عجیب لڑکی تھی ایک منٹ میں اس کی آپا کے دل میں اپنی اتنی جگہ بنا گئی کہ وہ اسے۔۔۔اپنے لاڈلے بھائی کو دوسری میز پہ بیٹھنے کا کہہ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔"

وہ خاموشی سے عبداللہ کو لیے دوسرے ٹیبل کی جانب چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد آیت اپنی ماما کے اشارے پہ ٹیبل کے پاس موجود کرسی گھسیٹتے بیٹھ گئی۔آئس کریم آنے میں

ابھی وقت تھا۔ وہ باتوں میں مشغول تھیں جب اچانک عنایہ اس کی گود سے اترتے صالح کے پاس چلی گئی۔ اور آیت ہونقوں کی طرح اس کو دیکھنے لگی۔ وہ تو معاذ کے پاس بھی نہیں جاتی تھی وہ کیسے ایک اجنبی کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ شاید وہ اس اجنبی کے پاس موجود کچھ دیکھ کر ہی اس کے پاس گئی تھی۔

"یہ میں لے لوں؟" اس کے پاس بیٹھتے اپنے پیارے اور گول مٹول ہاتھوں سے اس کی کی چین پکڑتے وہ بہت معصومیت سے بولی کہ صالح کو اس پہ بے اختیار پیار آیا۔ وہ بہت انہماک سے کبھی کی چین کو دیکھتی تو کبھی اس کو۔ صالح نے اس کے پھولے گال کو پیار سے کھینچا اور پھر ہاں میں سر ہلایا۔ اس پہ اس نے صالح کو آگے ہونے کا اشارہ کیا۔ وہ آگے کو ہوا تو اس نے بھی اپنے نرم ملائم ہاتھوں سے اس کے گال کو کھینچا جس پہ وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔ نوشین اور آیت محبت پاش نگاہوں سے اس منظر کا دیدار کر رہے تھے۔ دونوں کو ہی صالح کو مسکراتا دیکھ خوشی ہوئی تھی۔

"آپ میری دوست بنو گی؟"

صالح نے اپنا ہاتھ آگے بڑھائے اس سے دوستی کی آفر کرتے اجازت طلب کی۔

"میں آپا سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

وہ بہت سمجھداری سے بولی۔ اور اس کی بات پہ صالح نے اس کی آپا کی جانب دیکھا تو وہ اس کی نگاہ اپنی جانب محسوس کرتے فورا نگاہیں موڑ گئی۔ نوشین نے یہ سارا منظر دیکھتے ہوئے ان کے جوڑ کی دعا کی۔

"آپا۔۔۔ آپا"

سفید رنگ کی فراک پہنے گھنگھریالے بالوں کی پونی بنائے وہ کیوٹ سی عنایہ بھاگتے ہوئے اس کی جانب آئی۔

"جی آپا کی جان"

"آپا وہ کہہ رہے ہیں کہ میں ان کی فرینڈ بن جاوں۔"

وہ صالح کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"آپ ان کو فرینڈ بنانا چاہتے ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آیت کی بات پہ اس نے زوروں سے ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ کو وہ اچھے لگے؟"

اس پہ عنایہ نے پھرتی سے ہاں کہا۔

"کر لو دوستی۔"

اب وہ کیا بتاتی کہ وہ صرف عنایہ کو ہی نہیں اس کی آپا کو بھی بہت اچھا لگتا ہے۔

وہ پھر سے بھاگتے ہوئے صالح کے پاس آئی جو اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"فرینڈز"

اس نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ اس کے آگے بڑھایا جس کو صالح نے تھامتے ہوئے اس سے دوستی قبول کی۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

صالح نے اس معصوم گڑیا سے پوچھا جو بالکل اپنی آپا جیسی تھی۔

"عنایہ۔ اور آپ کا کیا نام ہے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"صالح"

"واو آپ کا نام تو بہت پیارا ہے۔"

اصولا تو یہ تعریف صالح کو اس کے نام کے بارے میں کرنی چاہئے تھی مگر کر وہ رہی تھی۔

"میں آپ کو کیا بلایا کروں؟"

اس نے پریشانی سے پوچھا۔ جیسے وہ تو روز ہی ملنے والے ہوں۔

"امم۔۔۔ آپ مجھے بھائی بلانا۔" صالح نے دو پل سوچ کر جواب دیا۔

"پر میرا بھائی تو آپ سے بہت چھوٹا ہے۔"

ایک نیا معرکہ پیش آ گیا۔

"میں آپ کا بڑا بھائی ہوں۔"

"ریان بھائی بھی تو میرا بڑا بھائی ہے۔"

ہائے رے اس کی معصومیت!

"تو میں ریان سے بڑا بھائی ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پھر میں آپ کو بگ برادر بلاوں گی۔"

اس نے مشکل کا حل پیش کیا۔ وہ تو اس کی ذہانت پہ عش عش کر اٹھا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ چلو اب آئس کریم کھا لو ورنہ پگھل جائے گی۔"

وہ آئس کریم کا کپ اس کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ جس پہ وہ آئس کریم کھانا شروع ہو گئی۔ وقفہ وقفہ سے وہ اس سے کوئی ایسی بات کرتی کہ صالح مسکرا اٹھتا۔ اور اس کو مسکراتا دیکھ نوشین کا دل سکون سے بھر جاتا۔

صالح نے گاڑی کی چابی کو الگ کرتے کی چین عنایہ کے حوالے کی۔ اس کے پھولے گالوں کو کھینچ کر اسے تھوڑا سا تنگ کیا۔ وہ ہنستی مسکراتی واپس اپنی آپا کے پاس آ گئی۔

آئس کریم کھانے کے بعد وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو ہو لیے۔ مگر نوشین اور آیت نمبر ایکسچینج کرنا نہیں بھولے تھے۔

☆☆☆

وہ وجیہہ کو لیے حمدانی صاحب کی کوٹھی پہنچا جو خوبصورتی اور دلکشی میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی تھی۔ ان کی کوٹھی کی سب سے خوبصورت بات یہ تھی کہ یہ مکمل سیاہ رنگ کی بنائی گئی

تھی۔ حتی کہ اپنی لاڈلی بیٹی کی فرمائش پہ سیاہ گلاب کا ایک پودا بھی لان کی زینت بنایا تھا جس کی دیکھ بھال وجیہہ خود کیا کرتی تھی۔ اس نے گاڑی کا ہارن دیا تو گارڈ نے گیٹ کھول دیا۔ وہ گاڑی کو پارکنگ لاٹ تک لایا۔ ابھی اس نے انگنیشن سے چابی نکالی ہی تھی کہ وجیہہ میڈم پھرتی سے گاڑی سے باہر تشریف فرما ہوئیں۔ شاید وہ کچھ ایسا دیکھ چکی تھی کہ اس کا یہ عمل بے ساختہ ہوا۔ وہ تیزی سے لان میں آئی اور دیکھا کہ اس کا سیاہ گلاب کا پودا زمین بوس ہوا پڑا تھا۔ اس پہ موجود ایک اکلوتا سیاہ پھول اپنے ہاتھوں میں اٹھائے وہ نہایت افسردہ ہوئی۔ معاذ نے اس کو دیکھا تو وہ آنسو بہانا شروع ہو چکی تھی۔ شاید اسے یہ پودا بہت پسند تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا ہوا وجیہہ؟"

اس نے یوں پوچھا گویا اچانک ایسا کیا ہو گیا کہ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"یہ میرا پسندیدہ پودا تھا۔ بابا نے ترکی سے اس کے بیج امپورٹ کروائے تھے۔ میں نے خود لان میں اس کو اپنے ہاتھوں سے بویا۔ ہر روز اس کی دیکھ بھال کرتی۔ مالی انکل کو اس کو

ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ یہ میرے لیے ایک چھوٹے بچے کی مانند تھا جس کو پروان چڑھایا اور اب یہ ضائع ہو گیا۔"

بتاتے بتاتے وہ مزید رونا شروع ہو چکی تھی۔ اسے تو لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہی وجیہہ ہے جو چند منٹ قبل گاڑی والے کے ساتھ بحث و مباحثے میں مصروف خاصی رعب دار شخصیت کی مالکہ دکھ رہی تھی۔

"وجیہہ یہ صرف ایک پودا ہے۔ اس میں اتنا رونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

وہ اپنے تئیں اس کو تسلی کے الفاظ سے نواز رہا تھا۔

"جانتے ہو معاذ جس سے لگاؤ ہو نا وہ کبھی بھی بے وقعت نہیں ہوتا۔ پھر چاہے انسان ہو، پھول ہو یا کوئی بے جان چیز۔"

وہ سیاہ پھول کی پنکھڑیوں کو نرمی سے اپنی مومی انگلیوں سے سہلاتے ہوئے بولی۔

"اچھا چلو اٹھو اندر چلو۔"

وہ اس کے پاس کھڑا اس سے مخاطب ہوا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔ مٹی والے ہاتھوں سے اپنے آنسو صاف کیے تو چہرہ کچھ میلا ہو گیا۔

"تم تو روگ ہی لے کر بیٹھ گئی ہو۔"

اسے اس کا ایک پھول کے لیے اتنا حساس ہونا بالکل پسند نہیں آیا۔

"میں اپنے سے منسلک چیزوں کے معاملے میں بہت نازک ہوں معاذ۔"

وجیہہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے جتایا۔ اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جس پہ وہ نگاہیں جھکا گیا۔ تو کیا وہ جانتی ہے کہ معاذ کو اس سے منسلک کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہوا۔ وجیہہ یہ سب ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔ وہ کیا کرے؟

وہ گہری سوچ میں غرق تھا جب گھر کے اندر سے وجیہہ کی بھابھی نوال باہر آئیں۔

"ارے معاذ آیا ہوا ہے۔ کیسے ہو؟"

وہ خوش دلی سے اسے سے مخاطب ہوئی۔

"میں ٹھیک ہوں بھابھی۔ آپ بتائیے۔" اپنی سوچوں پہ بند باندھتے وہ مسکرا کر ان سے ملا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ وجیہہ یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

وہ اس سے مخاطب ہوئی جو لان کی گیلی مٹی پہ بیٹھی اپنے پھول کو تھامے ہوئے تھی۔ نوال کے بلانے پہ وہ نیچے سے اٹھی۔

"بھابھی میرا پودا کیسے خراب ہوا؟"

اس نے نم لہجے میں استفسار کیا۔

"آہ وجیہہ تم رو رہی ہو۔ میری جان دراصل ہمسایوں نے جو کتا پالا ہوا ہے وہ یہاں آ گیا تھا اور پودا توڑ گیا۔ میں نے گارڈ کو بھی ڈانٹا کہ اس نے دھیان کیوں نہیں دیا۔"

وہ اس کے گرد اپنے بازو حائل کیے اس کو ساری بات تفصیل بتاتی گئی۔ گھر میں سب واقف تھے کہ وہ پودا وجیہہ کو کتنا عزیز ہے۔

"اب رونا نہیں۔ ڈیڈ کو کہہ دینا وہ تمہیں ایسا ہی پودا منگوا دیں گے۔"

"پر بھابھی وہ اس جیسا تو نہیں ہو گا نا۔"

اس کی اس چھوٹی سی بات نے معاذ کو اندر تک جھنجھلا چھوڑا تھا۔ وہ بہت بڑی مصیبت میں پھنس چکا تھا۔

"معاذ اندر آجاو۔ اور وجیہہ کی جانب سے میں معذرت کرتی ہوں یقینا اس نے اپنے پودے کو دیکھنے کے بعد تمہیں اندر چلنے کو نہیں کہا ہو گا۔"

انہوں نے نرم لہجے میں اپنی نند کی کوتاہی کی صفائی دی تو وہ خجل ہوا۔

"کوئی مسئلہ نہیں بھابھی۔ وہ دراصل وجیہہ کی گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ اور میں وہی سے گزر رہا تھا تو ڈرائیور کے ہاتھ گاڑی مرمت کے لیے بھجوادی اور اسے چھوڑنے میں خود آ گیا۔"

جانے کیوں وہ اس معصوم کا کارنامہ ان کے گوش گزار نہیں کر سکا۔ وجیہہ تو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن بے یقینی سے اس کو دیکھنے لگی۔ اسے تو یہی محسوس ہوا تھا کہ وہ یہ بات ضرور ان کو بتادے گا۔

"اچھا اب کھانا کھا کر جانا۔ اندر آجاو۔"

"نہیں بھابھی میں ابھی گھر جاوں گا۔"

وہ معذرت خواہ لہجے میں گویا ہوا۔

"معاذ بات مان جایا کرو۔ اندر چلو شاباش"

وہ اصرار کرنے کی بجائے رعب سے اس سے مخاطب ہوئی جس پہ اس نے اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے۔ نوال سب سے آگے اندر کو جا رہی تھی اور معاذ ان کے پیچھے تھا۔ ابھی وہ چار سے پانچ قدم ہی چلا تھا جب اسے اپنے قریب ایک سرگوشی سنائی دی۔

"تھینکس معاذ"

اس نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔ کیونکہ اگر آج معاذ صبح والا واقعہ بتا دیتا تو اسے کم از کم ایک ماہ تک ڈرائیونگ سے ہاتھ دھونا پڑ جاتا۔ اور یہ اس سے قطعا برداشت نہ ہوتا۔ حمدانی صاحب اس کو لے کر ویسے ہی بہت حساس تھے۔

"آئندہ مجھے دوبارہ تم کسی سے بحث کرتی نہ ملو۔"

نوال اب اندر پہنچ چکی تھی جب کہ وہ گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑے ہو چکے تھے۔

"مطلب میں بحث کر سکتی ہوں بس شرط یہ ہے کہ تم وہاں موجود نہ ہو۔"

وہ شرارت سے گویا ہوئی تو اس کو اچھی خاصی تپ چڑھی۔

"آئندہ مجھے تم کہہ کر نہیں بلانا۔"اس نے انگلی اٹھا کر تاکید کی جس کو وہ ہوا میں اڑا گئی۔

وہ تو بلا دھڑک اس کا نام لیا کرتی تھی اور اسے تم اور تو کہہ کر بھی مخاطب کر لیا کرتی تھی۔وہ حیران ہوتا تھا کہ وہ اس سے چھ سال چھوٹی تھی مگر پھر بھی اس کا نام لیتی تھی اور کوئی اس کو منع بھی نہیں کرتا تھا۔

"چچا نے تمہیں بہت سر چڑھا رکھا ہے۔"

وہ تپے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں تو میں ہوں ہی ایسی کہ مجھے عزت سے پیار سے رکھا جائے۔"

دھیمے سروں میں کہتے وہ اسے اپنی اہمیت سے آگاہ کرنے لگی۔

"بہت خوش فہمی ہے۔"

اس نے طنزیہ کہا۔

"اوہوں۔۔۔خود شناسی ہے۔"اس نے اترا کر کہا اور وہ لاجواب ہوا۔

ناولز کلب
Clubbed Quality Content

"اب اندر بھی چلے جائیں معاذ"

آخر میں خاصے زور سے اس کا نام لیتے وہ اندر کو بھاگی۔

"بیوقوف لڑکی۔" زیر لب اسے خطاب دیا۔

اسے تو اپنے اس دن والے الفاظ پہ حیرت ہو رہی تھی جب وہ اس کو معصوم کہہ گیا تھا۔ شاید پہلے کبھی وجیہہ اس سے اتنے شوخ انداز میں بھی نہیں ملی تھی۔

☆☆☆

اس کی گاڑی کالج سے واپس گھر کی جانب سڑک پہ رواں دواں تھی جب اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے موٹر سائیکل کی ٹکر کے باعث ایک بچہ زمین پہ گرا۔ بائیک والا فوراً وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔ وہ سرعت سے گاڑی سے باہر نکلا اور اس بچے تک پہنچا جس کا سر زمین پہ لگ جانے کے باعث خون آلود ہو رہا تھا۔ اس بچے کے مسلسل ہاتھ پیر ہلانے اور واویلا کرنے سے اسے اندازہ ہوا کہ وہ بچہ ذہنی طور پہ معذور ہے۔ گو کہ ابھی اسے کنفرم نہیں تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ بچہ تکلیف کے باعث ایسا کر رہا ہو۔ لوگ اس بچے کے قریب جمع ہونے لگے۔ اتنی دیر میں ایک سیاہ عبایہ میں ملبوس عورت بھاگتے ہوئے حادثہ والی جگہ پہ پہنچی۔

بچے کو دیکھتے ہی وہ تڑپ کر اس کے پاس زمین پہ بیٹھتے اس کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔ صالح کی مکمل توجہ اس بچے کے وجود پہ تھی۔ ایک خیال کے تحت اس نے اس عورت کو مخاطب کیا۔

"ہمیں فوراً اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہو گا تاکہ خون کے ضیاع کو روکا جا سکے۔"

اس عورت نے اس کو دیکھے بغیر اثبات میں گردن ہلائی۔ نقاب سے جھانکتی سیاہ آنکھوں سے آنسو لگاتار بہہ رہے تھے۔ اس نے کچھ لوگوں کے سہارے اس بچے کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ لٹایا کیونکہ وہ اکیلا بچہ اس سے قابو نہیں ہو رہا تھا۔ اور اس کی ماں تو گویا سن کھڑی تھی۔

"آپ پلیز بیٹھ جائیں۔ ہسپتال قریب ہی ہے آپ مجھ پہ بھروسہ کر سکتی ہیں۔"

وہ نگاہیں جھکائے اس عورت سے مخاطب ہوا۔ جس نے اب جا کر ذرا ٹھہر کر اس کو دیکھا۔ اور چند لمحوں میں ہی اسے اپنا کھڑا ہونا مشکل لگنے لگا۔

وہ بے یقینی کی کیفیت میں گھری ساکت و جامد کھڑی رہی۔

یہ کیسا اتفاق تھا؟

قسمت اس کو آج اس کے روبرو لے آئی تھی۔

"جلدی بیٹھ جائیں ورنہ خطرہ بڑھ سکتا ہے۔"

وہ اس کے بیٹھنے کے انتظار میں تھا جو غائب دماغی سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ اپنے بیٹے کے ہمراہ بیٹھ گئی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا اور گاڑی کو تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ہسپتال کی جانب موڑ کاٹا۔ اس عورت کے رونے کی آواز، اس کی خاموش سسکیاں اس کو تکلیف پہنچا رہی تھیں۔ یہ آواز اسے جانی پہچانی معلوم ہو رہی تھی مگر وہ اس صورت حال میں کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔

"اس رومال کو بچے کے سر پہ چوٹ کے مقام پہ دبا کر رکھیں تاکہ زیادہ خون نہ بہے۔"

اس نے ایک رومال پیچھے کی جانب بڑھاتے ہوئے اسے ہدایت دی جو اپنے ایک ہاتھ کو اس بچے کے زخم پہ رکھتے دوسرے سے اس کے ہاتھ پکڑے اس کو سنبھالنے کی کوشش میں نڈھال ہو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ سے رومال اپنے کانپتے ہاتھوں میں لیتے اس نے فورا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

زخم کے اوپر رکھا۔اس کی زبان بولنے سے قاصر تھی۔وہ خاموش آنسو بہاتے ہوئے دل ہی دل میں پوری شدت سے دعائیں مانگتی جا رہی تھی۔

ہسپتال پہنچ جانے پہ وہ گاڑی سے باہر آیا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔وہ عورت اس کا اشارہ سمجھتے باہر آئی۔صالح نے اس بچے کو اپنے مضبوط بازوؤں سے تھامتے ہوئے باہر نکالا اور سٹریچر پہ لٹاتے اس کو دھکیلتے ایمرجنسی وارڈ میں لایا۔وہ عورت کمرے کے باہر موجود بنچ پہ بیٹھی مسلسل کچھ پڑھنے میں مصروف تھی۔وہ جانتی تھی کہ اس کا بیٹا ٹھیک ہو جائے گا۔مگر کیا سچ میں؟

دور کھڑے صالح پہ نگاہیں ٹکائے وہ اس کے ایک ایک نقش کو دیکھتی جا رہی تھی۔سیاہ رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس،آستینوں کو کہنیوں تک موڑے،بائیں ہاتھ میں رسٹ واچ پہنے وہ بہت خوبرو دکھ رہا تھا۔

وہ بالکل بھی نہیں بدلا تھا یا شاید بالکل ہی بدل چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صالح نے بل جمع کروایا اور اسی وقت ایک ڈاکٹر وہاں آیا جس سے بغل گیر ہونے کے بعد اس نے چند لمحے اس سے بات کی اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ وہ اس کو جاتا ہوا دیکھنے لگی۔ وہ اس کو روکنا چاہتا تھی، اس کو بغیر پلک جھپکے تکنا چاہتی تھی مگر اس کے پاس اس کو روکنے کے لیے نہ تو الفاظ کا ذخیرہ موجود تھا اور نہ ہی شاید وہ کوئی حق رکھتی تھی۔ وہ آج بھی ایک ہمدرد انسان تھا۔ جسے ہر انسان کی تکلیف سے فرق پڑتا تھا۔

ایک پل کو وہ اندر وارڈ میں موجود اپنے بیٹے کو بھلا چکی تھی۔ کتنے سالوں میں یہ پہلی بار ہوا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو بھول چکی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆

وہ گھر آیا تو اسے اپنی چھوٹی بھابھی اپنی امی اور بہن کے ہمراہ لاونج میں بیٹھی نظر آئیں۔ ان کو سلام کر کے وہ بالائی منزل کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ایک وجود کی تیز نگاہوں نے اس کے غائب ہو جانے تک اس کو دیکھا۔ پھر فون میں مشغول اپنی بیٹی سے مخاطب ہوئی۔

"زارا یہ تیرے جیٹھ کی منگنی کیوں ٹوٹ گئی؟"

وہ دوبارہ اس سے صالح کی بابت استفسار کر رہی تھیں۔

"مجھے نہیں پتا امی۔"

اس نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے جواب دیا۔اس کو ویسے بھی گھر کے افراد اور معاملات میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔

"تو اسی گھر میں رہتی ہے اور پھر بھی کچھ نہیں پتا۔"

وہ اس کو ڈپٹنے والے انداز میں بولیں۔

"ہاں تو میں نے کیا کرنا ہے ان کی مخبریاں کر کے۔ کرتے رہیں جو کرنا ہے۔"اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

اچھا ہی تو کر رہی تھی وہ۔ کسی کی زندگی میں بے جا مداخلت نہ کرنا بھی کمال ہوتا ہے۔

"بیوقوف لڑکی تو اگر اس سے بنا کر رکھے گی تو تیری بہن کا بھی بھلا ہو جائے گا۔"

وہ شاطرانہ انداز میں دھیمی سرگوشی کرتے ہوئے اسے مشورہ دینے لگیں۔

"ہیں ہیں۔۔۔ سدرہ کا بھلا کیسے ہو گا؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اپنی امی کی بات پہ جہاں زارا حیرت سے صوفہ سے ٹیک چھوڑتے اور فون پرے کرتے بیٹھی وہیں سدرہ کے پاپ کارن کھاتے ہاتھ بھی یک دم رکے۔

"اتنا خوبرو ہے تیرا جیٹھ۔ کنوارا بھی ہے اور اچھا خاصا کماتا بھی ہے۔ اگر اپنی سدرہ کی شادی اس سے ہو جائے تو تم دونوں مل کر یہاں راج کرنا۔"

اپنی والدہ ماجدہ کے عظیم مشوروں سے مستفید ہوتے وہ دونوں گہری سوچوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوئیں۔

"پر امی جہاں تک میں نے سن رکھا ہے اسے شادی کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"یہی تو پتا کر کہ آخر اس کے پیچھے ماجرا کیا ہے؟ کہیں کسی لڑکی کا چکر تو نہیں جو وہ ٹال مٹول کا بہانہ کر رہا ہے کہ لڑکی مان جائے پھر ہی شادی کی خواہش کا اظہار کرے۔"

"ہاں تو اگر ایسا ہے تو میں اس میں کیا کر سکتی ہوں؟"

اسے صالح کی نجی زندگی کے معاملات میں شامل ہونے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔

"تمہیں صرف حسن ہی ملا ہے۔ عقل نام کی شے بھی موجود نہیں ہے تم میں۔"

وہ گویا اس کی عقل پہ ماتم کر رہی تھیں۔ کہاں وہ چاہتی تھیں کہ دونوں بیٹیاں ایک ہی گھر رہیں ویسے بھی زارا کی لو میرج کی وجہ سے وہ کافی خوش کن زندگی بسر کر رہی تھی۔ زارا بلاشبہ ایک خوبصورت لڑکی تھی لیکن اس کے برعکس سدرہ ایک عام نین نقوش والی گندمی رنگت کی حاملہ لڑکی تھی۔ اس کے لیے صالح جیسا مرد انہیں کوہ نور سے بھی بڑھ کر لگا۔ وہ اس ہیرے کو اپنی بیٹی کے تاج میں سجانے کی خواہاں تھیں۔ سدرہ کو بھی اس پہ کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس کے خیال میں صالح منصور جیسے مرد کو کون انکار کر سکتا تھا؟

"امی مجھے بیوقوف نہ کہا کریں۔"

وہ ساری باتیں کنارے سے لگاتے اپنی کم عقلی والی بات پہ منہ بسور گئی۔ آخر کسی عورت سے یہ برداشت ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کو کم عقل کہے؟

"تو اور کیا کہوں؟ لاٹری کی ٹکٹ ہے یہ لڑکا۔ کوشش کرو کہ اسے سدرہ کے لیے قائل کر لو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اتنی دیر میں شائستہ کچن کی جانب بڑھتی دکھائی دی تو وہ اپنی اپنی جگہ خاموش ہو گئیں۔ وہ کچن میں کھانا پکانے کے لیے آئی تھی اور اسے پھر افسوس ہوا کہ اس کی نکمی دیورانی جو کہ سدا کی کام چور تھی اس نے ماں بہن کے لیے بھی محض پاپ کارن ہی بنائے تھے۔

"عجیب لڑکی ہے بھئی۔ پتا نہیں اس کی ماں اس کو دو لگاتی کیوں نہیں۔"

بڑبڑاتے ہوئے اس نے فریج سے فروسٹ گوشت کا پیکٹ نکال کر اسے ڈی فروسٹ ہونے کے لیے رکھ دیا۔ پھر کسی خیال کے تحت فریج سے کباب نکالے جو اس نے اپنے شوہر اور بچوں کے لیے فریزر سے نکال کر رکھے تھے۔ ان کو تیل میں فرائی کر کے ساتھ میں ساس اور کیچپ رکھتے وہ ان کے پاس آئی۔

"آنٹی آپ کو بھوک لگ رہی ہو گی۔ یہ چکھ کر بتائیں کیسے بنے ہیں۔"

نرمی سے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے شائستہ نے ان کو کباب پیش کیے۔ زارا کی شادی کو ایک سال ہونے والا تھا اور پانچ ماہ بعد ہی اس نے کچن الگ کرنے کو کہہ دیا تھا۔ کیونکہ اس طرح ایک دن اس کی ڈیوٹی ہوتی اور دوسرے دن شائستہ کی اور وہ ٹھہری سدا کی کام چور

سو اس نے شہروز کے سامنے رونا دھونا کر کے اور اپنی رنگت کے ماند پڑ جانے کا خدشہ ظاہر کرتے کچن الگ کروالیا تھا۔ اور وہ دن جائے اور آج کا دن کہ یہ میڈم ہفتہ میں بمشکل دو دن کھانا بناتی تھی اور بیچارے شہروز کو کبھی شائستہ ناشتہ بنا کر دیتی تو کبھی وہ خود بنا لیتا۔

"بہت شکریہ بیٹی اور کباب تو دیکھنے میں ہی بہت مزے کے لگ رہے ہیں۔"

"چکھ کر بتائیں نا آنٹی بعض اوقات ظاہری طور پہ دکھنے والی چیز ویسی ہوتی نہیں ہے جیسی وہ دکھائی دیتی ہے۔"

اس کا اشارہ اپنی دیورانی کی جانب تھا جو اس بات پہ اس کو سخت نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا آنٹی میں چلتی ہوں بچے آنے والے ہیں میں کھانا بنا لوں۔"

وہ وہاں سے چلی گئیں۔

"ذرا کوئی شرم نہیں ہے تم میں ویسے۔ جیٹھانی ہو کر اسے احساس ہو گیا اور تو ہے کہ پارپ کارن لا کر پکڑا دیے۔"

وہ کباب کا پیس منہ میں رکھتے اس کو صلواتیں سنانے لگیں۔

"امی میں پیزا آرڈر کر دیتی ہوں۔ بس تیس منٹ میں آجائے گا۔" اچانک اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"رہنے دے۔ اور اپنی جیٹھانی سے ہی کچھ کھانا بنانا سیکھ لے۔ اور جو تجھے کہا ہے اس پہ عمل کرنا شروع کر دے۔"

وہ صالح کی بات کا حوالہ دیتے سکون سے کباب سے انصاف کرنے لگیں۔

سدرہ اور اس کی امی نے شائستہ کے ہاتھ کے بنے مزیدار کباب کھا کر بے ساختہ اس کی تعریف کی۔ تعریف تو خیر زارا نے بھی کی مگر اپنے دل میں۔

☆☆☆

آیت کو ڈراپ کرنے کے لیے اس کے گھر کے باہر گاڑی کو بریک لگائی گئی۔

"معاذ بھائی آپ تو اب اندر ہی نہیں آتے۔"

وہ اس سے شکوہ کناں ہوئی۔ جب سے وہ اس کو پک اینڈ ڈراپ دے رہا تھا اس نے کبھی ان کے گھر کے اندر کا رخ نہیں کیا تھا۔

"بس مصروفیت ہے نا۔ تمہیں ڈراپ کر کے میں گھر جا کر آرام کرتا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"تو اس مصروفیت میں تو پھر میں آپ کو تنگ ہی کر رہی ہوں نا۔"

اسے پھر گلٹ محسوس ہوا۔

"ارے نہیں ایسا نہیں ہے۔"

جواب برخستگی اختیار کیے ہوئے تھا۔

"پھر آپ آج اندر بھی آئیں گے۔ آپ کو پتا ہے ماما بابا بھی کئی بار آپ کا پوچھ چکے ہیں۔"

"تو تم ماموں اور ممانی کی بدولت کہہ رہی ہو۔"

وہ اس کو چھیڑتے ہوئے بولا۔

"ہاں کہہ تو میں ان کی وجہ سے ہی رہی ہوں۔"

وہ بھی سچے انداز میں بولی جس پہ معاذ کا کھلتا چہرہ پل بھر میں مرجھایا۔

"انسان کو اتنا سچا بھی نہیں ہونا چاہیئے۔"

وہ بدمزہ ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"انسان کو سچا اور کھرا ہی ہونا چاہیئے۔ تاکہ زندگی میں کبھی بھی وہ اپنے بولے جھوٹ کے باعث کسی عذاب میں نہ پھنس جائے۔"

"لگتا تو نہیں مجھے کہ تم کیمسٹری کی ٹیچر ہو۔ ایسے کوئی اردو کے فلسفے پیش کر رہی ہو۔"

"حقیقت بیان کر رہی ہوں معاذ بھائی۔"

اس کی بات پہ اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"چلو اندر چلتے ہیں۔ ماموں، ممانی سے مل لوں۔"

"بالکل چلیں۔"

معاذ نے گاڑی گیٹ کے باہر ہی لاک کی۔ آیت نے چابی سے دروازہ کھولا تو وہ دونوں اندر بڑھے۔ اس نے لاونج میں داخل ہوتے ہی سلام کیا۔ صوفوں پہ براجمان ان دونوں نے اس کے سلام کا بیک وقت جواب دیا۔ ان کے چہروں پہ اس کو دیکھ کر خوشی در آئی۔ اس نے دونوں سے پیار لیا۔ اور ان کے سامنے والے صوفہ پہ براجمان ہوا۔

"اتنے دنوں بعد یاد آئی ماموں کی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مصطفی صاحب نے اپنے بھانجے سے شکوہ کیا۔

"ماموں آپ کو یاد تو کرتا ہی ہوں بس سوچا تھا کہ ماما کے ساتھ آوں گا۔"

"رخسانہ ٹھیک ہے برخوردار؟"

انہوں نے اپنی بہن کے متعلق استفسار کیا۔

"جی ماموں وہ ٹھیک ہیں۔ بس گھر کی مصروفیات میں چکر نہیں لگا پائیں۔ آپ بھی تو نہیں آتے ناں۔"

معاذ کے بابا اور آیت کے بابا کی آپس میں کم ہی بنتی تھی جس کے باعث ان کا ملنا جلنا کم تھا۔ مگر دونوں خاندانوں نے کبھی بھی اپنے بچوں کو اس فساد کا حصہ نہیں بنایا تھا۔ اور رخسانہ بیگم بھی اپنی مرضی سے اپنے بھائی کے گھر آتی جاتی تھیں۔

"بس بیٹا ریٹائرمنٹ کے بعد طبیعت ناساز رہنے لگی ہے۔ گاؤں جا کر زمینوں کی دیکھ بھال بھی دیکھنی ہوتی ہے۔۔۔۔"

"جب سے ملے ہیں گلے شکوے ہی دور نہیں ہو رہے آپ کے تو بھئی۔ موجودہ حال پہ بھی بات کر لیں۔"

ان کی اب تک کی گفتگو ملاحظہ کرتے ہوئے اس نے منطق سے بھرپور جواب دیا۔ کب سے وہ گلے شکوے سن رہی تھی۔

"یہ بھی درست ہے۔"

مصطفی صاحب نے بیٹی کی بات پہ اکتفا کیا۔

"اچھا تو سناو آفس ورک کیسا جا رہا ہے؟"

اب کی بار مصطفی صاحب نے موضوع تبدیل کیا۔

"شکوے نکلے ہیں تو کام کاج شروع ہو گیا۔"

آیت کو ان کی باتیں مزہ نہیں دے رہی تھی۔

"تم بتا دو کزن کہ ہم کیا باتیں کریں؟"

مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اس نے نہایت احترام سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کی شادی کی بات کرتے ہیں نا۔"

اس کی بات پہ معاذ کے ساتھ ساتھ مصطفی صاحب کو بھی جھٹکا لگا۔

"آیت!" مصطفی صاحب کو اس کی بات مہذب نہیں محسوس ہوئی۔

"بابا آپ پھوپھو سے کہیں نا ان کی شادی کروا دیں۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے کسی اپنے کی شادی میں شرکت نہیں کی۔"

وہ حسرت آمیز لہجے میں گویا ہوئی۔ اور یہ حقیقت ہی تو تھی کہ آیت کی ماما اکلوتی ہونے کے باعث رشتوں کی کمی کا شکار تھیں اور اس کے بابا کی بھی بس ایک ہی بہن تھی جن کا اکلوتا بیٹا معاذ تھا۔

Clubb of Quality Content

"بیٹا جب انہیں مناسب رشتہ ملے گا وہ شادی کر دیں گی۔ تم فکر نہیں کرو۔"

"پر بابا یہ تسلی بھی تو دیں نا۔ تاکہ میں شاپنگ شروع کر دوں۔ آخر کو ان کی بہن ہونے کے ناطے میں نے تو ڈھیر ساری شاپنگ کرنی ہے نا۔"

وہ پرجوش سی بولی۔

"کیوں برخوردار بہن کی حسرت پوری نہیں کرو گے۔"

مصطفی صاحب اس منجمند وجود سے مخاطب ہوئے جو ابھی تک آیت کی باتوں پہ سکتے میں تھا۔

"معاذ!"

انہوں نے دوبارہ اسے پکارا۔

"جج جی۔۔جی ماموں"

وہ ہکلایا۔

"آیت کہہ تو ٹھیک ہی رہی ہے۔اب تو گھر میں بہو آجانی چاہیے۔میری بہن کتنے عرصے سے سب سنبھال رہی ہے۔"

"جی"

اسے تو ان کی کسی بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔وہ تو ابھی تک اسی بات پہ شل تھا کہ آیت تو اس کو سگے بھائیوں کی طرح ہی ٹریٹ کرتی ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"معاذ بھائی اگر آپ کو کوئی پسند ہے تو بتائیں میں پھوپھو سے سفارش کروں گی۔ پر میری ایک شرط ہے بھابھی مجھے بھی پسند آنی چاہیئے۔"

سیاہ چادر کو سر پہ اوڑھے جس کے کناروں پہ سلور رنگ کی لیس نے اس چادر کو نکھار دیا تھا وہ چہکتی ہوئی اس سے گویا ہوئی۔ اور دوسری جانب وہ عجب دوراہے پہ آچکا تھا نہ اس کے گھر سے کوئی رشتہ لانے کو تیار تھا اور نہ وہ خود یہ بات کر سکتا تھا۔ ایک پل کو اس نے سوچا کہ آیت کو اپنے احساسات کے بارے میں آگاہ کیا جائے مگر پھر ٹھہر گیا۔ وہ کیسے ایک ایسی لڑکی سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتا جو اس کو بھائی کے علاوہ کسی رشتے سے دیکھتی ہی نہیں تھی۔

"معاذ بھائی"

اس نے اونچی آواز میں اس کو پکارا تو وہ اپنے خیالوں کو جھٹکتا اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"ہوں"

اتنی دیر میں اس کی ممانی کچن سے جوس لے کر آئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"باہر بہت گرمی ہے اسی لیے میں فریش جوس لائی ہوں۔جانتی ہوں تمہیں چائے پسند ہے مگر اس موسم میں چائے کم پینی چاہیئے۔"

اس کی ممانی اس کو فریش جوس کا گلاس تھماتے ہوئے بولیں۔پسند۔۔۔اس کی پسند کی کوئی اہمیت ہی تو نہیں رہ گئی تھی۔

اس نے گھونٹ گھونٹ اس مشروب کو اپنے حلق میں انڈیلا۔تھوڑی دیر میں اس جوس کا ذائقہ اسے بھلا محسوس ہونے لگا۔

کچھ چیزوں سے انسان اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث دور رہتا ہے مگر ان کے نزدیک آتے ہی وہ ان کا معترف ہو جاتا ہے۔

تھوڑی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد ہو وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر کی راہ لی۔مگر آج دل پہ بوجھ کے ساتھ ساتھ ایک سکون بھی تھا کہ اس نے آیت کے مان کو توڑا نہیں تھا۔

☆☆☆

ہرے بھرے اور لہلہاتے پھولوں، کیاریوں، پتوں اور گھاس سے مزین گرین بیلٹ جس سے ایک سرمئی سڑک کو دو میں تقسیم کیا گیا تھا اور اس سڑک کی صفائی ستھرائی کے لیے

خاصی مہارت سے کام لیا گیا تھا اسی سے منسلک یہ ایک نفیس، پر تعیش مگر سادہ سا کلینک تھا۔ جس میں ایک مخصوص کمرہ تھا۔ وہی کمرہ۔۔۔جہاں عام کلینکس کی طرح ڈاکٹر اپنے مریض سے اس کا حال احوال پوچھ کر اس کے مرض کی شناخت کرتے ہوئے اس کو دوا لکھ کر دیتے ہیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں پہ آنے والے لوگوں کو سب کی مشکوک نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حیرت ہے کہ اس جدید دور میں جب لوگ دوسروں کی زندگیوں سے خاصی وابستگی کے متحمل نہیں ہوتے پھر بھی دوسروں کی زندگیوں کے کمزور پہلوؤں پہ وار کرنا اپنا فرض اول گردانتے ہیں۔ لوگوں کی شک بھری نگاہوں کی پرواہ کیے بنا وہ یہاں آ جایا کرتا تھا۔ اپنے بابا کی وفات کے بعد اس نے اس جگہ کا رخ کیا تھا۔ ہاں وہ مہینوں بعد یہاں آیا کرتا مگر یہاں سے ہو کر جانے کے بعد وہ کافی عرصہ سکون میں رہا کرتا تھا۔ اس کے خوابوں میں بھی کمی واقع ہو جاتی تھی۔ اس کا منتشر ذہن تھوڑا یکجا ہو جایا کرتا تھا اور سوچوں کے تلاطم سے باہر نکل کر وہ اپنی زندگی کو تھوڑا کھل کے جی لیا کرتا تھا۔

یہ ایک ماہر نفسیات کا کلینک تھا۔ وہی ماہر نفسیات جو سائیکو تھراپی کے عمل سے ذہنی اور جذباتی خرابیوں کی تشخیص، علاج اور روک تھام کرتے ہیں۔ یہ وہی ماہر نفسیات تھا جو اس روز جب وہ بچے کو ہسپتال داخل کروا رہا تھا اس سے بغل گیر ہوا تھا۔

یہ جنید کاظمی کا کلینک تھا۔ سکن جینز پہ گہرے نیلے رنگ کی شرٹ زیب تن کیے اس وقت وہ صالح کے سامنے والی راکنگ چیئر پہ براجمان اس سے باتوں میں مصروف تھا۔ چہرے پہ اک مدھم سی مسکراہٹ جو ایک ماہر نفسیات کا خاصا ہوتا ہے۔ لہجے میں نرمی، دل میں احساس اور دماغ میں اس کے ٹھیک ہونے کا لائحہ عمل ترتیب دیتے وہ اس کی تھراپی کے عمل میں مصروف تھا۔ اس کے بابا، آپا اور اس کے علاوہ اگر کوئی صالح کی زندگی کے تلخ واقعے کا راز جانتا تھا تو وہ جنید تھا۔ جنید ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے بچپن کا دوست بھی تھا۔ اس نے اپنی حالت کے پیش نظر جب تھراپی کا سوچا تو اس کے ذہن میں ایک ہی قابل اعتماد شخص آیا جو اس معاملے میں اس کی مدد کر سکتا تھا۔

وہ اس کو ایک مریض کی طرح ڈیل کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوست کی طرح سپورٹ بھی کرتا تھا۔ اور جو کام دوست کر سکتے ہیں وہ دنیا کا کوئی رشتہ سر انجام نہیں دے سکتا۔

جنید سے ملنے کے بعد اس کا ذہن کافی عرصے تک پر سکون ہو جایا کرتا تھا مگر اب اس کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس مسئلے کا کوئی مستقل حل ہونا چاہیئے۔ بیماری زیادہ دیر رہ جائے تو انسان کو بیمار رہنے کی عادت ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر اسے اپنی تکلیف میں کمی محسوس ہوتی ہے حالانکہ اس کی تکلیف جوں کی توں موجود ہوتی ہے۔ فرق بس اس بات کا ہوتا ہے کہ وہ انسان اس بیماری کو کسی پیراسائیٹ کی طرح اپنا لیتا ہے جو اس کی ساری توانائی چوس کر بھی اس کے جسم پہ پورے دھڑلے سے قبضہ جمائے بیٹھا ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس طفیلی کی شناخت کر چکا تھا اسے اس سے نجات درکار تھی۔ آخر کب تک وہ اس ٹریٹمنٹ پہ رہ سکتا تھا۔ اور وہ بھی اپنی فیملی سے مخفی رکھ کر۔ کیونکہ لوگوں کی تو اسے قطعا پرواہ نہیں تھی لیکن اگر اس کی فیملی کو علم ہو جاتا تو اس کے بھائی اس سے اس بابت سوال ضرور پوچھتے اور ان کے سوالات کے جوابات وہ نہیں دے سکتا تھا۔

اس کی آپا اس کے سمجھانے پہ مان جاتیں مگر ایک ڈر سانپ کی طرح پھن پھیلائے ہمیشہ ان میں موجود رہتا کہ اگر لوگ اس کو پاگل سمجھنے لگ گئے؟

زندگی کے کرب واقعے سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس نے اس تھراپی کو ضروری جانا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ نماز اور قرآن نہیں پڑھتا تھا یا ان سے سکون حاصل نہیں کرتا تھا مگر اس کے ذہنی انتشار سے نجات کے لیے اسے میڈیکل چیک اپ کی بھی ضرورت تھی۔ اور اسے اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ اپنی بہتری کے لیے وہ خود پہ توجہ دینا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ بھی ایک نارمل زندگی جی سکے۔

ایسے لوگ نایاب ہوتے ہیں جو اپنی ذہنی حالت کو سنوارنے کے لیے خود پہ محنت کرتے ہیں ورنہ جسمانی حالت کی بہتری کے لیے سب ہی کوشاں رہتے ہیں یہ جانے بغیر کہ سکون، راحت، مسرت اور چین حاصل کرنے کے لیے ظاہری نہیں باطنی طور پہ خود کو بہتر بنانے اور نکھارنے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔

☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

موذن نے مسحور کن عصر کی اذان دیتے ہوئے رب کے پیاروں کو اس کی جانب بلایا۔ رب نے اس اذان میں ہی کامیابی کی بشارت سنا دی کہ جو لوگ فلاح کے متمنی ہیں وہ دوڑے چلے آئیں۔ مگر بہت سارے لوگ رب کی پکار کو نظر انداز کرتے ہوئے ارزاں کاموں میں خوار ہوتے ہیں۔ لیکن چند خوش نصیب رب کی محبت میں سرشار اور اپنے فرائض کو پوری دلجمعی کے ساتھ نبھانے والے اس کے حضور پیش ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ مسلمان بہت محبت و عقیدت سے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ بھی ان میں شامل تھی جو اپنے رب کے آگے پیش ہو کر خود کو پرسکون محسوس کرتے ہیں۔

جائے نماز کو سلیقے سے تہہ لگا کر اس کی جگہ پہ رکھنے کے بعد چہرے کے گرد لپٹی سفید چادر کے بل کو کھولتے وہ دھیمے قدموں سے چلتے عنایہ کے قریب آئی جو اس کے مشترکہ بیڈ پہ موبائل پہ گیم کھیلتے ہوئے سو چکی تھی۔ اس کے ہاتھ سے فون پکڑ کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے وہ اس کے سر کے نیچے تکیہ درست کرنے لگی۔ یہ وقت عنایہ کے سونے کا ہوتا تھا۔ سکول سے آنے کے بعد کھانا کھا کر وہ اس کو محض پندرہ منٹ کے لیے گیم کھیلنے کی اجازت دیتی

تھی اور جانتی تھی کہ ان پندرہ منٹوں میں وہ نیند کی وادیوں میں گم ہو گی۔ ٹیوشن وہ خود اس کو دیا کرتی تھی۔ اس کا ہوم ورک وہ خود کروایا کرتی تھی۔ ریان اکیڈمی جایا کرتا تھا البتہ اس روز کے بعد جب وہ کیمسٹری کے بخیے ادھیڑنے کے لیے تیار تھا اس مضمون کی ذمہ داری آیت خود لے چکی تھی۔

وہ بہن بھائی کے معاملے میں بہت حساس تھی۔ اور ہوتی بھی کیوں نا دنیا میں یہ چند رشتے ہی تو خوش کن ہوتے ہیں۔ ایسے مخلص اور محرم رشتے قدر کیے جانے کے قابل ہوتے ہیں۔ زندگی میں کبھی ان محرم رشتوں کو چھوڑ کر نامحرم کے پیچھے بھاگنا نہیں چاہیئے۔ جو تحفظ محرم رشتے دیتے ہیں وہ دنیا میں کوئی مخلص نہیں دے سکتا۔

وہ چل کر بیڈ کی دوسری جانب آئی اور فون آن کر کے سامنے کیا تو نگاہیں دنگ رہ گئیں۔

فون کی سکرین پہ صالح کی ویڈیو کھلی ہوئی تھی۔

آہ! وہ کیوں بھول گئی تھی یہ بات

"افف آیت عجیب حرکتیں ہیں تمہاری بھی۔پتا نہیں عنایہ کیا سوچ رہی ہو گی۔افف وہ کیا سوچے گی وہ تو چھوٹی سی بچی ہے۔ لیکن اگر اس نے گھر میں ذکر کر دیا کہ میرے فون میں اس نے اپنے دوست کی ویڈیو دیکھی تو؟ پوری بیوقوف ہو تم تو۔"

اپنی عقل پہ ماتم کرتے اس نے فورا گیلری کو لاک لگایا۔پتا نہیں کیوں لیکن وہ اس ویڈیو کو چاہ کر بھی ڈیلیٹ نہیں کر سکی۔ لاک چیک کر کے اس نے دوبارہ ویڈیو آن کی۔ ابھی ایک لمحہ ہی ہوا تھا کہ اس کے ضمیر نے ملامت کی۔ وہ اس کے لیے ایک نامحرم تھا وہ اتنی محبت سے اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس نے جھٹ ویڈیو بند کی اور فون بند کر کے سائیڈ پہ رکھ دیا۔

وہ ایک میچور لڑکی تھی جو صحیح غلط کے فرق سے بخوبی آشنا تھی۔ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے ویڈیو ضرور بنائی تھی مگر جب آج پہلی دفعہ اس کو دیکھنے لگی تو ضمیر نے گوارا نہ کیا۔

Clubb of Quality Content

بلاشبہ وہ ان لڑکیوں میں شامل تھی جو نامحرم کی طرف کشش محسوس کرنے کے باوجود ان سے رابطے استوار کرنے کی کوشش میں خود کو ہلکان نہیں کرتیں۔

☆☆☆

اس کے سر کی اچھی سے بینڈیج کر دی گئی تھی۔ وقت پہ ہسپتال لانے اور خون کو روکنے کا بروقت بندوبست کرنے کے باعث زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک بار تسلی کرنے کے لیے بل کاونٹر پہ آئی تو اس کی توقع کے عین مطابق وہ بل دے چکا تھا۔

اس نے اس ڈاکٹر کو وہاں کھڑے دیکھا جس سے صالح بغل گیر ہوا تھا۔ اس کی شکل کچھ جانی پہچانی محسوس ہو رہی تھی۔ کاونٹر پہ پتا کر کے اس کو معلوم ہو گیا کہ وہ جنید کاظمی ہے اس ہسپتال کا اکلوتا ماہر نفسیات۔۔۔

ایک لمحے کو اس کا ذہن عجیب بے چین سوچوں کے بھنور میں الجھا مگر جھرجھری لیتے وہ مثبت سوچوں کو خود پہ حاوی کرنے لگی۔ اس نے رکشہ کروایا اور احسن کو لیے گھر آئی۔ گھر پہ ارحا اور اس کی ماما نے احسن کی عیادت کی اور اس کو مالی مدد کی پیش کش کی جس کو وہ پورے وقار سے رد کر گئی۔ وہ ایک خوددار عورت تھی۔ کسی کے احسانات اس کی عزت

نفس کو زیر زمین دفن کر سکتے تھے۔ وہ جب تک زندہ تھی کم از کم کسی سے احسان نہیں لینا چاہتی تھی۔

کھیل تو زندگی نے اس کے ساتھ بھی کھیلا تھا مگر فرق صرف اتنا تھا کہ اوائل میں وہ خود کو اس کھیل کی کھلاڑی سمجھ بیٹھی تھی اور یہ بھول بیٹھی کہ وقت کی کایا پلٹتے دیر نہیں لگتی۔

☆☆☆

بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ تھکا ہوا گھر لوٹا اور اپنے قدموں کو کمرے کی جانب رواں کیا کہ لاونج میں موجود بھورے صوفہ پہ موجود سوٹڈ بوٹڈ شہروز نے اس کو پکارا۔ غالباً وہ ابھی آفس سے لوٹا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"صالح بھائی بات سن جائیں۔"

"اچھا"

اس کی پکار کے جواب میں وہ سستی کو دور کرتے منہ پہ ہاتھ پھیرتے اس کے سامنے موجود بھورے صوفہ پہ جا کر بیٹھ گیا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

وہ صالح سے تین سال چھوٹا تھا اس لیے پکارتے وقت عزت لہجے سے ہی جھلک رہی ہوتی تھی۔ اور یہ عزت صرف لہجے میں ہی نہیں دل کے گوشوں میں بھی موجود تھی۔

"بالکل ٹھیک۔ تم بتاو۔"

وہ گلے شکوے کرنے کا قائل نہیں تھا کہ میں اس لیے تمہارے گھر نہیں آتا کیونکہ تم نہیں آتے۔ وہ ہر انسان کو اس کی اسپیس میں جینے دینا چاہتا تھا۔ اور اپنی اسپیس میں بھی کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ تو نوشین آپا کی ایموشنل بلیک میلنگ تھی جو وہ روبینہ سے منگنی پہ تیار ہو گیا تھا۔ چند منٹ ان میں باتوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ پھر شہروز کام کی بات پہ آنے کے لیے چند لمحے ہونٹ کاٹتے سوچنے لگا۔

"کچھ کہنا ہے تمہیں؟"

وہ اس کا بڑا بھائی تھا اور اس کی حرکتوں سے ہی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ اس سے کچھ کہنے کا متمنی ہے۔

"جی بھائی"

ہچکچاتے ہوئے حامی بھری۔

"بتاو شاباش۔"

وہ حوصلہ کن انداز میں گویا ہوا۔

"بھائی آپ شادی کیوں نہیں کروالیتے؟"

بالآخر زبان نے دل کی بات الفاظ کی صورت ڈھال دی۔

جب سے اس کی شادی ہوئی تھی وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ صالح اس سے بڑا ہے پہلے اس کی شادی ہونے چاہیئے مگر اس وقت بھی صالح کے شادی سے صاف انکار پہ اس نے گھر والوں کے سامنے اپنی پسند رکھی جس کو سب نے دل سے قبول کیا۔ اور اس کی شادی ایک برس پہلے ہو گئی۔

"میرا نہیں خیال کہ تم اس بات سے لاعلم ہو کہ مجھے اپنے نجی معاملات میں کسی کی مداخلت نہیں پسند۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

شائستہ اور نوشین آپا سے وہ پیار سے ڈیل کرتا تھا مگر یہ اس کا چھوٹا بھائی تھا جو یقینا اس کے بہلانے سے بہل نہیں سکتا تھا اس لیے اس کے ساتھ سختی کی ہی ضرورت تھی۔

"سوری بھائی"

صالح کی شخصیت میں موجود رعب پہلے ہی اس کو بے خوف بنا دیتا تھا۔ اور جب وہ سختی سے بات کرتا تھا تو وہ سامنے والے کو بولنے لائق نہیں چھوڑتا تھا۔

"سوری کی بات نہیں ہے شہروز۔ ہر انسان کو اس کی نجی زندگی کے معاملات میں مداخلت پسند نہیں ہوتی اور جو لوگ دوسروں کو اپنی زندگی میں مداخلت کی اجازت دیتے ہیں وہ دن بہ دن اپنی ذات کی پرتیں ان پہ عیاں کر دیتے ہیں۔ آہستہ آہستہ لوگ ان پہ حاوی ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ بس لوگوں کو خوش کرنے کے لیے خود کو ایک روبوٹ کی مانند پیش کر دیتے ہیں۔ نہ تو میں خود کو کسی کے سامنے پیش کر سکتا ہوں نہ ہی تمہیں یہ کہوں گا کہ تم ایسا کرو۔ کھلی کتاب کی مانند بن کر نہیں رہا کرتے۔ یہ بہت نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔"

اس کی باتیں،اس کا لہجہ ایسا تھا کہ شہروز کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہا۔وہ اس کا کندھا تھپکتے اوپر کی جانب چلا گیا۔

پیچھے وہ ایک گہری آہ بھر کر رہ گیا۔

☆☆☆

سڑک پہ بے مقصد گاڑی دوڑاتے وہ اس بات کو سرے سے فراموش کر چکا تھا کہ وہ تھکاوٹ کا شکار ہے۔دل اور دماغ دو مختلف دلائل پیش کر رہے تھے اور ان کا کھلا تضاد اس کو الجھائے ہوئے تھا۔

یہ منتشر سوچیں بھی انسان کو کتنا تھکا دیتی ہیں۔

بایاں ہاتھ سٹیرنگ پہ دھرے دائیں ہاتھ سے کن پٹی سہلاتے وہ مختلف سوچوں کے بھنور میں تھا۔

دل کہتا کہ اقرار کر لے اور دماغ کہتا خاموش ہو جا۔

اسے کوئی ایسا فیصلہ لینا تھا جو اس کے دل اور دماغ دونوں کا مشترکہ ہوتا۔جس سے وہ زندگی کے سب سے تکلیف دہ امر یعنی پچھتاوے کا شکار نہ ہوتا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابھی اسے وقت درکار تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ ایک بہتر فیصلہ لینے والا تھا۔

☆☆☆

اخبار کے سرورق پہ نظر دوڑاتے ہوئے ان کی سوچ کسی اور ہی جانب کھینچی چلی گئی۔ شگفتہ بیگم کمرے میں آئیں تو وہ اپنی سوچ سے ان کو بھی آگاہ کرنے لگے۔ کیونکہ جب معاملہ اولاد کا ہو تو ماں باپ دونوں کو ہی ان میں معاملہ فہمی دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اپنی اولاد کے لیے کوئی ماں باپ کبھی غلط فیصلہ نہیں لیتا۔ بظاہر وہ فیصلہ غلط بھی ہو تو اگر اس کو والدین کی سوچ پہ پرکھیں تو انہوں نے اپنے تئیں بہترین فیصلہ ہی لیا ہوتا تھا۔ اگر کبھی والدین کا فیصلہ غلط نکل آئے تو شکوک شبہات میں نہیں جایا کرتے۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ معاذ کا آیت کو پک اینڈ ڈراپ دینا نامناسب ہے؟"

اخبار پر سے نظریں ہٹاتے مصطفی صاحب نے پوچھا۔ وہ اپنے ذہن میں پنپنے والے سوال کو زبان سے ادا کر رہے تھے۔

"نہیں، اس میں ایسا کیا مسئلہ ہے۔ دونوں کزنز ہیں اور معاذ ویسے بھی آیت کا بڑا بھائی ہے۔"

شگفتہ بیگم کو اس بات میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوئی۔

"مگر یہ بات ہم یا معاذ کی فیملی جانتی ہے۔ دنیا والوں کے نزدیک تو وہ دونوں کزنز ہیں جو ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہیں۔ اور دونوں ہی کنوارے بھی ہیں۔ ایسے میں لوگ میری بیٹی کے کردار پہ انگلیاں اٹھائیں یہ بات میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔"

انہوں نے اپنے تئیں سمجھ داری والی بات کی۔

"یہ بات تو کبھی میرے ذہن میں ہی نہیں آئی۔"

بیڈ پہ بیٹھتے انہوں نے پر سوچ انداز میں جواب دیا۔

"یہی میں کہہ رہا ہوں کہ یہ بات ہمارے ذہنوں میں نہیں آسکتی کیونکہ ہم ان دونوں کے رشتے سے بخوبی واقف ہیں۔ آیت کے لیے معاذ اس کے بڑے بھائی کی جگہ ہے۔ اور یقینا معاذ کے لیے بھی وہ اس کی چھوٹی بہن ہے۔ لیکن ہمیں سمجھداری سے کام لینا ہو گا۔ کیونکہ ہمیں بھی اسی دنیا میں رہنا ہے۔ ہماری سوچ مثبت ہے تو ضروری نہیں سب کی سوچ ایسی ہی ہو۔"

اب کہ انہوں نے اخبار تہہ کرتے بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا۔

"لیکن آپ کو ہیٹ اسٹروک کا مسئلہ ہے اور ہمارے پاس گاڑی بھی نہیں ہے۔ ایسے میں میں آپ کو کبھی بائیک چلانے کا مشورہ نہیں دوں گی۔ اور آپ کی کمر کی تکلیف بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے فلحال یہ ڈیوٹی معاذ کو ہی دینے دیں۔ لیکن ایک کام آپ کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"آپ اپنے جاننے والوں کو کہہ کر آیت کے لیے کسی سواری کا انتظام کروا دیں۔ اور اگر انتظام نہیں ہوتا تو یہ گرمی کے دو ماہ نکال لیں پھر سردیوں میں آپ خود آیت کو پک اینڈ ڈراپ دے دینا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آیت کے معاملے میں وہ ہمیشہ بہت محتاط رہے تھے۔ بہت مشکلات سے انہیں ایک قابل اعتماد وین والا ملا تھا جو ہر روز کی بنا پر اس کو ڈیر کروا دیتا تھا۔ اور کالج سے بار بار وارننگ ملنے پہ آخر اس کو خیر آباد کہنا پڑا۔

"میں نے بات کی ہوئی ہے بس جلد از جلد کوئی بااعتماد سواری مل جائے۔"

"ان شاء اللہ آپ فکر نہیں کریں۔"

وہ تسلی آمیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ان شاء اللہ"

اندر ہی اندر ان کا دل مختلف اندیشوں میں گھرا تھا مگر وہ تمام معاملات اللہ کے سپرد کرتے اب قدرے پرسکون ہو گئے۔

اور جو معاملات اللہ کے سپرد کر دیے جائیں پھر ان میں یقین کی مہر بھی ثبت کرنا ہوتی ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆

وسیع و عریض، پر تعیش، شاندار اور فن تعمیر کی اعلی مثال یہ ایک پرائیویٹ یونیورسٹی تھی جس کے بڑے بڑے ہرے بھرے درختوں، دلکش پھولوں، سبز گھاس اور مہارت سے کی گئی باغبانی سے مزین گراونڈز میں سے ایک میں وہ کینوس پہ برش سے نقش و نگار بنانے میں مصروف تھی۔ اس عمل کو کرتے ہوئے وہ اس میں کھوئی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

چہرے پہ آئی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے اس کے موی ہاتھ میں موجود پینٹ برش

قدرت کے جاذب نظر طلوع شمس کے منظر کو کینوس پہ اتار رہا تھا۔ آخری ٹچ دینے کے بعد اس نے ایک ستائشی نظر اپنی پینٹنگ پہ ڈالی جو یقینا ایک شاہکار دکھ رہی تھی۔

اس کے روشن چہرے پہ اک خوبصورت مسکان در آئی۔ اس کی پینٹنگ پرفیکٹ دکھ رہی تھی۔ اور آخر کیوں نہ دکھتی یہ پینٹنگ کی دیوانی وجیہہ نے پورے دل سے بنائی تھی۔ تسلی کر لینے کے بعد اس نے اپنے فون میں موجود یونیورسٹی کی دوستوں کا واٹس ایپ گروپ کھول کر ان کو اپنی لوکیشن سے آگاہ کیا۔ اسے پینٹنگ کے دوران کسی کی بھی مداخلت نہیں پسند تھی۔ اسی لیے وہ اس وقت تنہا ہی یونیورسٹی کے اس گراونڈ میں موجود تھی جہاں وقفے وقفے سے صرف اکاد کا طلباء کا ہی گزر ہو رہا تھا۔ ویسے بھی اب اس کی کلاس کا وقت ہو چکا تھا۔ اسے اپنی کلاس میں بھی جانا تھا۔ وہ سوشیالوجی کی سٹوڈنٹ تھی لیکن پینٹنگ اس کا شوق تھا۔ جس کو اس نے باقاعدہ ایک ماہر استاد سے سیکھا اور اب وہ بہت اچھی مصور بن چکی تھی۔

تھوڑی دیر میں اس کی دوستوں کا گروپ اس گراونڈ میں آ گیا۔ اور بھاگتے ہوئے اس کی پینٹنگ کی جانب گیا۔ اس کی پینٹنگ کو دیکھتے ہی انہوں نے ٹھنڈیں آہیں بھریں۔

"جیا یار چھوڑو سوشیالوجی جیسا بورنگ سبجیکٹ۔ تم تو اعلی پائے کی مصور بن چکی ہو۔"

وہ اس کا بنایا ہوا شاہکار اپنی آنکھوں میں سموئے اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہی تھیں۔ جس پہ اس نے گردن کو خم دے کر خراج وصول کی۔

"ٹیلنٹ کا پڑھائی سے کیا تعلق۔ ہر چیز کی اپنی خاص اہمیت ہوتی ہے۔"

وہ سمجھ داری سے بولی۔

"کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔ اچھا اب اس پینٹنگ کو ڈرائیور کے ہاتھ جلد ہی بھجوا دو۔ یہ نہ ہو یہاں خراب ہو جائے۔"

ایک دوست نے اس کی حساسیت کے پیش نظر اس کو مشورے سے نوازا۔

"ہاں ہاں اسی لیے آج میں ڈرائیور انکل کے ساتھ آئی تھی تاکہ پینٹنگ گھر بھجوا دوں۔"

اس نے محتاط ہو کر سوچا تھا۔

"لو یہ تو کمال ہو گیا۔"

اس نے پینٹنگ کو اٹھایا اور یونیورسٹی کی پارکنگ میں قدم قدم چلتی آئی۔ راستے سے گزرتے سٹوڈنٹس اس کی پینٹنگ دیکھ کر ستائشی انداز میں مسکرائے۔ اسے لوگوں کی آنکھوں میں یہ ستائش دیکھنا بے حد پسند تھی۔ چہرے سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی۔ پھر اس نے ڈرائیور کو ضروری ہدایات دیتے ہوئے پینٹنگ اس کے حوالے کی اور واپس اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب چل پڑی۔ وہ کلاس میں پہنچی تو اس کی ایک دوست اس کی نوٹ بک تھامے اس میں محو دکھائی دی۔ اس کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پہ موجود مسکراہٹ سمٹی اور اس کی جگہ خفگی در آئی۔ اس نے دوست کے ہاتھ سے اپنی نوٹ بک کھینچنے والے انداز میں جھپٹی جس پہ وہ گھبراہٹ کے مارے ہلکی سے چیخ مار گئی۔

"شرم نہیں آتی جیا۔ میں ڈر گئی کہ پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔"

تحریم کا سانس معمول سے تیز ہو چلا تھا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی میری سکیچنگ بک میری مرضی کے بغیر دیکھتے ہوئے۔"

اسے سخت چڑ تھی کہ اس کی چیز کو کوئی اس کی اجازت کے بغیر چھوئے۔

"ایسا بھی کیا ہے اس میں جو تم چھپا رہی ہو۔"

اس کی بات سے وجیہہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے ابھی وہ تصویر نہیں دیکھی ورنہ اس کا رد عمل مختلف ہوتا۔ اس کے دل کے نہاں خانوں میں بے اختیار تسلی بھری۔ ایک سکون کا سانس بھرتے ہوئے وہ واپس اس سے مخاطب ہوئی۔

"کیا ہونا ہے اس میں ذرا بتانا۔"

وہ پیشانی پہ بل ڈالے ذرا تیز آواز میں مخاطب ہوئی۔ اپنی چوری پکڑنے جانے کے خوف سے آزاد وہ نڈر دکھ رہی تھی۔

"کوئی تو ہو گا۔"

اس نے ہوا میں تیر چلایا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

وجیہہ کا پارا چڑھا۔

Clubb of Quality Content

"ارے جیا مذاق کر رہی ہے تحریم۔ کیا تم جانتی نہیں ہو۔ پر سکون ہو جاو۔"

پاس موجود ربیعہ نے اس کو آرام دہ کرنا چاہا۔

"یار تم مذاق کیوں نہیں برداشت کرتی۔"

تحریم نے اس کے سخت رد عمل پہ اچنبھے سے پوچھا۔

"بس نہیں پسند مجھے مذاق۔"

ایک پر سوز اور تکلیف دہ یاد نے اس کے گرد گھیرا بنا کر اس کو شکنجے میں پھانسنا چاہا۔

"اچھا میں سرینڈر کر رہی ہوں۔"

اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اتنی دیر میں کلاس میں یہ خبر گردش کر گئی کہ آج سر چھٹی پر ہیں جس کے باعث ان کا لیکچر فری ہو گیا۔ وہ بیگ کو دائیں کندھے پہ ڈالتے اور ہاتھ میں سکیچنگ بک تھامتے کلاس سے باہر گئی اور جاتے وقت یہ کہنا نہیں بھولی کہ اسے فلحال اکیلے رہنا ہے۔ کسی نے اعتراض نہ کیا کیونکہ جانتی تھیں کہ اسے اپنی ماما کی یاد آ رہی ہو گی جو چار برس قبل اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ وجیہہ جیسی حساس لڑکی اس دن کے بعد

مزید حساس ہو چلی تھی۔ بعض اوقات تو وہ ایسی بات پہ ناراض ہو جایا کرتی تھی جو بالکل بھی ناراضگی والی بات نہ ہوتی تھی۔ اور کبھی کبھار وہ بڑی سے بڑی بات بھی ہنس کر ٹال دیا کرتی تھی۔

ڈیپارٹمنٹ کے ایک خاموش حصے میں آ کر اس نے بیگ زمین پہ رکھا اور خود بھی وہیں بیٹھ گئی۔ آنسو کا ایک قطرہ اس کے صبیح چہرے پہ پھسل گیا۔ بے دھیانی میں اس نے سیکیچ بک کھولی تو وہ چہرہ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر گیا۔

وہ چہرہ اس شخص کا تھا جسے اس نے بچپن سے چاہا تھا کیونکہ ہمیشہ سے اس نے سب سے یہی سنا تھا کہ یہ شخص اس کے ساتھ منسوب ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ وہ شخص یہ بات جانتا بھی ہے یا نہیں مگر اس نے بچپن سے اس کے علاوہ کسی کو نہیں سوچا تھا۔

"معاذ"

وہ سیکیچ بک پہ موجود اس کے سیکیچ سے مخاطب ہوئی۔

اور پھر کئی لمحے اس سیکیچ کو دیکھتی رہی۔اپنی ماما کی یاد آنے پہ اس کی آنکھ سے بہنے والا آنسو بھی اس کی اس شخص سے محبت دیکھ کر سر جھٹک کر رہ گیا۔

یہ لڑکی دیوانی تھی معاذ کی۔۔۔اور وہ بھی آج سے نہیں بچپن سے۔

☆☆☆

سورج کے غروب ہونے کے وقت جب روشن کرنیں ماند پڑ کر نارنجی رنگ میں ڈھلتے وسیع آسمان کو ایک دلفریب منظر عطا کرتی ہیں جس کے دیوانے اس منظر کو دیکھنے کے لیے اپنے کاموں کو چھوڑ کر قدرت کے اس حسین منظر میں ڈوب کر اپنی اداسیوں کو بھول جاتے ہیں۔ایسے ہی وقت میں وہ چند یونیورسٹیوں کا میرٹ چیک کر رہا تھا۔

ابھی فلحال اس نے پی ایچ ڈی کا ارادہ ملتوی کیا تھا۔لیکن پھر بھی وہ یونیورسٹیوں کے میرٹ اور داخلوں پہ نظر رکھا کرتا تھا۔

وہ لیپ ٹاپ پہ اپنے کام میں مصروف تھا کہ اچانک اس کو مدھم سی بارش کی آواز محسوس ہوئی۔لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پہ چلتے اس کے ہاتھ یک دم رکے۔وہ لیپ ٹاپ کو ٹیبل پہ چھوڑے راکنگ چیئر سے اٹھا۔سلیپرز میں موجود بھاری قدموں کو دھیمے انداز سے اٹھاتے

وہ کھڑکی تک آیا۔ کھڑکی پہ موجود رولر بلائنڈ کو ہٹاتے وہ باہر موجود منظر کی جانب متوجہ ہوا۔

آسمان سے پانی کی بوندیں بارش کا نام لیے زمین پہ برس رہی تھیں۔ اس منظر نے اسے کچھ نرم سا احساس دلایا۔

اس کا ذہن ماضی کی اک حسین یاد میں کھویا۔

"ماما آپ کو بارش اتنی کیوں پسند ہے؟"

چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کو بارش کی بوندوں کو ہاتھ میں لے کر اچھالتا دیکھ ان سے سوال پوچھ رہا تھا جو اس کی بات پہ وہ بوندیں اس کے خوبصورت چہرے پہ اچھال گئی۔

"بتاوں؟"

وہ شرارتی انداز میں گویا ہوئیں۔

مغرب کا وقت تھا اور رم جھم کرتی بارش ان کے گھر کی چھت کو تر کر چکی تھی۔ اسی لمحے ہارن کی آواز آئی۔

"اس لیے"

وہ جھجکتے ہوئے بولیں۔

"کیا مطلب ماما؟"

وہ معصوم بچہ اپنی ماما کی بات کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

"تمہارے بابا بارش والے دن گھر جلدی آجاتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کا ہاتھ تھامے نیچے چلی آئیں جہاں منصور صاحب چھتری کو فولڈ کر رہے تھے۔ان کو سیڑھیوں سے نیچے آتا دیکھ ان کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا حال ہیں جناب کے؟"

وہ شرارتی انداز میں بولتے ہوئے ان کے پاس آئیں۔ان کے انداز میں فاتحانہ پن کے ساتھ فکر بھی شامل تھی۔اور مقابل سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔

"کیا حال ہو سکتے ہیں؟"

وہ اپنے نیم بھیگے لباس کو دیکھتے ہوئے بولے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آہاں۔۔۔ تو جناب میں نے کہا تھا نا کہ آج نہ جائیں موسم خراب ہے۔"

انہوں نے دوپہر میں کہی اپنی بات یاد دلانا چاہی۔

"سہی کہہ رہی ہیں بیگم آپ کی بات مان لینی چاہیئے بندے کو۔"

وہ سرینڈر کرتے ہوئے بولے۔اپنی محبوب بیوی کو ہمیشہ اہمیت دینے والے وہ بلاشبہ ایک باکمال شوہر تھے۔

"آپ فریش ہو جائیں جلدی سے میں آپ کی من پسند الائچی والی کڑک چائے بنا کر لائی۔"

وہ کچن کی جانب گئیں تو منصور صاحب صالح کی جانب متوجہ ہوئے۔

"میری جان ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

صالح کو خود کو تکتا پا کر وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس آ کر دوزانو ہو کر بیٹھے۔

"بابا مجھے ماما کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

وہ آٹھ سال کا بچہ اپنی ماں کی بات کا مطلب اخذ کرنے سے قاصر ابھی تک الجھا ہوا سا تھا۔

"کیا کہہ دیا ماما نے آپ کو؟"

اس کے دائیں گال کو چومتے ہوئے انہوں نے استفسار کیا۔

"میں نے پوچھا انہیں بارش کیوں پسند ہے تو وہ کہتیں کہ اس دن آپ جلدی گھر آجاتے ہیں۔ بھلا بارش کا آپ سے کیا تعلق؟"

اس کی معصومیت سے کہی جانے والی بات پہ منصور صاحب کا قہقہہ بلاساختہ تھا۔

"کیوں بیگم صاحبہ محبت میں مجھے مات دیں گیں؟"

وہ اونچی آواز میں بولے کہ کچن میں موجود اس وجود کی ہنسی کی آواز نے ان کے دل کو سکون سے بھرا۔ چائے کا کپ تھامے وہ کچن سے باہر نکلیں۔

"آپ کی محبت کی مثال نہیں منصور۔"

چائے کو ٹیبل پہ رکھتے وہ بھی صالح کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گئیں۔

"ماما بابا ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں میری جان۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کے بائیں گال کو چومتے ہوئے محبت سے بولیں۔ ساتھ ہی ایک محبت بھری نظر منصور پہ ڈالی جو ان سے چند انچ کے فاصلے پہ انہی کی طرح دوزانو اپنے بیٹے کے پاس بیٹھے تھے۔

"مجھے سے پیار نہیں کرتے؟"

اس معصوم کو اپنی فکر پڑ گئی۔

"آپ ہم دونوں کی جان ہو۔"

ان دونوں نے اس کے گرد حصار باندھتے ہوئے اسے اپنی چھاؤں میں چھپا لیا۔

ایک لمحے کو اسے یہ حصار اپنے گرد محسوس ہوا۔ دوسرے ہی لمحے منظر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ وہ ایک پل میں آسمان سے زمین پہ آیا۔

اس کا دل شدت سے اس وقت میں جانے کو چاہا۔ اس کی آنکھوں کے کونے نم ہو گئے یوں جیسے ان بوندوں نے اس کے چہرے کو چھو کر تر کر دیا ہو۔

اور کون کہتا ہے کہ ماضی کی صرف تلخ یادیں ہی رلانے کا باعث بنتی ہیں؟

ماضی کی حسین یادیں جب یہ احساس دلائے کہ انسان اس وقت میں دوبارہ نہیں جا سکتا تو اس سے تکلیف دہ بھی کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا دل بھی اس وقت اسی تکلیف سے ہمکنار ہو رہا تھا۔

☆☆☆

شام میں جب دور کہیں پرندوں کے غول نیلے آسمان پہ قطار در قطار رقص کرتے دکھائی دے رہے تھے اس وقت وہ ریان کو کیمسٹری کا ٹاپک سمجھا کر فارغ ہوئی۔ وہ اپنا بیگ اٹھاتا اکیڈمی روانہ ہو گیا تو وہ عنایہ کو کتاب تھماتے پڑھانے بیٹھ گئی۔ عنایہ کو ہوم ورک دے کر اس نے کچن کی خبر لینا چاہی۔ آج اس کا کچھ پکانے کا دل چاہ رہا تھا۔ ویسے وہ کوکنگ میں خاص مہارت نہیں رکھتی تھی نہ ہی اسے کوکنگ سے کوئی شغف تھا مگر اپنے پسند کے چند پکوان اس نے سیکھ رکھے تھے۔ آج اس کا براؤنیز بنانے کا ارادہ تھا۔ سو وہ اپنے کمرے سے کچن میں چلی آئی۔

شگفتہ بیگم نے ابھی شام کا کھانا بنانا تھا اس لیے کچن اس وقت خالی تھا۔ بالوں کو جوڑے کی شکل دیتے دوپٹے کو سر پہ سلیقے سے لیتے وہ خانوں سے سامان نکالنے لگی۔ اس کی ماما نے اس کو یہی سکھایا تھا کہ کچن میں کھانا بناتے وقت بھی دوپٹہ اوڑھے رکھنا چاہیئے۔ ان کا کہنا

تھا کہ کھانا بناتے وقت انسان اگر اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائے تو عبادت بھی ہو جاتی ہے اور کھانے کا ذائقہ بھی لذت سے بھر جاتا ہے۔ آیت کو بھی یہی عادت تھی۔ کچھ بھی پکانا ہو وہ اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھا کرتی تھی۔

براونیز کو بیک کرنے کے لیے اوون میں رکھنے کے بعد وہ واپس کمرے میں آئی تاکہ عنایہ کو اگلا کام کروادے مگر یہ کیا۔۔۔ وہ تو نوٹ بک پہ سر رکھے خواب خرگوش سوئی ہوئی تھی۔ اس کو سوتا دیکھ آیت کو افسوس ہوا۔ افف۔۔۔ چھوٹے چھوٹے بچوں پہ پڑھائی کا اتنا بوجھ!

اس کا بس چلتا تو چھوٹے بچوں کو صرف ایک کتاب ہی پڑھاتی اور باقی خود ان کی تربیت پہ دھیان دیتی۔ مگر خیر۔۔۔ فلحال یہ اس کے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔ اب وہ وزیر تعلیم ہونے سے تو رہی۔

سر جھٹکتے وہ عنایہ کے پاس آئی تاکہ اس کو بیڈ پہ سلا دے۔ اس نے عنایہ کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ سے کچھ نیچے زمین پہ گرنے کی آواز آئی۔ اس کو بیڈ پہ صحیح سے لٹا کر اس نے زمین پہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

موجود شے کو دیکھا تو چہرے کو مسکان نے زینت بخشی۔ نیچے جھک کر اس نے وہ چیز اٹھائی۔ اس کے سر پہ موجود دوپٹہ کندھوں پہ جھول گیا۔ گھنگھریالے بالوں کی چند لٹیں اس کے چہرے کو چھونے لگیں۔ گالوں پہ موجود گڑھوں نے آشکار ہو کر اس کے حسن کو چار چاند لگائے۔

یہ ایک خوبصورت، نفیس اور چھوٹا سا بھوری لکڑی کا گھر تھا جس کی چھت عام چھتوں کی طرح نہیں تھی۔ ترچھی چھت کے نیچے ایک سوراخ تھا جو روشن دان کی نمائندگی کے طور پہ بنایا گیا تھا۔ لکڑی کی بنی روش پہ دوسرے رنگ کی لکڑی سے دروازے کے عین سامنے فرش پہ ایک میٹ بنایا گیا تھا۔ دروازے سے ملحقہ راستے سے چند سینٹی میٹر کے فاصلے پہ سیڑھیاں بنی تھیں جن کی سائیڈ پہ لکڑی کی ہی باڑ لگائی گئی تھی۔

وہ اس گھر کو محویت سے دیکھتی جا رہی تھی۔ یہ گھر کسی سادہ انسان کے خواب کی عکاسی کر رہا تھا۔

اس کے ایک ایک حصے کو دیکھتے وہ اس کے مالک کی سوچ کو پرکھنے کی کوشش میں مگن تھی۔

یہ گھر اس کے مالک کی طرح سادہ مگر بے حد حسین تھا۔ اسے صالح کی پسند سے پسندیدگی ہوئی۔

یہ کی چین اپنے مالک کی طرح بہت نایاب تھی یوں جیسے خاص طور پر بنوائی گئی ہو۔

وہ اس کے مالک کی شخصیت سے متاثر کیوں نہ ہوتی آخر وہ تھا ہی ایسا مگر شرط یہ تھی کہ دیکھنے والے کی آنکھ آیت جیسی ہو۔

اس کے ہاتھ اس گھر کے ایک ایک نقش کو اپنی پوروں سے چھونے لگے۔

اس کا دل چاہا کہ اس گھر کو اپنے پاس رکھ لے۔ مگر پھر دل میں آیا کہ یہ عنایہ کو اتنا پسند آیا تھا کہ وہ صالح کے پاس اس کو لینے پہنچ گئی تھی۔

ابھی کی چین اس کے ہاتھ میں تھی کہ عنایہ کی آواز پہ وہ سوچوں کے سمندر سے باہر آئی۔

"آپا یہ کتنا پیارا ہے نا؟"

وہ غالبا اس کی چین کو اس کے ہاتھ میں پکڑا دیکھ چکی تھی۔

"ہاں آپا کی جان یہ سچ میں بہت پیارا ہے۔"

وہ اس کے گال کھینچتے پر مسرت سی بولی۔

"آپا آپ کو پتا ہے بگ برادر بھی بہت پیارے ہیں۔"

آیت نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا۔

"کونسے بگ برادر؟"

اسے تو یاد نہیں پڑتا تھا کہ عنایہ نے کبھی کسی کو بگ برادر کہہ کر مخاطب کیا ہو۔

Clubb of Quality Content

"وہ جن کا گھر ہے یہ"

اس نے کی چین کی طرف اشارہ کرتے اس کو بتایا۔

"تم صالح کی بات کر رہی ہو؟"

آہ۔۔۔ کتنا خوبصورت تھا نا اپنی زبان سے اس کا نام لینا۔ آیت نے دل ہی دل میں سوچا۔

"آپا آپ کو ان کا نام کیسے پتا چلا؟"

وہ کم فہمی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ جو اس کی بات پہ اتار چڑھاو کا شکار ہوا تھا۔

"وہ مجھے ان کی بہن نے بتایا تھا۔"

ہکلاتے لہجے پہ قابو پاتے اس نے شائستگی سے عذر پیش کیا۔ اب وہ اسے کیا بتاتی کہ صرف نام ہی نہیں اسے تو صالح منصور کی ذات ہی حفظ ہوتی جا رہی تھی۔

"آپا آپ کام چیک کرنے آئی ہیں نا؟"

اسے اچانک ہی اپنا ہوم ورک یاد آیا۔

"ہاں لیکن آپ سو گئی تھیں تو میں نے آپ کو تنگ نہیں کیا۔"

"آپ بھی بہت پیاری ہیں آپا۔"

وہ اپنی آپا کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

"بھی سے کیا مطلب ہے تمہارا۔ اور کون ہے پیارا؟"

اس نے مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا۔

"بگ برادر آپا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے جواب پہ وہ سرخ ہوئی۔

"آیت یہ مائیکرو ویو میں کیا رکھا ہے؟ مجھے لگ رہا ہے کہ جو بھی ہے جلنے والا ہے۔"

کچن سے آئی شگفتہ بیگم کی آواز پہ وہ ہڑبڑاتے ہوئی کچن ک جانب بھاگی۔

اس کی براونیز کا کیا حشر ہونے والا تھا یہ سوچ کر ہی اسے جھرجھری آرہی تھی۔

مگر صد شکر کہ اس کی دل سے بنائی گئی براونیز محفوظ رہی تھیں۔

صحیح کہتی تھیں اس کی ماما اللہ کا ذکر بڑی بڑی آفتوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

☆☆☆

اس کا ذہن بہت ساری دھندلی یادوں کو اصل میں ڈھالنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔ اور بہت ساری بری یادوں کو دماغ سے مٹانے کی تگ و دو میں خود کو مسلسل ہلکان کیے ہوئے تھا۔ ساری یادیں گڈمڈ ہو کر اس کے ذہن کے ساتھ اس کے دل کی اذیت میں اضافہ کر رہی تھیں۔

زندگی نے اسے کس مقام پہ لا کھڑا کیا تھا۔ جس انسان کو دیکھنے کے لیے اس کی آنکھیں ترس گئی تھیں اس کو زیادہ دیر دیکھنے کے لیے اس کے پاس کوئی عذر بھی موجود نہیں تھا۔

وہ اس طرح اس منجدھار میں پھنسی تھی کہ نہ تو اس سے ملنے کی ہمت تھی اور اگر مل لیتی تو اس کا ردعمل دیکھنے کا حوصلہ اس میں موجود نہیں تھا۔

"صالح"

دل نے جس نام کو برسوں سے پکارا تھا آج زبان نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ نام تو اس کو اور بھی عزیز تھے مگر یہ نام اسے سب سے پیارا تھا۔

☆☆☆

وہ کالج کے لیے تیار ہو کر نیچے ڈائننگ پہ آیا۔ سب کو سلام کر کے وہ اپنی مخصوص نشست پہ براجمان ہوا۔

"بیٹا کیسا جا رہا ہے کالج؟"

یہ اس کے بڑے بھائی جواد تھے جو عمر میں تو اس سے چار سال بڑے تھے مگر ان کے لیے صالح ان کی اولاد کی مانند تھا۔ شائستہ بھابھی کے نرم رویے کے پیچھے ایک یہ وجہ بھی شامل تھی کہ وہ ان کے عزیز شوہر کو بے حد زیادہ عزیز تھا۔

"بہت اچھا جا رہا ہے بھائی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کپ میں چائے انڈیلتے وہ ہشاش بشاش لہجے میں گویا ہوا۔ اور ہاٹ پاٹ سے ایک پراٹھا آدھا توڑ کر پلیٹ میں رکھتے ہوئے کھانا شروع کیا۔

"شائستہ آج اس کو دو پراٹھے لا کر دینا۔"

اس بات پہ چائے کا گھونٹ اس کے حلق میں اٹکا۔

"خدا کا خوف کر لیں بھائی میں دو پراٹھے کیسے کھاوں گا؟"

دو پراٹھوں کے نام سے ہی اس نے جھرجھری لی۔

"تمہاری خوراک تمہاری عمر کے حساب سے بہت کم ہے صالح۔ اس لیے بحث نہیں۔"

وہ اس کی توجہ اس کی صحت کی جانب کروانا چاہتے تھے۔ ماوں کی طرح انہیں اپنا بھائی کمزور لگ رہا تھا۔ حالانکہ صالح کے حساب سے اس کی صحت اور جسامت بالکل فٹ تھی۔

"یہ زیادتی ہے بھائی۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولا جس پہ جواد کے ساتھ ساتھ کچن سے باہر آتی شائستہ کا بھی قہقہہ بلند ہوا۔

"تم سے زیادہ تو یہ میرا چھوٹا کھا لیتا ہے۔"

شائستہ نے ٹوک دیا۔ ان کا چھوٹا بیٹا حاشر بآسانی ڈیڑھ سے دو پراٹھے کھا جایا کرتا تھا۔

"ہاں تو اس کی سزا مجھے کیوں دے رہے ہیں؟"

اسے دو پراٹھے کھانا کسی طور پہ منظور نہیں تھا۔

"یہ سزا نہیں ہے۔ خود تو اپنی صحت کا خیال نہیں ہے اور دوسروں کو رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

"بھائی آپ کو ہر چیز کی اجازت ہے۔"

اس بات پہ ان کے دل میں پھانس لگی۔ وہ آج بھی اپنی فیملی کے لیے وہ چھوٹا سا صالح تھا جسے اپنی پرفیکٹ فیملی سے بے حد محبت تھی۔ اسے اپنی آئیڈیل فیملی پہ ناز تھا۔

"خدا تمہیں ڈھیروں خوشیاں دے میرے پیارے بھائی۔"

یہ دعا شائستہ نے دی۔ وہ ان کے لیے دیور سے زیادہ بھائی تھا۔ جسے ان کا مان رکھنا آتا تھا۔

"ایسی دعا شہروز کو بھی دیتی ہیں کیا بھابھی؟"

وہ ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی نیت سے شرارتی انداز میں بولا۔

"اس بیچارے کو تو میں حفاظت کی دعا دیتی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"چلیں اب مجھے بھی حفاظت کی دعا دیں کیونکہ میں تو چلا وہ بھی آدھا پراٹھا کھا کر۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک لمحے میں وہاں سے فراری اختیار کی۔ جس پہ چند پل تو انہیں سمجھ نہیں آئی کہ کیا ہوا اور پھر ان کی ہنسی کے فوارے پھوٹے۔

"اللہ تمہارے دکھوں کو خوشیوں میں تبدیل کر دے۔"

جواد کے دل نے اس کے لیے شدت سے دعا کی۔ جس پہ شائستہ نے آمین کہا۔

☆☆☆

وہ فون پہ موجود اپنی اور اس کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ برسوں بیت چکے تھے مگر یہ تصویر آج بھی اس کے پاس محفوظ تھی۔

جب سے اسے علم ہوا کہ وہ وجود اس کی زندگی سے جا چکا ہے ایک شدید پچھتاوے نے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا۔

اس نے ایسا تو نہیں چاہا تھا مگر ہونی کو کون روک سکتا تھا؟

لیکن جو اس نے چاہا تھا وہ بھی تو سراسر گناہ تھا۔اس کی سزا بھی تو بھیانک ہونا تھی۔اسے اس سزا سے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

شاید اب بھی کوئی موقع ہو کہ سب سدھارا جا سکے۔

اسے ایک کوشش تو کرنی چاہیئے تھی۔

وہ وجود اب نم آنکھوں سے دوبارہ اس تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

گہری ہوتی رات نے بہت سارے راز اپنے اندر دفن کیے ہوئے تھے۔

☆☆☆

شام کے نیلگوں اندھیرے نے جب پورے آسمان کو اپنے گھیرے میں لیا تو وہ بیڈ پہ موجود سٹوڈنٹس کے پرچوں کی چیکنگ کرتی نظر آ رہی تھی۔نارنجی رنگ کا سوٹ پہنے گلے میں سفید دوپٹہ ڈالے، گھنگھریالے بالوں کو جوڑے کی شکل دیے سرخ بال پین کو پرچوں پہ استعمال کرتے وہ اپنے کام میں منہمک تھی۔بار بار اس کی نظر بھٹک کر اس گھر کی جانب جا رہی تھی جو عنایہ نے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔اس کی سوچوں کا محور کسی اور کے گرد گردش کر

رہا تھا۔عنایہ اس کو کام میں مشغول دیکھ رہی تھی۔اس کی بار بار اٹھتی نظر بھی اس سے پوشیدہ نہیں تھی۔کافی بار کی پسندیدگی سے بھرپور نظر کا جائزہ لیتے بالآخر وہ بول ہی پڑی۔

"آپا آپ کو یہ پسند آگیا ہے نا؟"

سکرٹ کے ساتھ جینز پہنے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کی چین اس کے سامنے لہراتے ہوئے پوچھا جس پہ وہ پہلے ہاں اور پھر نفی میں سر ہلا گئی۔

"ارے نہیں تو میں تو ویسے ہی دیکھ رہی تھی۔"

اس نے خجل ہوتے ہوئے کہا۔

"اس دن تو آپ کہہ رہی تھیں کہ یہ پیارا ہے۔"

اسے آیت کا اس روز والا جواب اچھی طرح ازبر تھا۔

"ہاں پیارا ہے۔"

اس کے جواب سے عنایہ کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

"آج سے یہ آپ کا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کی چین آیت کے ہاتھ میں تھمائی۔

"ارے نہیں بے بی۔ یہ آپ کو پسند ہے نا تو میں کیسے لے لوں۔"

اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ اس کی چین کو رکھ لے مگر وہ اس کی چھوٹی سی بہن کو بھی تو پسند تھی نا۔

"یہ آپ کو بھی پسند ہے آپا۔ آپ کے پاس رہے یا میرے پاس بات تو ایک ہی ہے نا۔ اور آپ ہی تو سمجھاتی ہیں کہ فیملی میں میرا اور تمہارا نہیں ہوتا۔ سب اپنا ہوتا ہے۔"

اس نے اس کی بات کا حوالہ دیتے ہوئے آیت کو لاجواب کر چھوڑا۔

"کتنی سمجھدار ہو گئی ہو تم"

وہ مسکراتے ہوئے عنایہ کے پھولے گالوں کو چومتے ہوئے پر مسرت سی بولی۔ اس نے یقینا اپنی بہن کی تربیت پہ بہت توجہ دی تھی۔

عنایہ کو اس نے بچوں کی طرح پالا۔ یہ کہنا غلط نہیں تھا کہ آیت اس کی دوسری ماں تھی۔

"آپ کی طرح آپا؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے سوال پوچھا۔ جیسے اسے بس کسی بھی طرح اپنی آپا جیسا بننا ہو۔

"مجھ سے بھی زیادہ۔"

وہ چہکتے ہوئے بولی۔

نہ جانے کیوں لیکن اس کی چین پہ اپنی ملکیت کا احساس ہی اسے عجیب سی سرشاری میں مبتلا کر گیا۔

مسکراہٹ تھی کہ اس کے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔

☆☆☆

معاذ نے اپنی طبیعت کی خرابی کی اطلاع اس تک پہنچا دی تھی جس کے باعث وہ آج رکشے پہ ہی کالج آ گئی۔ گھر جا کر اس کا ارادہ معاذ کی تیمارداری کرنے کے لیے جانے کا تھا۔

کالج سے واپسی پہ اسے ایک سڑک کا فاصلہ عبور کر کے دوسری سڑک پہ جا کر ہی رکشہ ملنا تھا۔ عنایہ کی دی گئی کی چین اس وقت اس کے ہاتھ میں موجود تھی۔ وہ اس کو اپنے بیگ کی زپ کے ساتھ جوڑنے ہی والی تھی مگر مس آئمہ کی بات سنتے سنتے کی چین اس کے ہاتھ میں ہی رہ گئی اور وہ کالج سے باہر آ گئی۔ وہ اس کو اپنے بیگ کے ساتھ نتھی کرنے ہی والی تھی کہ

سڑک کی دوسری جانب اسے ایک خالی رکشہ نظر آیا۔ بے دھیانی میں سڑک پہ تیز قدموں سے چلتی وہ ہیوی بائیک کو دیکھے بغیر اس سے پہلے کہ آگے کو بڑھ کر اس بائیک کا نشانہ بنتی کسی مضبوط ہاتھ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے پیچھے اپنی جانب کھینچا۔ وہ وجود اس اچانک افتاد پر بھی اس لڑکی کو خود سے ٹکرانے سے روک گیا۔ ایک پل کو آیت اس حادثے کو سمجھنے سے قاصر رہی۔ اس کے حواس اس اچانک ہوئی افتاد پہ معطل ہوئے۔ اس کے ہاتھ میں موجود کی چین دور سڑک پہ جا کر زمین بوس ہوئی۔ ہینڈ بیگ کندھے سے نیچے کی جانب جھول گیا۔ اس کی سیاہ چادر سرک کر اس کے سیاہ گھنگھریالے بالوں کا دلفریب منظر پیش کرنے لگی۔ کھلے سیاہ بالوں کی چند لٹیں اس کے چہرے کے گرد محو رقص ہوئیں۔ کانوں میں موجود بالیوں نے ہلکورا لیا۔ صالح نے ایک ایک منظر کو اپنی آنکھوں میں جذب کیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موجود اس مضبوط ہاتھ کو دیکھا اور اگلے ہی پل اس مضبوط ہاتھ والے کو۔ ایک لمحے کو اس کا دل رک سا گیا۔ وہ اس کے اتنا قریب موجود تھا کہ اسے یہ سب خواب محسوس

ہوا۔اس نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو وہ ہوش میں آتی اپنی چادر درست کر گئی۔نہ جانے کیوں مگر اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ بائیک سے ٹکرانے والی تھیں اسی لیے یہ سب ہوا۔"

ماتھے کو انگلیوں سے مسلتے وہ شرمندہ سا اپنی صفائی دے رہا تھا۔یوں جیسے بہت بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہو۔

"شکریہ"

بمشکل اپنے حلق کو تر کرتے اس نے جواب دیا۔وہ اس کی دل سے مشکور تھی کیونکہ اگر وہ اس کو نہ تھامتا تو یقینا اس کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہو جاتا۔کچھ تلاش کرتے ہوئے آیت کی نظر سڑک پہ موجود کی چین پہ گئی۔اس کی نگاہوں کا پیچھا کرتے اس کی نگاہ بھی وہیں ٹک گئی۔ بے یقینی سے صالح نے اس کی جانب دیکھا۔وہ فورا آگے بڑھی اور سڑک پہ موجود کی چین اٹھائی۔وہ گھر ٹوٹ چکا تھا۔اور جس کا ٹوٹا تھا وہی اس کو بچا رہا تھا۔اس کی نگاہیں اس کی چین پہ محسوس کرتے اسے شدید ندامت کا احساس ہوا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔ آئی ایم سو سوری۔۔۔ سوری پلیز"

پہلے اس کی چین کو کھونے کا غم اس پر اس کے مالک کا اپنے نقصان کو دیکھ لینے کا غم۔

اس کی آنکھوں میں نمی جھلکنا شروع ہو گئی۔ نہ جانے کیوں وہ اس گھر اور گھر کے مالک کے لیے اتنی حساس ہو رہی تھی۔

"اٹس اوکے"

وہ مڑ کر جانے لگا کہ اس آواز نے اس کے قدموں کو منجمد کیا۔

"میں نے آپ کا گھر توڑ دیا مجھے معاف کر دیں۔ میں شرمندہ ہوں میری ایسی کوئی نیت نہیں تھی پتا نہیں کیسے۔۔۔ وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔"

بات کرتے وقت اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا وہ جانتا تھا کہ وہ رونے والی ہو رہی تھی۔ مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

"گھر ٹوٹ چکا ہے۔ اب آنسو بہانے سے جڑ نہیں جائے گا۔ آپ پلیز خود کو مت تھکائیں۔"

اس کے لہجے میں برسوں کی تھکان موجود تھی۔ گھر تو حقیقت میں ٹوٹا تھا تو اس عارضی ٹوٹ پھوٹ پہ اسے کیسے افسوس ہوتا۔

"آپ کا شکریہ صالح" وہ ممنون ہوئی۔

کیا کوئی اتنے پیار سے بھی کسی کا نام لے سکتا ہے؟

آہ! یہ کیا کر بیٹھی تھی وہ اس کا نام اس کے سامنے ہی لے گئی۔ آج دوسری بار اس کی زبان سے یہ نام ادا ہوا تھا۔ آج ہوا بھی تو اس کے سامنے جس نے اس کی زبان سے اپنا نام سن کر بے ساختگی میں پلٹ کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ جو اسی کی جانب دیکھ رہی تھی ایک لمحے کو دونوں کی نظریں ملیں۔ اس کی آنکھوں میں چھلکتی نمی لیکن چہرے پہ موجود اطمینان جو یقینا اس کے معاف کر دینے سے در آیا تھا ایک لمحے کو صالح کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

ایک لمحہ۔۔۔ اور ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے جذبات و احساسات بدلنے میں

اگلے ہی لمحے وہ مڑا اور پھر واپس نہیں پلٹا۔ اسے لگا کہ اگر اب وہ پلٹا تو کچھ ہو جائے گا۔ شاید وہ ہو جائے گا جو وہ کبھی نہیں چاہتا تھا۔

ہاں۔۔۔صالح منصور کو محبت ہونے سے ڈر لگتا تھا۔

لیکن کیا کوئی خود کو روک پایا ہے محبت کرنے سے؟

آسمان پہ موجود پرندوں نے اس کو مسکرا کر دیکھا جو محبت سے دور بھاگ رہا تھا۔

☆☆☆

معاذ کی طبیعت خرابی کی اطلاع ملتے ہی حمدانی صاحب اس کے گھر تشریف لے کر آئے تھے۔رخسانہ بیگم ان کے اور صدیقی صاحب کے لیے چائے کا بندوبست کرنے کچن کی جانب چلی گئیں۔وہ دونوں بھائی اس وقت معاذ کے کمرے میں موجود تھے۔کمروں کی دیواروں پہ موجود ہلکے آسمانی رنگ کا پینٹ،سفید رنگ کا فرنیچر،گہرے نیلے بلائنڈرز اور سفید چکنا فرش بلاشبہ اس کمرے کی خوبصورتی بے مثال تھی۔حمدانی صاحب اس سے اس کی طبیعت کے متعلق پوچھ رہے تھے۔وہ ان کا بھتیجا ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا ہونے والا اکلوتا داماد تھا جن کو انہوں نے اپنی لاڈلی بیٹی سونپنی تھی۔اس کو پرہیز کی تاکید کرتے ہوئے وہ اس کے لیے بے حد فکر مند دکھائی دے رہے تھے۔معاذ نے آج تک ان کو صرف چچا کی حیثیت سے ہی دیکھا تھا مگر آج وہ انہیں کسی اور نظر سے دیکھ رہا تھا۔اسے حمدانی صاحب

میں وجیہہ کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس کے خیالوں میں چپکے سے دبے پاؤں وارد ہو چکی تھی۔ جانے انجانے میں ہی سہی مگر اب وہ آیت کی بجائے وجیہہ کو سوچنے لگا تھا۔

رخسانہ بیگم چائے کے ساتھ دیگر لوازمات لے کر آئیں اور انہیں پیش کیے۔

"ایسا کرو معاذ ابھی کام سے بریک لے لو۔ تمہاری صحت آفس ورک کے لوڈ سے خراب ہو میں یہ نہیں چاہتا۔"

وہ چائے کے گھونٹ بھرتے سنجیدگی اور پریشانی سے اسے آفس سے ایک ہفتے کی چھٹیاں لینے کا کہہ رہے تھے۔

"اگر کام سے اتنا لمبا بریک لوں گا تو بعد میں سارے کام نمٹاتے ہوئے طبیعت بگڑ سکتی ہے۔ بہتر نہیں کہ ایک دو دن کے وقفے سے آفس دوبارہ جوائن کر لیا جائے۔"

اس کی بات میں وزن تھا جس پہ حمدانی صاحب نے ہنکارا بھرا۔

"ڈاکٹر نے اتنے تیز بخار کی وجہ نہیں بتائی کیا بھائی؟"

وہ اب کہ اپنے بڑے بھائی سے مخاطب ہوئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ برخوردار نے خود کو ٹینشن میں رکھا ہوا ہے جس کے باعث اس کی طبیعت میں بگاڑ آیا اور اسی کی وجہ سے اسے بخار ہوا جو کہ شدت اختیار کر گیا۔"

انہوں نے اپنے سپوت کو کن اکھیوں سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر کی باتیں دہرائیں جس پہ وہ شرمندہ سا سر جھکا گیا۔ وہ جانتے تھے کہ معاذ صاحب کی پریشانی کی کیا وجہ تھی۔

"بیٹا کوئی مسئلہ ہے تو شئیر کر سکتے ہو۔"

وہ اسے اعتماد میں لیتے ہوئے بولے۔ لیکن کوئی اس سے پوچھتا وہ کیسے اپنے دل کی بات ان سے شئیر کر سکتا تھا؟

جن سے کی تھی انہوں نے ہی اس کی مخالفت کر دی تھی اور وہ تو وجیہہ کے بابا تھے جو اپنی بیٹی کی خوشیوں کے لیے ہر حد تک جا سکتے تھے۔

"بس کام کا لوڈ اور کچھ نہیں۔"

وہ تھکن سے بھرپور لہجے میں جھوٹ بولتے ہوئے بیڈ کراون سے ٹیک لگا گیا۔

"چلو اب ریسٹ کرو۔ زیادہ باتیں نہیں کرو۔ دوا لے کر سو جاو۔ ہم لاونج میں چلتے ہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صدیقی صاحب اس کو تاکید کرتے ہوئے بھائی سے مخاطب ہوئے جس پہ وہ چائے کا خالی کپ میز پہ دھرتے اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے۔ پیچھے وہ سر ہاتھوں میں تھامے مسلنے لگا۔

☆☆☆

وہ کمرے سے باہر لاونج میں صوفوں پہ براجمان ہوئے تو حمدانی نے بات کا سلسلہ جوڑا۔

"بھائی مجھے لگتا ہے کہ اب ہمیں جیا اور معاذ کی نسبت کو علی الاعلان سب پہ واضح کر دینا چاہئے۔ وجیہہ کے چند رشتے آچکے ہیں کچھ خاندان سے اور کچھ خاندان سے باہر۔ میں نہیں چاہتا کہ مزید کوئی رشتہ آئے۔ جیا میں نے آپ کو سونپی ہے بھائی۔ آپ جانتے ہیں کہ میری جیا بہت حساس ہے۔ فرخندہ کی وفات کے بعد اس کا دل بہت نازک ہو چلا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے کسی قسم کی بھی تکلیف ہو۔ وہ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔"

وہ ایک بیٹی کے باپ تھے جنہیں سب سے زیادہ اپنی اولاد پیاری تھی۔ وہ اپنے بھائی سے بھی حوصلہ افزائی کی ہی امید رکھتے تھے۔ انہیں معاذ کی جانب سے بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ بہت خوش تھے کہ جیا، ان کی لاڈلی معاذ کے نکاح میں جائے گی۔

"یہ بات مجھے بتانے کی ضرورت تو نہیں کیونکہ تم جانتے ہو کہ جیا مجھے بہت عزیز ہے۔ معاذ اگر میرا بیٹا ہے تو جیا میری بیٹی ہے۔ تم بالکل بھی فکر نہیں کرو۔ میں تم سے بات کرنے ہی والا تھا کہ تم نے پہل کر لی۔ اگلے ہفتے ہی معاذ اور جیا کی منگنی کی تقریب رکھ لیتے ہیں۔ پھر چند ماہ تک نکاح اور شادی۔ کیونکہ ابھی شادی کی بالکل بھی تیاری نہیں ہے اور تم تو جانتے ہو کہ معاذ میرا اکلوتا بیٹا ہے اور جیا تمہاری اکلوتی بیٹی۔ ان کی شادیوں کے ارمان تو ہم سب کو ہی ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے ان کے سارے خدشات دور کر گئے۔

"لیکن بھائی معاذ کی طبیعت؟"

"اس کی طبیعت ایک دو دن تک ٹھیک ہو جائے گی۔ تم فکر نہیں کرو۔ اگلے جمعے کو منگنی کی رسم ادا کر کے معاذ اور جیا کو ایک رشتے میں باندھتے ہیں۔ اگر جیا کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں تو نکاح کے حق میں ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔ مگر جیا ابھی شادی کے لیے میچور نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اس رشتے کو سمجھنے کے لیے ایک سال تو لے۔ پھر ہی اس کا نکاح ہو۔ اور ویسے بھی اس کی پڑھائی ابھی باقی ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ سکون سے پہلے اپنی ڈگری مکمل کر لے۔ تاکہ بعد میں ساری توجہ اپنے شوہر اور سسرال پہ رکھے۔"

حمدانی صاحب کی باتوں پہ صدیقی صاحب نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

انہیں معاذ کو سراب سے نکال کر حقیقت کی دنیا میں لانا تھا۔

☆☆☆

حمدانی صاحب گھر آئے اور صاجزادی کو منہ پھلائے لاونج میں بیٹھے دیکھا تو اس کے قریب آکر صوفہ پہ بیٹھ ہوئے۔ انہیں اس کا چہرہ دیکھ کر ہی اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ ان سے ناراض ہے۔ وہ اس کی ناراضگی کی وجہ سے بھی باخبر تھے۔

"میری بیٹی ناراض ہے مجھ سے؟"

انہیں اچھا لگتا تھا اپنی جیا کی زبان سے محبت بھرا گلہ سننا۔

"بابا آپ کو پتا تھا نا کہ میں نے آپ کو اپنی نئی پینٹنگ دکھانی تھی۔ مگر آپ لیٹ آئے۔"

خوبصورت چہرے پہ نازک سا شکوہ تھا جس کو وہ ہمیشہ چٹکیوں میں دور کر جایا کرتے تھے۔ ان کی بیٹی بہت جلد مان جاتی تھی۔

"مجھے یاد تھا بیٹا۔"

انہوں نے اپنی صفائی پیش کرنا شروع کی تو وجیہہ نے انہیں ٹوکا۔

"پر آپ پھر بھی لیٹ آئے۔ آپ کو آفس زیادہ عزیز ہے کیا؟"

وہ روہانسی ہوئی۔

"ہر گز نہیں میری جان۔ مجھے میری بیٹی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ میں آفس میں نہیں تھا۔"

اس کے گرد اپنے بازو حمائل کرتے اسے اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔

"پھر کہاں تھے؟"

وہ تجسس بھرے لہجے میں شکوے کو شامل کرنا نہیں بھولی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھائی کی طرف گیا تھا۔ ان سے بات کے دوران معلوم ہوا تھا کہ معاذ کل رات سے بخار میں مبتلا ہے۔ بس پھر آفس سے واپسی پہ میں اس کی عیادت کرنے چلا گیا۔"

وہ اس کو سارے واقعے کی تفصیل سے آگاہ کر گئے۔ جس پہ اس کے شکوے کی جگہ اداسی اور فکر مندی نے لے لی۔

"بابا وہ ٹھیک تو ہیں؟"

اس نے بے صبری سے پوچھا۔ حمدانی صاحب اس کی فکر پہ مسکرائے۔

"ہاں میری جان بہت بہتر ہے۔ ایک دو دن ریسٹ کرے گا تو فٹ ہو جائے گا میرا جوان۔"

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں گویا ہوئے لیکن جیا کی فکر دور نہیں کر پائے۔ وہ اداس سی وہاں سے اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس نے پینٹنگ بھی نہیں دکھائی۔ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا۔ نوال ملازمہ سے کھانا میز پہ سیٹ کرنے کا کہہ کر اس کو بلانے کے لیے کمرے میں گئی تو اسے گم صم پایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جیا کیا ہوا ہے تمہیں۔اتنی کھوئی کھوئی کیوں ہو؟"

وہ اس کے چہرے پہ شوخی دیکھنے سے قاصر تھیں۔

"بھابھی کیا آپ مجھے اپنا فون لا دیں گی؟"اس نے دھیمی سی آواز میں کہا۔

"ہاں مگر خیریت تو ہے؟"نوال نے کم فہمی سے پوچھا۔ بھلا وجیہہ کو اس کے فون سے کیا کام ہو سکتا تھا؟

"آپ کے پاس معاذ کا نمبر ہے نا؟"

وہ اس کے بے تکے سوال پہ شش و پنج کا شکار ہوئیں۔

"ہے تو سہی مگر کیا ہوا؟"ان کے چہرے پہ ابھی تک ناسمجھی موجود تھی۔

"مجھے ان کی خیریت جاننی ہے۔"جیا نے بات واضح کی۔

"تو کیا تمہارے پاس معاذ کا نمبر نہیں ہے؟"

ان کا تو حیرت سے منہ ہی کھلا رہ گیا۔

"نہیں"

یک لفظی جواب دیا۔

"تم دونوں کزنز ہو اور بہت جلد منگنی بھی ہونے والی ہے۔بابا بتا رہے تھے کہ تایا کہہ رہے ہیں کہ اگلے جمعے کو تم دونوں کی منگنی کروادی جائے گی اور تمہارے پاس اس کا نمبر ہی نہیں ہے۔"

وہ تو حیرت کے پہاڑ پہ جا کھڑی ہوئی تھی۔

"نمبر نہ ہونے میں ایسی بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے بھابھی۔"

منگنی کے نام پہ چہرے پہ آئی سرخی کو چھپاتے اس نے بے نیازی سے کہا۔

"کس زمانے میں ہو تم جیا۔لوگ تو اپنے کزنز کے نمبر بھی فون میں رکھتے ہیں اور تم نے اس کزن کا نمبر بھی فون میں نہیں رکھا جس سے تمہاری نسبت برسوں سے طے ہے۔"

"بھابھی میں نہیں چاہتی کہ میں کوئی ایسا کام کروں جو میرے اور ان کے رشتے کو خراب کرے۔فون پہ باتوں سے ایک دوسرے کی ذات میں چھپے راز عیاں ہو جاتے ہیں پھر وہ

بات ہی نہیں رہتی جو شادی کے بعد جائز رشتے میں بندھ کر ہوتی ہے۔ ہمارے دین میں بھی تو اس چیز کی اجازت نہیں ہے۔"

وہ تحمل بھرے لہجے میں ساری بات واضح کرتے نوال کو مسلسل حیران کرتی چلی گئی۔

"معاذ بہت خوش قسمت ہے جو اسے تم مل رہی ہو۔"

انہیں اس کی سوچ کا زاویہ بہت بھایا۔ انہوں نے نند کی تعریف کی۔

"اونہوں۔۔۔ میں بہت خوش قسمت ہوں بھابھی جو وہ مجھے مل رہے ہیں۔"

اپنی نگاہوں میں اس کا چہرہ سموئے وہ محبت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"وہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈے تو بھی تم جیسی نہ مل پائے گی۔"

وہ پھر اس کو اس کی اہمیت جتانے لگیں۔

"میں سورج لے کر بھی نکلوں گی تو ان جیسا تلاش نہیں کر سکتی۔"

اس نے کھلے دل سے اپنے دل میں آئی بات کہی۔

"بیوقوف ہو تم"

"ان کو بھی یہی لگتا ہے۔"

وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

"تو کیا تمہیں برا نہیں لگتا اس کا تمہیں بیوقوف سمجھنا۔"

انہوں نے جاننا چاہا۔

"جن کو چاہا جائے کیا ان کی باتیں بری لگتی ہیں؟"

"کبھی کبھی تم اتنی گہری بات کر جاتی ہو کہ میں حیران رہ جاتی ہوں۔ کہاں سے سیکھی ہیں ایسی باتیں؟"

وہ اس لڑکی کی باتوں سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکیں۔

"اپنے کزن برادر سے۔"

اس نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"تمہارا خالہ زاد ہو گا۔ وہی ہے جو اپنی باتوں کی گہرائی سے کسی کو بھی ڈبونے کا ہنر رکھتا ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میرے بھائی کمال ہیں۔ان جیسا کوئی نہیں۔"

وہ اپنے بھائی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگی۔

"اچھا یاد آیا بابا کہہ رہے تھے جس کو بھی مدعو کرنا ہے کر لو اگلے جمعے تمہاری منگنی کی تقریب منعقد کی جائے گی۔"

نوال نے اسے اطلاع دی۔

"امم۔۔۔میں اپنی دوستوں کو تو یونیورسٹی میں ہی مل کر بتا دوں گی۔مگر بھائی کو میں خود انوائیٹ کرنے جاوں گی۔"

اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔اب جلدی سے نیچے آو کھانا کھا لو۔"وہ واپس جانے لگیں جب جیا نے دوبارہ ان کی توجہ اس جانب مبذول کروائی۔

"بھابھی فون"

"اچھا میں فون لا کر دیتی ہوں تم کال کر کے آجانا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہیلو بھئی کس نے کہا کہ میں کال کرنے والی ہوں۔"جیا نے گویا نیا انکشاف کیا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ کال کرنی ہے معاذ کو۔"

وہ الجھی ہوئی بولیں۔

"ہاں کرنی ہے۔"

"تو"

انہوں نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تو یہ میری پیاری بھابھی کہ آپ ان کی خیریت پوچھیں گی۔وہ بھی فون سپیکر پہ لگا کر۔"

وہ نوال کو شانوں سے تھام کر گویا ہوئی۔

"تم نہیں سدھر سکتی۔"

انہوں نے اس کے سر پہ چپت لگائی جس پہ وہ ایک لمحہ کو گڑبڑائی مگر پھر دل کھول کر ہنس پڑی۔

اس کی ہنسی اس کے دل کی کیفیت کے مطابق کھنک دار اور شفاف تھی۔

☆☆☆

وہ گاڑی میں آ کر بیٹھا تو بیتے لمحے جھپاک سے آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگے۔اس کا معصوم، پر مطمئن چہرہ پھر سے اس کی نگاہوں کے پار ابھرا۔دل نے ایک نئے جذبے کی نوید سنائی۔دل کی دھڑکن معمول سے ہٹ کر چلنے لگی۔اس کا دل گھبرانا شروع ہو چکا تھا۔ سانس تھی کہ لمبی ہو چلی۔وہ گہرے سانس بھرتے خود کو اس منظر سے دور گھسیٹنا چاہ رہا تھا مگر اسے یہ ممکن ہوتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دل نے دماغ کے سارے دعوؤں کو پاش پاش کر چھوڑا تھا۔اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی تو گاڑی سٹارٹ ہوئی۔برق رفتاری سے گاڑی کو فوراً وہاں سے ہٹایا کجا کہ پھر وہ لڑکی اسے نظر آتی۔

"اللہ پلیز وہ لڑکی دوبارہ میرے سامنے نہ آئے۔"

دل ہی دل میں دعائیں مانگتے وہ اپنی کیفیت پہ حیران تھا۔وہ بس اتنا جانتا تھا کہ یہ لڑکی اسے عجیب خوشگوار جذبے کا احساس دلا رہی تھی۔اسے اب اس سے دور رہنا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ گاڑی کو سڑک پہ دوڑاتا جا رہا تھا۔ سوچوں کے محور میں ڈھیروں یادیں گردش کر رہی تھیں۔ تلخ یادیں، حسین یادوں کو منہ چڑا رہی تھیں۔ فون کی بیل نے اسے سوچوں کے بھنور سے باہر نکالا۔ اس نے موبائل فون چیک کیا تو پانچ مس کالز آچکی تھیں۔ وہ حیران ہوا کہ اسے یہ آوازیں سنائی کیوں نہ دیں۔ سنتی بھی کیسے جب کان کے پردوں کے پار دلکش آواز نے گھیرا ڈالا ہو تو یہ کال کی ٹونز دل کو بری محسوس ہوتی ہیں اور دل، دماغ سے اپیل کر کے بلکہ حکم لگا کر اس آواز کا راستہ روکنے کا کہتا ہے۔ اور دماغ تو شروع سے ہی معصوم ہوتا ہے جو دل کہتا ہے اس پہ لبیک کہہ دیتا ہے۔ اس نے نمبر چیک کیا تو کولیگ کا نام سامنے آیا۔ چند لمحوں میں ہی اسے یاد آچکا تھا کہ وہ گرلز کالج میں وائس پرنسپل سے کچھ ڈسکس کرنے جا رہا تھا۔ اس کا کولیگ کب سے کالج میں موجود اس کا انتظار کر رہا تھا جو اس کے بعد پہنچنے والا تھا اور پچھلے ایک گھنٹے سے وہاں موجود تھک چکا تھا مگر صالح تھا کہ آیا ہی نہیں تھا۔ اس نے کال بیک کی۔

"کہاں رہ گئے صالح؟"

پر شکوہ آواز نے اس کو احساس دلایا کہ وہ کافی لیٹ ہو چکا تھا۔

"سوری۔ بس ابھی آرہا ہوں۔"

وہ اس کو اس واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا تھا اور جھوٹ بولنے سے بہتر تھا وہ اس بات سے دوری اختیار کرتا۔

"رہنے دو۔ وائس پرنسپل جا چکے ہیں۔ میں بھی گھر جا رہا ہوں۔ کل مل لیں گے اور ہاں اب کالج ٹائمنگ میں ہی آنا ہے۔ بریک ٹائم بالکل ٹھیک رہے گا۔"

وہ اس کے مشورے کو سننے کے بعد مثبت جواب دیتے کال کاٹ گیا۔ ابھی کال کٹ ہی ہوئی کہ ایک آواز نے اس کو پھر سے شش و پنج میں ڈالا۔

"صالح دیکھو آیت بھی تمہارے والے کالج میں ہی پڑھاتی ہے۔"

نوشین آپا کی آواز نے اسے ایک نئے مخمصے میں پھنسا ڈالا۔

آہ۔۔۔ یہ کس مسئلے میں الجھ چکا تھا وہ۔۔۔

"میں کل کسی اور کو بھیج دوں گا۔ لیکن خود نہیں جاؤں گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دل میں خود سے مخاطب وہ اس خطرے کو ٹال رہا تھا جو اس لڑکی کے سامنے آتے ہی اب اس کے ساتھ پیش آنے والا تھا۔

ہاں صالح منصور اس معصوم لڑکی کو اپنے لیے خطرہ سمجھنا شروع ہو چکا تھا۔

وہ انسان خطرناک ہی تو ہوتا ہے جو دل چرا کر لے جائے۔

☆☆☆

سڑک کے کنارے پہ کھڑے اس ٹوٹے گھر کو اپنے نرم ہاتھوں میں تھامے اس کو وہ لمس محسوس ہو رہا تھا جو کچھ دیر پہلے اس کے ہاتھ میں موجود ایک مضبوط اور توانا ہاتھ نے اس کو عطا کیا تھا۔ وہ ہمیشہ ان چیزوں سے بہت دور رہی تھی جب کزنز آپس میں ایک دوسرے کو چھو لیتے ہیں یا پھر کسی دوکاندار سے خریداری کے بعد ہاتھ میں سامان یا پیسے تھامتے ان کے ہاتھ سے ہاتھ مس ہو جاتے ہیں۔ اسے یہ چیزیں سخت ناپسند تھی۔ ابھی جو ہوا وہ بھی اچانک، بے ساختہ اور بغیر کسی غلط نیت کے تھا۔ نہ اس کی نیت میں کھوٹ تھا اور نہ ہی اس ہاتھ کو تھامنے والے کی۔ اس نے اس کو سائیڈ پہ کرتے جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔ اس کے چہرے پہ موجود شرمندگی اس کے باکردار ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔ اگر

کوئی اور موقع ہوتا اور صالح بھی اس کا ہاتھ تھام لیتا تو یقیناوہ اس کو ایک برے کردار کا مالک سمجھتی۔اس کے نزدیک محبت میں اگر حیا نہ رہے تو وہ محبت پاکیزگی کی حدود کو پھلانگ کر گناہ کی حد میں داخل ہو جاتی ہے۔اسے اس کا اسے خود سے ٹکرانے سے بچانا، شرمندگی سے سر جھکانا،اسے پلٹ کر دیکھنا،بے یقینی سے اس کی جانب رخ کرنا،اس کو فورا معاف کر دینا،اسے دلاسہ دینا،اسے واپس پلٹ کر نہ دیکھنا سب یاد آیا۔وہ جان ہی نہ پائی کہ وہ مسکرا رہی تھی۔ڈمپل بھی اس کے چہرے کی رعنائی میں اضافہ کرنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

"کیا ہیں آپ صالح؟کوئی اور ہوتا تو موقع سے فائدہ اٹھاتا مگر آپ۔۔۔آپ تو وہ انسان ہیں کہ جس کو میں رب سے اپنے لیے مانگنے لگی ہوں۔آپ کسی کے بھی آئیڈیل ہو سکتے ہیں۔ آپ نے مجھے احساس دلایا ہے کہ ایک نامحرم مرد اگر اچھی تربیت اور اچھے کردار کا مالک ہو تو دنیا کتنی حسین ہو سکتی ہے۔آپ عورت کی عزت کرنا جانتے ہیں۔میں اللہ سے دعا

کروں گی کہ وہ آپ کو میرا نصیب بنا دے۔ آپ نے آیت مصطفیٰ کو خود سے محبت پر مجبور کر دیا ہے۔"

وہ ہلکے ہلکے قدم اٹھاتے سڑک کے کنارے چلنے لگی۔ ایک رکشے والے کی آواز پہ اس نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"باجی کہاں جانا ہے آپ کو؟"

اس کی آواز پہ اسے یاد آیا کہ وہ رکشے کی خاطر ہی دوسری سڑک پہ جا رہی تھی۔ وہ اس رکشہ والے کو گھر کا پتا بتاتے رکشے میں سوار ہو گئی۔

گزرے پل اک حسین یاد کی مانند اس کے چہرے کو تر و تازہ کر رہے تھے۔ اس نے شدت سے اس کے ساتھ کی دعا مانگی۔ اسے اس کے ساتھ ہمیشہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس کا محافظ ہو۔ وہ اس محافظ کو اپنے لیے مانگ لینا چاہتی تھی۔

اور مرد تو وہی ہوتا ہے جس سے عورت کو حفاظت کا احساس ہو پھر چاہے وہ محرم ہو یا نامحرم۔

☆☆☆

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چلا تھا۔ وہ مختلف سوچوں کو سوچ سوچ ہلکان ہو رہا تھا کہ فون کی بیل نے اس کی سوچوں کو جامد کیا۔ ایک امید کے ساتھ اس نے فون کی جانب ہاتھ بڑھایا جو سائیڈ ٹیبل پہ موجود تھا کہ آیت نے اس کی خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کیا ہو گا۔ مگر نوال بھابھی کا نام دیکھ کر اس کو مایوسی ہوئی۔ پہلے اس نے سوچا کہ کال نہ اٹھائے مگر پھر سوچا کہ بھابھی کو برا لگے گا تو کال ریسیو کر لی۔ اس نے یس کا بٹن دبایا تو سلام کے فوری بعد نوال کی فکر مند آواز آئی۔

"معاذ کیسے ہو؟"

بھابھی کی فکر پہ وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"میں ٹھیک ہوں بھابھی۔"

اس کی آواز سن کر وجیہہ کے چہرے پہ چھائی ساری کوفت ہوا ہوئی۔ وہ اب نوال کو ہلکی آواز میں بتا رہی تھی کہ آگے کیا پوچھنا ہے۔

"میڈیسن لی ہے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جی بھابھی۔"

"اچھا آفس سے بریک لے کر ریسٹ کرنا سہی سے۔"

وجیہہ کا مشورہ من و عن اس تک پہنچایا جا رہا تھا۔

"جی بھابھی۔"اس نے فرمانبرداری سے بات مانی۔

"کھانے میں احتیاط کرنی ہے۔"

وجیہہ کا دیا گیا نادر مشورہ اس تک بخوبی پہنچایا گیا۔

"بھابھی آپ تو اس وقت مجھے بالکل ڈاکٹر لگ رہی ہیں۔اتنے زیادہ مشورے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا جس پہ نوال نے منہ بسورا۔

"میں نہیں دے رہی مزید مشورے۔"

انہوں نے جیا کے کان میں کہا۔

"اچھا بھابھی بس آخری۔"

اس نے نوال کے کان کے قریب ہو کر کہا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے معاذ۔"

انہوں نے معاذ سے کہا۔

"گھر میں سب کیسے ہیں؟ چچا سے تو ملاقات ہو گئی تھی۔ چچی، بھائی اور۔۔۔"

وہ چند لمحے رکا تو وجیہہ کو لگا اس کا دل رک گیا۔

"اور؟"

نوال نے شرارتی انداز میں پوچھا۔

"آپ کی لاڈلی نند"

آہ۔۔۔ کاش کہ وہ اس کا نام لیتا۔

"سب ٹھیک ہیں۔ اور تمہاری فکر میں گھلے جا رہے ہیں خاص طور پر۔۔۔"

اس بات پہ جیا نے فوری طور پہ ان کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ اور سر نفی میں ہلانا شروع کر دیا۔

چہرے پہ التجائی تاثرات نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ دوسری جانب معاذ کو نہ جانے کیوں مگر شدید تجسس نے آن گھیرا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"خاص طور پر کون؟"

دوسری جانب سے معاذ کی پر تجسس آواز آئی۔

"افف۔۔جیا ہاتھ تو ہٹاو۔"

انہوں نے اس کا ہاتھ سائیڈ پہ کرتے ہوئے قدرے اونچی آواز میں کہا جس کو معاذ کے کانوں نے فوراسنا۔

"میں نہیں بول رہی بھابھی۔"

اس کی مدھم سی شکوہ کناں آواز آئی جس پہ معاذ کی طبیعت میں خوشگواری عود آئی۔ مطلب محترمہ فون کو سپیکر پہ لگوا کر باتیں سن رہی تھی۔ مگر اس نے ظاہر نہیں کروایا تاکہ وہ شرمندگی کا شکار نہ ہو۔

"سب کو میرا اسلام کہیے گا بھابھی۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ تھوڑا آرام کرنا چاہتا ہوں۔ کل سے آفس بھی تو جانا ہے۔"

اس کی بات سنتے آخر میں بے ساختہ وجیہہ بول اٹھی۔

"کل کیوں جانا ہے آفس؟"

بولنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ یہ کیا کر بیٹھی تھی وہ۔ دوسری جانب اس کا قہقہہ سنائی دیا۔

مطلب وہ جانتا تھا کہ وہ اس کی باتیں سن رہی ہے۔

"بھابھی ان سے کہیں میں نہیں بلاوں گی اب انہیں۔"

وہ شکوہ کناں لہجے میں کہتے ہی منظر سے غائب ہو گئی۔

"چلی گئی کیا؟"

معاذ کی سنجیدہ آواز ابھری تو نوال نے ہاں کہا۔

"اسے کہنا معاذ سوری کہہ رہا تھا۔ اور اس نے سچ میں کچھ نہیں سنا۔"

"ٹھیک ہے ابھی میں چلتی ہوں۔ اس نے ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا۔ کہہ رہی تھی تمہاری ہشاش بشاش آواز سننے کے بعد ہی کھائے گی۔"

نوال نے اپنی نند کے دل کی کیفیت کے بارے میں تھوڑا سا بتا کر فون بند کیا تو معاذ کا دل عجیب سی لے میں دھڑکا۔

کیا وہ اس کی اتنی فکر کرتی ہے؟

"اس نے ابھی تک صرف اس لیے کھانا نہیں کھایا کہ میں بیمار ہوں۔ اور وہ میری صحت کا جانے بغیر کچھ نہیں کھائے گی۔ کہیں کچھ ایسا تو نہیں جس سے میں لاعلم ہوں۔"

خود سے الجھتے وہ پریشان ہوا۔ اچانک اسے جیا کا بے ساختہ کہا گیا جملہ یاد آیا تو اس کی ہنسی نے گویا اس کے چہرے کو دو دن بعد تازگی بخشی۔

"بیوقوف لڑکی"

ٹھیک ہی تو کہتا تھا وہ اسے۔۔۔ وہ سچ میں بیوقوف تھی کیونکہ وہ محبت کرنا اور نبھانا جانتی تھی۔

☆☆☆

وہ گھر آیا تو لاونج میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اس نے شکر ادا کیا اور فوراً سیڑھیاں عبور کرتے اپنے کمرے میں گھس گیا۔ بھوری شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولتے اس نے گہرا سانس بھرا۔ پھر بے دم سا ہو کر بیڈ پہ بیٹھا۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ وہ لڑکی پہلے ہی اسے خطرے کا سگنل لگ رہی تھی اور اب تو اسے اس سے خوف

محسوس ہو رہا تھا۔ بالوں اور چہرے پہ ہاتھ پھیرتے وہ شدید اضطراب کا شکار تھا۔ بیڈ پہ بیٹھے اس نے جوتے اتارے اور سلیپرز پہنتے الماری تک آیا۔ آرام دہ کپڑے نکالنے کے بعد وہ واش روم میں گھس گیا۔

دروازے پہ گھنٹی بجی تو شائستہ نے دروازہ کھولا۔ سامنے اس کو دیکھ کر وہ جی جان سے مسکرائی۔

"واہ بھئی ماہر نفسیات ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔"

وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولیں۔ صالح کے قریبی دوست ہونے کے ناطے اس کے تمام گھر والوں سے اچھے روابط تھے۔

"ماہر نفسیات کو اگر دو منٹ دروازے سے باہر کھڑا رکھا جائے تو وہ سامنے والے کے بارے میں گہرے انکشافات کر سکتا ہے۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں بولتے ہوئے آخر میں قہقہہ لگاتے ہنس پڑا۔

"اووہ۔ میں تو ڈر گئی۔ جلدی آؤ اندر کہیں کوئی راز ہی نہ کھول دینا۔"

وہ اس کو اندر آنے کا اشارہ کرتے خود لاونج کے صوفہ پہ جا کر بیٹھ گئیں۔

"لوگ پہلے مہمان کو بٹھاتے ہیں اور یہاں سب الٹ ہی چلتا ہے۔"

وہ صوفے پہ بیٹھتے ہوئے مصنوعی ناراضی سے بولا۔

"ارے تم مہمان تھوڑی ہو۔" انہوں نے کھلے دل سے کہا۔

"دیکھ لیں بھابھی یہ بات مہنگی پڑ جائے گی۔"

وہ شریر لہجے میں گویا ہوا۔ وجیہہ چہرے پہ شرارت رقص کر رہی تھی۔

"وہ کیسے؟"

شائستہ پر تجسس لہجے میں بولی۔

وہ اٹھا اور کچن کی جانب گیا۔ شائستہ اس کو دیکھنے لگی کہ آخر یہ کرنا کیا چاہ رہا ہے؟

اس نے فریزر کا دروازہ کھولا اور اس میں موجود آئس کریم کا ڈبہ اٹھاتے ہوئے کچن سے باہر نکلا جس پہ شائستہ منہ کھولے اس کو دیکھنے لگی۔

"تمہیں کیسے پتا کہ فریزر میں آئس کریم موجود ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ حیرت سے منہ کھولے ہوئے تھیں۔

"آپ نے مجھے بہت ہلکا لیا ہوا ہے۔ میں نے کہا نا ماہر نفسیات کو سب پتا ہوتا ہے۔"

وہ سکون سے صوفے پہ بیٹھتے آئس کریم سے بھرپور انصاف کرنے لگا۔ یہ اس کا پسندیدہ فلیور تھا۔

"آپ کو پتا تھا کہ میں آرہا ہوں اسی لیے میرا پسندیدہ کافی فلیور رکھا۔ امپریسو" بھر بھر کر چمچ منہ میں ڈالتے اس نے تعریفی انداز اپنایا تو وہ محض مسکرا ہی سکیں۔

"میرا یار اوپر کمرے میں ہی ہو گا۔ اس نے تو آج کچھ کھایا بھی نہیں ہو گا۔"

اس نے نئے انکشافات کیے جس پہ وہ مزید حیران ہوتی چلی گئیں۔

"تمہارے پاس موکل ہیں کیا جنید؟"

وہ پر تجسس لہجے میں پوچھنے لگیں۔

"میرے پاس نفسیات کا علم ہے اور یہ کسی موکل سے کم نہیں ہوتا۔ اچھا اب میں اوپر چلتا ہوں۔ میرے دوست کو میں بہت یاد آرہا ہوں گا۔"

وہ صوفے کو پھلانگ کر بڑے بڑے قدم لیتے اوپر کی جانب بھاگا۔

"کوئی اس کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ یہ لڑکا ماہر نفسیات ہے۔ ذرا سنجیدگی نہیں ہے طبیعت میں۔ صالح بیچارا پتا نہیں اس نمونے کے ساتھ کیسے رہتا ہو گا۔"

جھرجھری لیتے انہوں نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

اوپر پہنچ کر اس نے بغیر ناک کیے جھٹکے سے اس کا دروازہ کھولا جس پہ وہ جو ابھی شاور لے کر واش روم سے باہر آیا تھا اس کی آمد پہ ہڑبڑا اٹھا۔ سیاہ ٹی شرٹ نم تھی اور سیاہ ٹراوزر کے ساتھ سیاہ ہی سلیپرز پہنے وہ بالوں کو تولیے سے رگڑ رہا تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے کمرے میں آنے کا جنید؟"

تولیے کو پرے کرتے وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"یہ کاظمی سٹائل ہے کیوں تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔ میرے کلینک تم بھی ایسے ہی گھستے ہو۔ میں بھولا نہیں ہوں جو تم نے میرے بریک ٹائم میں مجھے گیم کھیلتے ہوئے ڈسٹرب کیا تھا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ انگلی اٹھا کر انتقامی ٹون میں بولا۔

"اوور ایکٹنگ کی دوکان ہو تم۔"

صالح نے اس کی باتوں کے جواب میں اپنا بولا جانے والا جملہ دہرایا۔

"شکریہ عزیز من"

داد وصول کرتے ہوئے وہ سکون سے بیڈ پہ جا کر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"کچھ کچھ ہو رہا ہے؟"

وہ پر سکون سا بولا جس پہ صالح نے حیرت سے پلٹ کر اس کو دیکھا۔

"کیا مطلب؟" چہرے کے تاثرات کم فہمی والے تھے۔

"مطلب دل کے تار وار ہل رہے ہیں کیا؟"

اس کی بات پہ صالح نے فوراً شیشے میں اپنا عکس دیکھا کہ کہیں اس کا چہرہ کچھ بول تو نہیں رہا۔

"کیا فضول بول رہے ہو؟"

اپنے جذبات کو چہرے پہ عیاں ہونے سے روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوتے اس نے اسے ڈانٹا۔

"ارے میں کچھ بھی فضول نہیں بولتا۔"

اس نے فرضی کالر جھٹکنے کی بجائے اپنی شرٹ کے کالر کو پکڑ کر کھینچا۔

"پھر یہ سب؟"

"اچھا میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔"

اب وہ ٹیک چھوڑ کر آگے کو ہو کر بیٹھا۔

"مجھے نہیں سننی تمہاری کوئی فضول بچگانہ کہانی۔"

وہ چوکس ہوا۔

"ایک لڑکی تیز رفتار ہیوی بائیک سے ٹکرانے والی ہوتی ہے تو ایک لڑکا بالکل ہیرو والی انٹری مار کر اس لڑکی کو بچا لیتا ہے۔ اس لڑکی کو محویت سے دیکھتے، اس سے بات کرتے وہ لڑکا اپنا دل ہار بیٹھتا ہے۔ کیسی لگی کہانی؟"

اس کے گرد گول گول گھومتے کسی فلم کی طرح کہانی سناتے اس نے آخر میں استفسار کیا۔

صالح کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے یہ سب کیسے پتا چلا۔اس کا چہرہ سرخ ہوا۔

"ارے اچھی تھی نا کہانی۔دیکھو تمہارا تو چہرہ ہی یہ سن کر لال ہو گیا۔سوچو اس ہیرو کے ساتھ کیا ہوا ہو گا؟"

وہ اس کی حالت سے لطف اٹھا رہا تھا۔ایسا موقع بار بار تھوڑی نہ آنا تھا۔

"کیا ہے اس کہانی میں ایسا جو اچھا ہے؟"

وہ اس سے سوال پوچھ بیٹھا۔

"اس لڑکے کو محبت ہو گئی جو محبت سے بھاگتا تھا۔ہے نا کمال۔"

آخر میں زبردستی اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے وہ قہقہہ لگا گیا۔جبکہ صالح کا دل پسلیوں میں تیز میں رفتار میں دھڑکنے لگا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ اس لڑکے کو محبت ہو گئی؟"

نہ جانے کیوں لیکن وہ جاننا چاہتا تھا۔

"کیونکہ اس نے پلٹ کر اسے ایسے دیکھا جیسے مقابل نے اسے چاروں شانے چت کر دیا ہو۔

اور پتا ہے اس وقت اس کا چہرہ ایسے سرخ ہو رہا ہے جیسے۔۔۔"

وہ آگے بولنے ہی والا تھا کہ صالح نے ہاتھ کھڑا کر کے اس کو چپ کروایا۔

"کچھ کھائے گا؟"

وہ اسے کھانے کا لالچ دے کر ہی چپ کروا سکتا تھا۔

"پوچھ کیوں رہے ہو بھئی۔ منگواو"

وہ جان چکا تھا کہ ابھی وہ اس سب کے بارے میں مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔ اسے علم تھا کہ کچھ دنوں تک وہ اس کے پاس ضرور آئے گا۔ مگر اس بار کاونسلنگ کے لیے نہیں بلکہ یہ پوچھنے کے لیے کہ اسے اس واقعے کا علم کیسے ہوا۔

صالح کمرے سے باہر جانے لگا تو اس نے روکا۔

"کدھر جا رہے ہو؟"

"فریزر میں آئس کریم موجود ہے سوچا فلحال تمہیں اسی پہ ٹرخا دوں۔"

"کیا یار۔ وہ تو میں پہلے ہی کھا آیا ہوں۔"

وہ افسوس کن لہجے میں بولا۔

"پھر اتنے دکھی کیوں ہو رہے ہو؟"

"سوچا تھا اتنے عرصے بعد دوست کے گھر جا رہا ہوں تو کوئی پیزا کھلاو گے کوئی پاستا منگواو گے۔"

"اتنے تم کوئی ترسے ہوئے۔ ہر دوسرے دن کھاتے ہو۔ اکتاتے نہیں ہو۔"

"لو یہ بھی اکتانے کی چیزیں ہیں۔ اب تمہیں دیکھ دیکھ کر بھی تو نہیں نا اکتاتا۔"

اس کی بات پہ صالح اس کو مارنے کی غرض سے اس کے پاس آیا تو وہ اس کو جھانسا دیتے فرار ہو گیا۔ پھر نیچے دروازے پہ پہنچ کر اونچی آواز میں بولا۔

"پوری کہانی جاننے کے لیے بندہ ناچیز سے رابطہ کر لینا۔ اور ہاں اس بار میں نے فیس لینی ہے وہ بھی ڈبل۔ خبردار جو تم بریک ٹائم آئے۔"

اس سے پہلے کہ صالح سیڑھیاں پھلانگ کر نیچے آتا وہ لمحے بھر میں غائب ہوا۔ شائستہ آواز سنتی باہر آئی۔

"تمہارا یہ دوست تو بڑی پہنچی ہوئی چیز ہے۔"

وہ داد دینے والے انداز میں بولی۔

"ہے تو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کھانا لادوں۔ یہ نمونہ کہہ رہا تھا کہ تم نے کچھ نہیں کھایا۔ پتا نہیں اس کو کیسے علم ہوا۔"

"کیونکہ یہ بہت پہنچی ہوئی چیز ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

شائستہ اس کے لیے کھانا گرم کرنے لگی اور وہ گزرے تمام واقعات کو یاد کرنے لگا۔

زندگی نے اس پہ خوشیاں نچھاور کرنے کی ٹھان لی تھی۔ آخر کب تک وہ ان سے بھاگ سکتا تھا؟

☆☆☆

آفتاب نے جب اپنی کرنوں کو تھوڑا کم کر کے ماحول کو خوشنما بنایا اسی وقت وہ گھر پہنچی۔

دوپہر ڈھلنے کے قریب تھی جب وہ رکشے والے کو راستے کا کرایہ دینے کے بعد گھر کے اندر بڑھی۔ ٹوٹا ہوا گھر ہنوز ہاتھ میں موجود تھا۔ نرم ہاتھوں میں مضبوطی سے اس گھر کو بھینچے وہ اندر کی جانب بڑھی۔ سلام کہتے وہ اپنے کمرے کی جانب جا رہی تھی کہ شگفتہ بیگم کی آواز پہ وہ پلٹی۔

"آیت آج اطلاع بھی نہیں کی کہ لیٹ ہو جاؤ گی۔"

وہ ڈپٹنے والے انداز میں گویا ہوئیں۔ وہ کب سے اس کی راہ تک رہی تھیں۔

"وہ ماما مجھے معلوم نہیں تھا کہ دیر ہو جائے گی۔"

کچھ پر فسوں لمحوں کی قید سے باہر نکلتے وہ گویا ہوئی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی اسے کہاں معلوم تھا کہ آج وہ انسان اسے مکمل طور پہ بے بس کر جائے گا۔

"خیریت تو تھی نا۔ میں نے اس لیے کال نہیں کی کہ کوئی میٹنگ یا سیمینار ہو گا اسی لیے شاید تاخیر ہو گئی ہے۔"

وہ اس کو اپنے اندازے بتانے لگیں۔اب وہ کیا بتاتی کہ میٹنگ ہی تو ہوئی تھی مگر انتہائی غیر متوقع اور خوش کن انسان سے ایک غیر متوقع موقع پر۔۔۔

"بس رکشہ لے کر آنا تھا نا اسی لیے دیر ہو گئی۔"

وہ اپنی ماں کو اس واقعے کے بارے میں نہیں بتا سکتی تھی۔اگر وہ کہتی کہ وہ ہیوی بائیک سے ٹکرانے والی تھی تو یقیناوہ اس کے لیے بے حد فکر مند ہوتیں۔اور وہ جانتی تھی کہ ماں کا دل کتنا حساس ہوتا ہے۔وہ انہیں اس کی لاپرواہی پہ پہلے تو سو صلواتیں سناتیں پھر اسے کہتیں کہ اگر یہی حرکات کرنی ہیں تو چپ چاپ دو دن گھر بیٹھ جاو۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ابھی ریسٹ کر لو یاد ہے نا کہ شام میں معاذ کی طرف جانا ہے۔"

وہ اس کو یاد کرواتے ہوئے بولیں۔جب معاذ نے اپنی طبیعت کا بتایا تھا تو اس نے اسے سہولت سے ریسٹ کرنے کا کہتے ہوئے شام میں اس کی خیریت دریافت کرنے کی غرض سے ان کی طرف چکر لگانے کا بھی کہا تھا۔مگر اب یہ بات اس کے ذہن سے سراسر فراموش ہو چکی تھی۔کہا ہے نا کہ دل،دماغ کی چلنے ہی نہیں دیتا۔

"خیریت ہے ماما؟ شام میں معاذ بھائی کی طرف کیوں جانا ہے؟"

وہ پریشانی بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"کیا ہو گیا ہے آیت؟ خود ہی تو صبح اس کی طبیعت کا سن کر اسے کہا تھا کہ شام میں جاو گی۔ اتنی جلدی بھول بھی گئی۔"

وہ اس کی عقل پہ ماتم کرتے گویا ہوئیں۔

"افف ماما وہ دراصل میرے ذہن سے نکل گیا۔"

"پتا نہیں کتنا دماغ خرچ کرتی ہو وہاں۔ تھوڑا آرام بھی کر لیا کرو۔ اب جاو اور ریسٹ کرو۔ تھوڑی دیر سو لو پھر فریش ہو جاو گی۔ تمہارا دماغ ماوف لگ رہا ہے مجھے۔ چلو شاباش میں کھانا لاتی ہوں۔ کھا کر سو جانا۔ نماز تم نے یقینا پڑھ لی ہو گی۔"

وہ اس کو ضروری تنبیہات دیتے خود کچن کی جانب چلی گئیں۔ آیت اپنے کمرے کی جانب بھاگی کیونکہ اس نے تو ابھی تک نماز ہی نہیں پڑھی تھی اور اب عصر کی نماز کا وقت ہونے والا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے وہ احتیاط سے اس گھر کو ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ کر جانے لگی

کہ اچانک عنایہ کا خیال آیا۔اس نے کی چین کو جیولری باکس میں رکھا اور خود اٹیچ باتھ کی جانب بھاگی۔جلدی جلدی سے فریش ہو کر نماز پڑھی۔شگفتہ بیگم نے اس کو کھانے کے لیے آواز دی جس پہ وہ دو منٹ کا کہتے دس منٹ بعد میز پہ گئی۔کھانا کھانے کے بعد وہ واپس کمرے میں جانے سے پہلے ایک مگ چائے کا بنا لائی۔اسے چائے کی شدت سے طلب محسوس ہو رہی تھی۔

"ماما کو لگ رہا ہے میں تھکاوٹ کے باعث بہکی بہکی باتیں کر رہی ہوں۔مگر ان کو کون بتائے کہ یہ تھکاوٹ نہیں ہے۔بلکہ میں نے کبھی خود کو اس کیفیت میں محسوس ہی نہیں کیا۔یہ بہت خوشگوار احساس ہے۔اس میں تھکان کا کیا تعلق؟"

وہ مسکراتے ہوئے خود سے ہی محو کلام تھی۔اسے اس کا آخری بار پلٹ کر دیکھنا نہیں بھول رہا تھا۔

زندگی نے اسے سب سے خوبصورت جذبے سے روشناس کروایا تھا۔جس کو وہ محسوس کرنا چاہتی تھی۔

سورج نے گرمی کو کم کرتے ماحول کو سکون کی فضا دیتے ہوئے اس کی جانب دیکھ کر سر جھٹکا۔ انس میں سے ایک اور محبت کے جذبے سے روشناس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

مغرب کی نماز کے بعد وہ اپنے گھر والوں کے ہمراہ معاذ کی خیریت جاننے کے لیے صدیقی صاحب کے گھر تشریف لائی۔

"زہے نصیب بھائی آپ نے بھی ہمیں شرف بخشا۔"

رخسانہ بیگم بھائی کو اتنے ماہ بعد دیکھ کر خوش گوار حیرت کا شکار ہوئیں۔ اور مسکراتے ہوئے ان کو احساس دلانے لگیں۔

"دیکھ لو پھر میں کتنا اچھا بھائی ہوں۔"

وہ ان کے سر پہ پیار دیتے مسکراتے ہوئے لاونج کی جانب بڑھے۔ شگفتہ بیگم اور رخسانہ بیگم ایک دوسرے کے گلے لگیں اور آیت نے ان سے پیار لیا۔ پھر رخسانہ بیگم نے ریان کے سر پہ چپت لگا کر اس سے اس کی پڑھائی کا پوچھا اور عنایہ کو گود میں بھر لیا۔ وہ ان کے خاندان کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بچی تھی۔ جس کو سب ہی بہت لاڈ کرتے تھے۔

"صدیقی گھر پر نہیں ہے کیا؟"

مصطفی صاحب نے رخسانہ سے پوچھا۔ جو عنایہ کو گود میں بٹھائے اس سے پیار سے کچھ پوچھ رہی تھیں۔

"بھائی وہ بس آنے والے ہی ہونگے۔"

وہ ایک منٹ معذرت کرتے کچن کی طرف گئیں اور ملازمہ کو ضروری ہدایات دے کر واپس آئیں۔

"معاذ کی طبیعت میں کچھ بہتری آئی؟"

شگفتہ بیگم نے نہایت فکر مند لہجے میں استفسار کیا۔

"جی بھابھی اب تو کافی بہتر ہے۔ صبح اس کے چچا بھی آئے تھے خیریت معلوم کرنے۔"

"حمدانی ٹھیک ہے؟"

مصطفیٰ صاحب نے معاذ کے چچا کے بارے میں دریافت کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی الحمد للہ وہ بھی ٹھیک ہیں۔ آپ کو تو علم ہے کہ فرخندہ بھابھی کی وفات کے بعد انہوں نے بہت ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کچھ سنبھالا ہے۔ وجیہہ تو بہت ہی حساس لڑکی ہے اسے صرف حمدانی بھائی ہی سنبھال سکتے ہیں۔"

وہ افسوس بھرے لہجے میں بولیں۔ انہیں جیا سے خاص انسیت اسی وجہ سے تو تھی کہ وہ معصوم بچی چھوٹی عمر میں ماں جیسی عظیم نعمت کو کھو چکی تھی۔

"بابا میں کبھی نہیں ملی ان سے؟"

آیت کو یاد نہیں پڑ رہا تھا کہ اس نے کبھی حمدانی صاحب کو یا ان کے گھر سے کسی کو بھی دیکھا ہو۔

"بیٹا ہمارا بھی ان کی طرف آنا جانا نہیں ہے۔ وہ تو اس کی بیوی کی وفات پہ میں اور تمہاری ماما ہی ریان اور عنایہ کے ساتھ گئے تھے۔ اگر تمہیں یاد ہو تو اس وقت تمہارے یونیورسٹی کے فائنلز تھے۔ اسی لیے تم نہیں گئی تھی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مصطفی صاحب کی بات پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ملازمہ چائے کے ساتھ دیگر لوازمات لے کر آئی تو انہوں نے اسے تکلف کا نام دیا جس پہ انہوں نے کہا کہ یہ تو بس چائے ہی ہے کھانا تو آج وہ انہی کے ساتھ کھائیں گے۔ جس پہ چار و ناچار ان کو بات ماننا پڑی۔

"معاذ جاگ رہا ہے یا سویا ہوا ہے؟"

یہ پوچھنے والے مصطفی صاحب تھے۔

"جب آپ آئے تھے اس وقت تو سو رہا تھا۔ ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے۔"

"پھوپھو مجھے آپ سے معاذ بھائی کے بارے میں بات کرنی تھی۔"

آیت اتنے سنجیدہ لہجے میں بولی کہ شوری کی آوازیں سن کر ان کی طرف آتے معاذ کے قدم اس آواز پہ وہیں تھم گئے۔

"کیا ہوا؟"

رخسانہ بیگم نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"آپ نا معاذ بھائی کی شادی کروادیں پلیز۔ مجھے بہت شوق ہے کہ کسی اپنے کی شادی اٹینڈ کروں۔ ریان تو ابھی بہت چھوٹا ہے۔ تو معاذ بھائی کی ہی کروادیں۔"

وہ اس طرح بولی کہ سب ہنس پڑے۔ سوائے اس ایک کے جس کا دل پھر سے ٹوٹا۔ اسے اس لمحے احساس ہوا کہ وہ سچ میں ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ وہ کبھی اس کے بارے میں بھائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔ ایک فکر مندانہ اور روٹھی ہوئی آواز نے اس کو ہمت دی اور ایک لمحہ لگا تھا اسے وہ فیصلہ لینے میں جو وہ کئی دنوں سے لے نہیں پا رہا تھا۔ اس نے قدم بڑھاتے ہوئے لاونج تک کا سفر عبور کیا۔ وہ سب مسکرا رہے تھے جب ایک آواز سنائی دی۔

"تمہاری خواہش پوری ہو چکی ہے کزن۔"

وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھا۔ داخلی دروازے پہ موجود صدیقی صاحب نے حیران کن نظروں سے اس کو دیکھا جس کے چہرے پہ بلا کا اطمینان تھا۔

"وہ کیسے معاذ بھائی؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے متجسس ہو کر پوچھا۔سیاہ چادر سر سے ہلکی سی سرکی ہوئی تھی جس سے معاذ نے نظریں چرائیں۔

"اگلے ہفتے آپ سب کو میری منگنی پہ آنا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تو ایک پل کو صدیقی صاحب کے دل کو کچھ ہوا۔وہ خود کو مضبوط ظاہر کر رہا تھا۔وہ جانتے تھے کہ شاید ابھی معاذ کو اس کے فیصلے سے اعتراض ہو مگر ایک دن وہ خود کہے گا کہ اس کے بابا نے اس کے لیے بہترین فیصلہ لیا تھا۔

"مذاق نہیں کریں۔"

آیت نے ہاتھ جھلاتے ہوئے کہا۔بھلا اچانک سے منگنی کیسے ہو سکتی تھی۔

"ماما آپ نے ان کو جیا کے بارے میں نہیں بتایا؟"

وہ اپنی ماما سے یوں پوچھ رہا تھا جیسے وہ خاص طور پہ رشتے کی بات کرنے ہی یہاں آئے تھے۔

"وہی بتانے والی تھی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انہوں نے حیران اور پریشان کن نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔ اتنی دیر میں صدیقی صاحب نے گلا کھنکھار کے سب کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"مصطفی بھائی کیسے ہیں آپ؟"

وہ ان سے بغل گیر ہوئے۔ چند ہلکی پھلکی باتوں کے ساتھ ساتھ رشتے کا بھی ذکر ہو رہا تھا مگر آیت سے صبر کرنا مشکل ہونے لگا۔

"پھوپھو مجھے دکھا تو دیں میری ہونے والی بھابھی۔"

"آیت نے تو وجیہہ کو دیکھا ہی نہیں ہے بھئی اس کو دکھا دو۔"

صدیقی صاحب اس کی بات کے جواب میں بولے۔

"ارے مطلب وجیہہ ہی جیا ہے۔ آپ کے چچا کی بیٹی۔"

وہ خوشی اور جوش سے بولی۔

"ہاں بیٹا"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صدیقی صاحب نے شفقت سے اس کو جواب دیا۔ وہ جانتے تھے کہ آیت ایک بہت اچھی اور سلجھی ہوئی بچی ہے مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وجیہہ کے لیے معاذ سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر معاذ کے علاوہ ان کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ یقینا آیت کو معاذ کی ہی دلہن بناتے۔ مگر اب حالات مختلف تھے۔

"تصویر تو دکھائیں۔"

وہ اب سیدھا معاذ سے مخاطب تھی۔

"میرے پاس نہیں ہے تصویر۔"

آیت کے اس اچانک مطالبے پہ وہ ہڑبڑا ہی تو گیا۔

"پھوپھو آپ کے پاس تو ہو گی۔"

"ہاں رکو میرے فون میں ہے۔"

انہوں نے ملازمہ کو فون لینے کے لیے بھیجا اور پھر اس کو تصویر دکھائی۔

"ماشاءاللہ یہ تو بہت ہی زیادہ پیاری ہے۔ بالکل گڑیا کی طرح ہے۔ نازک سی"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے کھلے دل سے تعریف کی جس پہ بے ساختہ معاذ نے دل میں اس کے کہے کی تصدیق کی۔اس کے لبوں پہ اچانک ہی مسکراہٹ ابھری۔

وہ سب اب اگلے جمعہ کو رکھی جانے والی اس کی منگنی کے بارے میں پلاننگ کرنے لگے۔

اس نے خاموشی سے کسی کا مان رکھا تھا تو رب نے اس کو جیا جیسی ساتھی دے کر اس کی محبت کا مان رکھا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنی شاندار کوٹھی کے پر نفیس اور پر تعیش کمرے میں بیٹھا کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں غرق تھا۔کسی کی تلاش تھی جو اسے اب ہر صورت کرنا تھی۔

"وہ میری اولاد ہے۔میں اسے واپس لے کر آؤں گا۔یہ سب اسی کا تو ہے۔میں اس سے بھی معافی مانگ لوں گا۔میں جانتا ہوں یہ اسی کی بد دعا ہے۔ہاں یہ ان دونوں کی بد دعا ہے جو مجھے لگ گئی۔میرا سب کچھ تباہ ہو گیا۔کیا کروں گا میں اس دولت کا۔کچھ نہیں بچا میرے پاس۔"

وہ شدید اذیت میں تھا۔ آگ کی لپٹوں میں موجود وہ دو وجود اپنے ساتھ ساتھ اس کو بھی لے گئے تھے۔ اس رات اس کا سب کچھ تباہ ہو گیا تھا۔

دنیا مکافات عمل ہے۔ کسی کی دنیا اجاڑ کر یہ سوچنا کہ آپ خوش رہ لو گے یہ ناممکنات میں سے ہے۔ وہ بھی برباد ہوا تھا۔

وقت کے چکر نے اسے بھی کسی قابل نہیں چھوڑا تھا۔ جس دولت کے زعم نے اس سے وہ گناہ کروائے آج یہی دولت اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔

وہ یہ بھول چکا تھا کہ بد دعا سے بھی بھیانک ایک چیز ہوتی ہے اور اسے کہتے ہیں آہ!

اسے کسی کی خاموش اور ویران نگاہوں کا اپنی جانب اٹھنا اور پھر اسی لمحے ان نگاہوں کا آسمان کی جانب اٹھنا یاد آیا۔

اس نے پاس پڑا لیمپ زمین پہ زور سے دے مارا۔ وہ اب چلا رہا تھا۔ وہ معافی مانگ رہا تھا اس سے جو اب اس دنیا میں موجود ہی نہیں تھا۔ اس کا دل پھٹ رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ شخص اب روز حشر اس کا گریبان ضرور پکڑے گا۔

☆☆☆

وہ لیکچر لے کر فارغ ہوا اور سٹاف روم میں چلا آیا۔ یہ بریک ٹائم تھا۔ وہ پہلے سے ہی اپنے کولیگ کے سوال کے لیے تیار تھا۔ اعجاز اپنی کلاس سے فارغ ہو کر سٹاف روم آیا اور کھڑے کھڑے ہی اس سے مخاطب ہوا۔

"چلو صالح جلدی بریک ٹائم شروع ہو چکا ہے۔ دس منٹ دوسرے کیمپس جانے میں بھی لگ جائیں گے۔"

وہ وال کلاک پہ نگاہیں ٹکاتے ہوئے مصروف سا بولا۔

"میں نے سٹوڈنٹ کو وقت دیا ہے اسے ٹاپک سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ میرے ذہن سے ہی نکل گیا کہ ہم نے وائس پرنسپل سے ملنا تھا۔ تم ایسا کرو کسی اور سٹاف ممبر کو ساتھ لے جاو۔ میں اس کو تفصیلات بتا دیتا ہوں۔"

اس نے بے مثال عذر تراشا۔

"لیکن اس میں وقت لگ جائے گا۔"

اعجاز فکر مندی سے گویا ہوا۔

"زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ بس پانچ منٹ میں سمجھادوں گا۔"

اس نے مسئلے کا حل پیش کیا۔

"آپ میں سے کوئی فری ہے کیا؟"

اعجاز نے سٹاف روم میں بآواز بلند کہا۔

"خیریت؟"

فزکس کے ٹیچر نے سوال پوچھا۔

"ہاں وہ گرلز کیمپس تک جانا ہے۔ وائس پرنسپل سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔ پرنسپل صاحب جب سے ٹور پہ گئے ہیں کچھ مسائل درپیش ہیں تو بس اسی لیے وائس پرنسپل سے کچھ ڈسکس کرنا ہے۔"

اعجاز نے تفصیلا بتایا۔

"میں فارغ ہوں بالکل۔ میں چلتا ہوں۔"

گرلز کالج کے نام پہ سبحان نے تیزی سے ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے کہا جس پہ بے ساختہ صالح کے منہ سے ایک ہی لقب نکلا۔

"ہے تو یہ سچ میں فارغ انسان" مگر آواز قدرے آہستہ تھی جو کسی نے نہ سنی۔

"اچھا پھر صالح اس کو سمجھادو جلدی سے۔" اعجاز نے عجلت میں کہا تو صالح نے سبحان کے خواب توڑ دیے۔

"میں چلتا ہوں۔"

سیاہ جینز کے اوپر بھوری شرٹ پہنے دائیں ہاتھ میں پہنی گھڑی پہ نگاہیں جمائے صالح کھڑا ہوا۔ اس کی بات پہ سبحان بد مزہ ہوا۔

"مگر آپ تو فارغ نہیں ہیں۔"

سبحان نے جلدی سے اس کو دو منٹ قبل کہی جانے والی بات یاد کروائی۔

"ہاں میں سچ میں فارغ نہیں ہوں۔ مگر یہ مسئلہ میں خود ہی سلجھانا چاہتا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے فرصت سے اسے انکار کرتے ہوئے آخر میں ابرو اچکاتے پوچھا جس پہ وہ گڑبڑا گیا۔

"نہیں سر۔"

وہ منہ بسور کے واپس بیٹھ گیا۔

"گڈ۔۔۔ چلیں اعجاز ہمیں دیر ہو رہی ہے۔"

اور اعجاز کو سمجھ میں نہ آیا اس کے بدلتے روپ کے پیچھے کی وجہ کیا ہے۔

اس نے کالج کے باہر گاڑی پارک کی اور وہ دونوں اندر کی جانب بڑھے۔ وائس پرنسپل نے ان کو انتظار نہیں کروایا۔ وہ سیدھا آفس گئے۔ آیت کسی سٹوڈنٹ کا مسئلہ لے کر وائس پرنسپل کے پاس آئی تھی مگر باہر موجود چوکیدار نے اسے اطلاع دی کہ دو ٹیچرز بوائز کیمپس سے آئے ہوئے ہیں۔ وائس پرنسپل کی ان کے ساتھ میٹنگ ہے وہ بعد میں آجائے۔ مگر یہ سننے کے بعد اس کا دل چاہا کہ کاش وہ بھی ان دو میں شامل ہو تو وہ اس کو دیکھ پائے۔ وہ وہیں ٹہلنا شروع ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد دوبارہ چوکیدار کے پاس آئی۔

"کون سے ٹیچرز آئے ہیں؟ کیا آپ ان کے نام بتا سکتے ہیں۔" اس نے بہت ہمت کر کے یہ سوال پوچھا اور پہلے ارد گرد کا جائزہ بھی لیا تھا۔

"بائیولوجی اور فزکس ڈیپارٹمنٹ کے ایچ او ڈی آئے ہیں۔"

اس بات پہ تو اس کے چہرے پہ ایک انوکھی سی خوشی در آئی۔ لیکن نروس نیس اس حد تک ہوئی کہ وہ فوراً وہاں سے پیچھے ہٹ گئی۔ وائس پرنسپل کے آفس کے بالکل سامنے لائبریری تھی وہ وہاں چلی گئی اور کھڑکی والی سائیڈ پہ جا کر بیٹھ گئی۔ وہ اس کو دیکھنا ضرور چاہتی تھی مگر اس کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ کافی وقت گزر چکا تھا۔ اور پھر بریک کا ٹائم ختم ہو گیا۔ اس نے سرد آہ بھرتے ہوئے واپس کلاس میں جانے کے لیے قدم موڑے۔ وہ مرتے قدموں سے بے دلی سے کلاس کی جانب جانے لگی۔ عین اسی لمحے وائس پرنسپل کے آفس کا دروازہ کھلا۔ وہ باہر نکلا اور رخ موڑے نہ جانے کیوں لیکن ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ ان نگاہوں میں کسی کی تلاش تھی۔

اعجاز اس سے کچھ پوچھ رہا تھا مگر اس کا دل اور دماغ تو کسی اور ہی جانب محو سفر تھا۔

"صالح!"

اعجاز نے زور سے پکارا تو بیک وقت دونوں نے رخ موڑا۔ سیدھا نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پہ ہونے کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں ابھرتے ان جذبات کو دیکھتے ہی نظریں جھکا گئے۔ صالح فوراً پلٹا۔

نظر نہ آئے تو اس کی تلاش میں رہنا

کہیں ملے تو پلٹ کر نہ دیکھنا اس کو

وہ تیز قدم بڑھاتا ہوا اس سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے تو آیت چند لمحے اسی فسوں میں جکڑی رہی پھر اس کا یک دم پلٹنا یاد آنے پہ کھل کے مسکرائی۔

"افف۔۔۔ کوئی اتنا پیارا کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے دیکھ کر پلٹ کیوں جاتے ہیں آپ صالح؟ کیا میں اتنی خوفناک ہوں؟"

وہ خود سے ہی محو سوال ہوئی۔

پھر اس نے بھی رخ موڑا اور اب کی بار چہرے پہ ایسی مسکان تھی کہ اگر صالح دیکھ لیتا تو بے ساختہ کہتا۔

"محترمہ کسی کو اتنا اچھا لگنے کا حق نہیں ہونا چاہیئے۔"

دوسری جانب اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ بس جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی کیفیت پہ کوفت کا شکار ہو رہا تھا۔ پہلے وہ اس کو متلاشی نگاہوں سے دیکھنے کی جستجو میں تھا جب نظر آ گئی تو چند لمحے بھی دیکھ نہ پایا۔

"کیا سچ میں ایسا ہوتا کہ محبوب کو دیکھتے ہوئے نگاہیں خود بخود جھک جاتی ہیں؟"

ایک پل کو دل میں سوچ آئی جس پہ اس نے فوراً لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔

☆☆☆

یہ ایک چھوٹے درجے پہ بنا مڈل اسکول تھا۔ جہاں متوسط طبقے کے لوگ اپنے بچوں کو تعلیم جیسی عظیم نعمت سے مستفید ہونے کی غرض سے بھیجتے تھے تاکہ علم حاصل کر کے ان میں شعور آئے اور وہ معاشرے میں اپنا کردار ادا کر کے ملک و قوم کا سر فخر دے بلند کر سکیں۔

وہ حسب معمول احسن کو سلا کر آئی تھی۔ اس وقت وہ برق رفتاری سے اپنا کام کرنے میں

مشغول تھی۔ فلحال یہی اس کی روزمرہ زندگی تھی۔ وہ اسکول کے اوقات میں بریک کے ایک گھنٹے کے لیے آتی تھی۔ کھانے کا سارا سامان گھر سے تیار کر کے لاتی تھی اور پھر جلد از جلد یہاں اپنا کام نپٹا کر واپس گھر چلی جاتی تھی۔ شام میں یہاں اکیڈمی میں بچے پڑھنے کے لیے آتے تھے تو وہ ایک گھنٹہ شام میں بھی آیا کرتی تھی۔ یہی اس کا ذریعہ آمدن تھا۔ اسے نوکری کی شدید ضرورت تھی۔ وہ نہیں جانتی کہ کیسے لیکن اسے یہ نوکری خود بخود ہی مل گئی تھی۔ یہ جاب اس کے لیے موزوں تھی جس میں وہ احسن کی دیکھ بھال بھی کر پاتی اور اپنے گزر بسر کے لیے رقم بھی جمع کر لیتی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اسے اسکول اور اکیڈمی والوں کو کوئی پرافٹ نہ دینا پڑتا تھا۔ اسے یہ لوگ بہت بھلے محسوس ہوئے جنہوں نے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اس کی مشکل آسان کرنے کی کوشش کی تھی۔

ابھی بھی بریک ٹائم تھا اور وہ پھرتی سے کام کرتے بچوں کو ان کی مطلوبہ چیزیں دے رہی تھی۔ وہ اپنے کام میں منہمک تھی کہ ایک آواز نے اس کے تیزی سے چلتے ہاتھوں کو ایک لمحے میں برف کا کر دیا۔ اس نے فوراً سامنے دیکھا جہاں وہ اس اسکول کے پرنسپل سے ہاتھ

ملانے کے بعد کھڑا کچھ کہہ رہا تھا۔ برق رفتاری سے اپنے چہرے پہ نقاب چڑھایا اور کن اکھیوں سے اس کی جانب دیکھا جس نے اس کی ہنستی بستی زندگی کو تباہ کیا تھا۔ہاں وہ تحسین سعید تھا۔اس کو اور اس سے جڑے کئی رشتوں کو تکلیف سے گزارنے والا۔۔۔اس کو مہرہ بنا کر استعمال کرنے والا۔۔۔اس کو اپنی ہی نظروں میں گرانے والا۔۔۔کسی کی محبت کا گلا گھونٹنے والا۔۔۔کسی کا عورت سے اعتبار ختم کرنے والا۔۔۔کسی کو بے وفا بنانے والا

ہاں یہ وہی تھا وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی۔

اس نے تو ہمیشہ یہ دعا کی تھی کہ کبھی بھی اس سے اس کا سامنا نہ ہو۔سامنا تو اب بھی نہ ہوا تھا کیونکہ وہ ایک دو منٹ وہاں کھڑا رہنے کے بعد اندر جا چکا تھا مگر قدرت نے اسے پھر سے اس کے گناہ یاد کروا دیے تھے۔

اس نے بے وفائی کی تھی جس کی سزا ائمی جدائی تھی جو اس کو ہمیشہ کاٹنی تھی۔

اس نے خود کو خود اذیت میں ڈالا تھا اب اس کا انجام اسے بھگتنا تھا کیونکہ کچھ غلطیاں ازالہ کرنے کے باوجود بھی حصے میں خسارے دے جاتی ہیں۔

☆☆☆

وہ کچن میں موجود دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھی جب زارا اس کے پاس آئی۔

"بھابھی کیا آپ کو کچھ مدد چاہیئے؟"

زارا کی بات پہ شائستہ کا ہانڈی میں چمچہ ہلاتا ہاتھ یک دم ہی جامد ہوا۔ اس نے کن اکھیوں سے مڑ کر اس کو دیکھا۔ جو چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے زارا؟"

انہوں نے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے حدت جانچنا چاہی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

اس نے شائستہ کا ہاتھ تھام کر اس پہ تھپکی دی۔

"آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟"

وہ ان کی الجھی نظروں سے گھبرائی۔

"کچھ نہیں"

وہ واپس ہانڈی میں چمچہ پھیرنے لگی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا بنا رہی ہیں؟"

اسے نے ہانڈی میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"آلو چکن"

انہوں نے سرعت سے جواب دیتے ہوئے چکن کو بھوننے کے بعد اس میں پانی ڈالنا شروع کیا۔

"خوشبو تو بہت مزے کی آ رہی ہے۔"

اس نے بے ساختہ تعریف کی۔ جس پہ وہ صرف مسکرا ہی سکی۔

زارا فریج کی جانب بڑھی اور سلاد کا سامان لے کر سلیب پہ رکھے کٹنگ بورڈ پہ رکھ کر کاٹنے لگی۔

"بھابھی آپ کی شادی کو کتنے سال ہو گئے ہیں؟"

اس نے کھیرے کو ٹکڑوں میں کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"آٹھ سال" انہوں نے ہانڈی پہ ڈھکن رکھتے ہوئے جواب دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کی بھی پسند کی شادی تھی کیا؟" کھیرے کاٹنے کے بعد وہ گاجر کو لمبے رخ کاٹنے لگی۔

"ہاں"

وہ آنچ قدرے دھیمی کرتے ہوئے پلٹی۔

"آپ نے کیسے پسند کیا ایک دوسرے کو؟"

اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہم کزنز تھے۔ بچپن سے ایک دوسرے سے اٹیچ تھے۔ جب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھا تو احساسات بدلنے لگے۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ بس پھر منصور ماموں کی طرف سے رشتہ آیا تو میں نے بھی ہاں کر دی۔ اور یوں ہماری شادی ہو گئی۔"

وہ ماضی کی حسین یادوں میں کھوئی اس کو بتانے لگی۔

"صالح بھائی کو خاندان میں کوئی پسند نہیں آئی کیا؟"

وہ نارمل انداز میں پوچھ رہی تھی لیکن شائستہ کو اندازہ ہو چکا تھا کہ آج سورج مغرب سے کیوں نکلا تھا۔

"یہ تو اب صالح ہی بتا سکتا ہے۔ کیوں صالح؟"

انہوں نے عام سے انداز میں کہتے ہوئے جب دروازے کی جانب دیکھ کر کہا تو زارا بے اختیار کھانسی۔

"ارے کیا ہوا تمہیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ جس پہ زارا نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر دروازے کی طرف جہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"میں کمرے میں چلتی ہوں۔ یہاں بہت گرمی ہو رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ اپنے کمرے کی جانب دوڑی۔

"آئی بڑی مخبریاں لینے۔ ویسے کبھی حال نہیں پوچھا اور اب اس کو اچانک صالح کہاں سے یاد آ گیا۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔"

زیر لب بڑبڑاتے انہوں نے سلاد کا جائزہ لیا جو ڈھنگ سے کٹی ہوئی تھی۔ چلو سلاد تو کاٹنی آتی تھی اس کام چور کو۔ وہ باقی ماندہ سلاد کاٹنے لگی۔

☆☆☆

شام کا کھانا کھانے کے بعد وہ سب بھائی لاونج میں ہی بیٹھے تھے جب حمدانی صاحب کی آمد ہوئی۔یہ آمد انتہائی غیر متوقع ہونے کے ساتھ خوش کن بھی تھی۔ان کے ساتھ وجیہہ بھی تھی۔انہوں نے آتے ہی سب کو سلام کیا۔پھر سامنے موجود صوفہ پہ جا کر نشست سنبھالی۔جیا نے سب بھائیوں سے پیار لیا اور شائستہ کے کمرے کی جانب بڑھی۔

"بھابھی"

وہ جو بیڈ پہ لیٹے حاشر کو تھپک کر سلا رہی تھی اس کی بلند آواز پہ اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔وہ دبے قدموں ان کے کمرے میں موجود صوفے پہ بیٹھ گئی۔جب حاشر سو گیا تو وہ اٹھی اور اس کا گال چومتے ہوئے واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔

"کیسی ہو جیا؟ آج تو سرپرائز دے دیا تم نے۔"

وہ اس کی آمد پہ خوش دکھ رہی تھی۔

"بھابھی باہر آئیں نا۔آپ کو ایک اور سرپرائز بھی دینا ہے۔"

وہ ان کا ہاتھ تھام کر باہر لے آئی۔ پھر وہ زارا کے کمرے میں گئی تو وہ موبائل کی سکرین پہ کچھ دیکھنے میں محو تھی۔ اس نے زارا کو بھی باہر آنے کو کہا۔ جب سب لاونج میں آ گئے تو حمدانی صاحب نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔

"تمہاری بہن کی منگنی ہے اگلے جمعہ اور تم سب نے پورے جوش و خروش سے شرکت کرنی ہے۔"

اس پہ سب ہی خوشگوار حیرت کا شکار ہوئے۔ سب نے صوفوں سے اٹھ کر اس کو پیار دیا۔ صالح کے لیے تو وہ اس کی چھوٹی سی گڑیا تھی۔ اسے بچپن سے لے کر اب تک صرف وجیہہ ہی ہنسا پاتی تھی۔

"اب میں آپ سب کو تھیم بتانے والی ہوں۔ سب نے اسی رنگ کی ڈریسنگ کرنی ہے۔ اور ہاں ایک بات اور میری خواہش ہے کہ جب میں ویڈنگ ہال میں داخل ہوں تو میری ایک طرف کمیل بھائی اور دوسری طرف صالح بھائی ہوں۔ اور آپ دونوں نے اعتراض نہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرنا اچھا۔ آپ دونوں تو اپنی بیویوں کے ساتھ آئیں گے نا تو میرے بھائی اپنی بہن کے ساتھ شاندار اینٹری کریں گے۔"

سب اس کی باتوں، بہانوں اور منطق پہ مسکراہٹ سے ہمکنار ہوئے۔

"صالح بھائی آپ نے سپیشل تیاری کرنی ہے۔"

وہ اس کو روکنا چاہتا تھا کہ اسے یہ سب نہیں پسند مگر وہ اپنے سے جڑے رشتوں کے لیے حساس تھا۔ اس لیے خاموشی سے اس کا سارا پلین سنتا گیا۔

شادی کی پلیننگ کے بعد ان سب نے مل کر کھانا کھایا اور پھر حمدانی صاحب اور جیا واپس گھر کی جانب چل پڑے۔

☆☆☆

معاذ کی منگنی کا علم ہو جانے کے بعد وہ اپنی اور گھر والوں کی شاپنگ اور کالج میں ہی مصروف رہی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے سب گھر والوں کے لیے خریداری کی۔ اتنی جلدی کپڑے سلنے مشکل تھے اس لیے اس نے ریڈی میڈ کپڑوں پہ ہی اکتفا کیا۔ ہر چیز نفیس اور پر کشش تھی۔ بلاشبہ آیت مصطفیٰ کی چوائس بہترین ہوتی تھی۔

اس دوران معاذ پھر سے اس کو پک اینڈ ڈراپ دینا شروع ہو چکا تھا۔ اب وہ اس کو جیا کے نام سے چھیڑا کرتی تھی اور وہ مسکرا پڑتا تھا۔ وہ اس سے جیا کے بارے میں پوچھتی تو وہ اسے اس کے چند قصے سناتا اور آخر میں اسے بیوقوف کہنا نہ بھولتا۔

"میں بتاؤں گی جیا کو کہ آپ اس کو بیوقوف کہتے ہیں۔"

اسے اتنی پیاری سی لڑکی کا بیوقوف کہلوائے جانا بالکل پسند نہیں آیا۔

"اسے پتا ہے۔"

اس نے نڈر ہوتے ہوئے کہا۔

"بہت ہی کوئی معصوم ہے جو پھر بھی آپ سے منگنی کر رہی ہے۔"

وہ اس کو چڑانے والے انداز میں بولی۔

"معصوم تو وہ بالکل بھی نہیں ہے۔"

اسے اس کا سڑک پہ کھڑے مرد سے لڑنا جھگڑنا یاد آیا۔

"ناشکرے ہیں آپ"

وہ اگر تعریف منہ پہ کر ڈالتی تھی تو تنقید بھی منہ پہ ہی کرتی تھی۔

"جو مرضی کہہ لو۔"

وہ کندھے اچکا گیا۔جیا کی محبت نے اسے مغرور کر چھوڑا تھا۔

"اچھا آپ نے اس کے لیے کوئی تحفہ لیا؟"

اس نے پر جوش ہو کر پوچھا۔

"تحفہ کیوں؟"

سٹیرنگ گھماتے ہوئے نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی حال نہیں آپ کا معاذ بھائی۔اتنی پیاری منگیتر کو گفٹ دینا تو بنتا ہے۔"

وہ گویا اس کی عقل پہ حیران ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو کیا میں پیارا نہیں ہوں؟"

اس نے الٹا سوال کیا۔

"آپ کہاں سے بیچ میں آئے؟"

"تم نے کہا کہ پیارے منگیتر کو گفٹ ملتا ہے تو اس طرح تو مجھے بھی ملنا چاہیے۔"

"ہاں تو کیا پتا کہ وہ آپ کو گفٹ دے دے۔"

"وہ بالکل بھی مجھے کوئی گفٹ نہیں دے گی۔" وہ گویا اس کی عادت و فطرت سے گہری واقفیت رکھتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیوں؟"

"جانتا ہوں اسے"

پورے اعتماد سے کہا۔

"اوئے ہوئے۔۔۔ ویسے مجھے پتا نہیں کیوں شک ہو رہا ہے کہ آپ بہت پسند کرتے ہیں جیا کو اور یہ رشتہ تو آپ نے گھر والوں کی منتیں کر کے کروایا ہو گا۔" آیت نے اس کی تمام باتوں کے جواب میں جو اخذ کیا وہ شرارت سے اس کے گوش گزار بھی کر دیا۔

اب یہ تو معاذ ہی جانتا تھا کہ یہ رشتہ زبردستی کروایا جا رہا تھا مگر اب وہ مطمئن تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ مجھے منتیں کرنے کی ضرورت ہو گی۔"

اسے گویا آیت کی بات پہ صدمہ ہوا۔

"مطلب آپ نے دھڑلے سے کہا ہو گا۔ چاچو میں جیا کو پسند کرتا ہوں اور اسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ رعب دار آواز میں بولتے ہوئے آخر میں ہنسی تو ہنستی ہی چلی گئی۔ اس نے دھیان ڈرائیونگ پہ ہی مبذول رکھا۔ وہ اس کو ہنستا دیکھ کر کسی نئی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ ابھی اسے کچھ وقت درکار تھا۔ پہلی پسند بھلا کر آگے بڑھنا اتنا بھی آسان نہیں ہوتا۔

"کیا آپ نے شاپنگ کر لی؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کا دھیان یک دم ہی تیاری کی جانب گیا تو سوال داغا۔

"ماما نے کر لی ہے۔"

وہ سرعت سے گاڑی کا رخ موڑتے ہوئے بولا۔

"مطلب آپ نے منگنی کا لباس پھوپھو کے حوالے کر دیا۔ واہ بھئی بڑے کوئی فرمانبردار ہیں آپ۔"

اب وہ اسے کیا بتاتا کہ وہ سچ میں کتنا فرمانبردار ہے۔

"اچھا میں کیا کہہ رہی تھی۔ آپ کو ابھی منگنی کے انتظامات کرنے ہوں گے۔ انکل اور پھوپھو اکیلے تھک جائیں گے اس لیے آپ فلحال میری ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں۔ اور خوشی خوشی اپنی تقریب پہ توجہ دیں۔"

"لیکن تمہیں پک اینڈ ڈراپ دینے میں میرا وقت برباد نہیں ہوتا۔"

"پھر بھی۔ آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ جیا کیا کہے گی کہ یہ کیسا معاذ دیا ہے مجھے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"تم کچھ زیادہ ہی جیا کی سائیڈ نہیں لے رہی؟"اس نے مصنوعی تیوری چڑھائے پوچھا۔

"ہاں تو وہ ہے ہی اتنی پیاری۔ پھوپھو نے جب سے اس کی باتیں بتائیں میرا تو دل چاہ رہا ہے ابھی مل لوں اس سے۔"

"تمہارا دل بہت صاف ہے کزن۔"

اس نے دل سے اس کی خصوصیت کی تعریف کی۔وہ ہر ایک کے بارے میں مثبت سوچتی تھی۔

"ہاں یہ تو سچ کہا آپ نے۔مجھے یاد آیا کہ آپ کی چونکہ منگنی ہونے جا رہی ہے تو آپ ہمیں ٹریٹ دیں گے۔"

"جو حکم کزن"

وہ فورا مان گیا۔

"ایک تو آپ جو فورا مان جاتے ہیں نا اس کا جیا کو بہت فائدہ رہے گا۔"

وہ پھر اس سے جیا کی ہی باتیں کر رہی تھی ساتھ ساتھ اس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جیا کی باتیں کرتے ہوئے ایک مدھم سی مسکان اس کے چہرے کا حصہ رہی تھی۔ جانے انجانے میں ہی سہی لیکن اب وہ اس رشتے کو قبول کر رہا تھا۔

☆☆☆

جمعہ کا بابرکات دن پورے ہفتے کو پھلانگتا پھرتی سے چلا آیا۔ وقت کی رفتار بھی تو وقت کو دیکھنے والے کی شدت کے حساب سے ہوتی ہے۔

پورا ہفتہ خریداری اور تیاریوں میں صرف ہوا۔ شام ہوئی تو سب ہال کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکلنے لگے۔ مصطفیٰ صاحب نے اوبر منگوالی تھی اور اپنی فیملی کے ساتھ ہال کا رخ کیا۔ شہروز اور جواد ایک گاڑی میں اپنی بیویوں کے ساتھ ہال کی جانب چل پڑے۔ ان سب میں وہ تھا جو ابھی تک روانہ نہیں ہوا تھا۔

خود پہ ایک نگاہ ڈالتے اس نے بیڈ پہ بیٹھ کر بوٹ پہنے۔ اسی وقت اس کے فون پہ میسج کی بپ ہوئی جس کا مطلب تھا کہ وہ تیار ہو چکی ہے۔ گاڑی کی چابی تھام کر وہ فوراً سیڑھیاں اترتے نیچے آیا۔ گھر کو لاک کر کے گاڑی میں بیٹھا۔ گاڑی سٹارٹ کی اور پارلر کی جانب رخ کیا۔ کمیل پہلے سے ہی وہاں موجود تھا۔ اس کو دیکھ کر مسکرایا اور گلے لگا۔ وہ دونوں اس وقت

نیوی بلو پینٹ کوٹ پہنے، سنہری ٹائی لگائے، سیاہ شوز پہنے ہوئے تھے۔ یہ سب وجیہہ کی مرضی کے مطابق تھا۔ اور پھر کچھ ہی دیر میں جیا پارلر کے کمرے سے باہر آئی۔ اس کو دیکھتے ہی دونوں بھائیوں نے بے ساختہ ماشاءاللہ کہا۔ سلور اور گرے رنگ کی کامدار میکسی کے ساتھ سلور دوپٹے کو سر پہ ٹکائے، پلو کو پیچھے کی جانب لٹکتا چھوڑے، بالوں کو ڈھیلے خم ڈال کر ایک جانب ڈالے وہ کسی ریاست کی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ سرخ و سفید رنگت پہ نفاست سے کیا گیا میک اپ اسے کوئی حور ہی دکھا رہا تھا۔ سہج سہج کے قدم رکھتے وہ ان تک آئی تو صالح نے اس کے سر پہ ہلکا سا ہاتھ رکھ کر اسے بہن ہونے کا مان دیا۔ کمیل نے اس کے گرد بازو پھیلا کر اس کے سر پہ بوسہ دیا۔

"ماشاءاللہ ہماری بہن تو بہت ہی پیاری لگ رہی ہے۔ کیوں صالح؟"

کمیل نے جیا کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ جو اس بات پہ دھیمی سی مسکراہٹ سے ہمکنار ہوئی۔

"کوئی شک نہیں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صالح نے دل میں اس کے اچھے نصیب کی دعا کی۔

"ویسے میرے دونوں بھائی تو پرنس چارمنگ لگ رہے ہیں۔"اس نے دونوں پہ نگاہ ڈالتے ہی مسکرا کر کہا۔وہ دونوں عین اس کی امیدوں پہ پورے اتر رہے تھے۔

"ہم تو ہر وقت ایسے ہی پرنس لگتے ہیں۔بات تو تمہاری ہو رہی ہے۔ بھلا ہو ان بیوٹی پارلر والوں کا کیا سے کیا بنا دیتے ہیں۔"

کمیل شرارت سے گویا ہوا جس پہ جیا کی جانب دیکھتے ہوئے صالح نے نفی کا اشارہ کیا۔

"ہماری جیا بغیر میک اپ کے بھی بالکل پری ہے۔ کیوں گڑیا؟"وہ جیا کے ساتھ مذاق میں بھی ایسی بات نہیں کرتا تھا جس سے اس کے چہرے پہ دکھ یا تکلیف کے آثار آتے۔

"میرے تو صالح بھائی ہی ہیں۔ آپ جائیں بھئی پرنس چارمنگ۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی اور کمیل سے فاصلے پہ ہو کر صالح کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"اچھا سوری میری ڈول۔ چلو اب فوراً ورنہ معاذ ارادہ بدل لے گا۔"

کمیل نے مسکراتے ہوئے اسے تنگ کیا۔ لیکن جیا کے چہرے پہ ایک دم ہی گھبراہٹ آئی۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ پر اعتماد ہوتے گاڑی کی جانب بڑھی۔ کمیل کا ڈرائیور صالح کی گاڑی لیے ہال پہنچا اور وہ تینوں کمیل کی گاڑی میں ہال کی جانب بڑھے۔ معاذ اپنے والدین کے ساتھ پہلے سے ہی پہنچ چکا تھا۔ حمدانی صاحب اور نوال نے ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے کمیل کے بارے میں پوچھا تو اطلاع ملی کہ وہ جیا کو پارلر سے پک کر کے لائے گا۔

پرپل رنگ کی کامدار شرٹ کے ساتھ پرپل ٹراوزر پہنے اور لائٹ پرپل رنگ کا دوپٹہ دائیں کندھے پہ ڈالے، سیاہ گھنگھریالے بالوں کو سیدھا کر کے پشت پہ پھیلائے، ہلکے میک اپ سے سجے چہرے کے ساتھ مسکراتے ہوئے وہ بلا کی حسین دکھ رہی تھی۔ معاذ نے اس کی جانب دیکھا تو دل کو کچھ ہوا۔ یوں لگا جیسے خالی ہاتھ ہو گیا ہو۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھی۔ وہ بھی مسکرا کر دل کو بہلا گیا۔ حمدانی صاحب کو اطلاع مل چکی تھی کہ جیا کی گاڑی ہال پہنچ چکی ہے۔ انہوں نے معاذ کو سٹیج پہ جانے کو کہا۔ وہ سٹیج پہ جا کر بیٹھا ہی تھا کہ یک دم پورے حال کی روشنیاں بند ہو گئیں۔ اور اگلے ہی لمحے سپاٹ لائٹ آن ہوئی۔ سب کی

نگاہیں اسی جانب اٹھیں۔صالح اور کمیل کے بیچ کھڑی وہ لڑکی ایک پل میں معاذ کو کھڑا ہونے پہ مجبور کر گئی۔ آیت جو پر جوش سی ہو کر جیا کو روبرو دیکھنے کے لیے سپاٹ لائٹ کی جانب دیکھ رہی تھی اس کی نگاہیں تو اس کے علاوہ کسی منظر پہ گئی ہی نہیں۔وہ خوشگوار حیرت سے اس انسان کو دیکھ رہی تھی جو اس کے دل کی دنیا ہلا گیا تھا۔

سارے منظر،ساری آوازیں ساری رعنائیاں سب تھم گیا۔سب کچھ ساکت وجامد ہوا۔اس کے دل کی دھڑکن بھی گویا مدھم رفتار اختیار کر گئی۔بلو ٹو پیس میں موجود وہ وجود ایک پل میں اس کو سرسبز وشاداب اور حسین وادیوں میں لے آیا جہاں صرف وہ اور صالح تھا۔جہاں ہر طرف نرم سی معطر ہوا چل رہی تھی۔جہاں تحفظ کا احساس تھا۔پرپل سوٹ میں موجود لڑکی آنکھ تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔اس کا یہاں ہونا انتہائی غیر متوقع تھا۔

وہ جیا کے ساتھ چلتے ہوئے سٹیج کی جانب بڑھ رہا تھا اور سٹیج کے پاس کھڑی آیت کا دل سینے میں دھڑکتا سرگوشیاں کرنے لگا۔

کہ تیری اور مجھے کو لے کے چلیں،دنیا بھر کے سب راستے

میں تجھ کو کتنا چاہتی ہوں، یہ تو کبھی سوچ نہ سکے

ایش گرے تھری پیس سوٹ میں ملبوس معاذ تو اس اپسرا کو دیکھ کر اس پر سے نگاہ نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ اس نے کبھی اس پہ غور ہی نہیں کیا تھا کہ وہ کتنی حسین ہے۔ اور آج تو وہ اسے اپنے نام کی انگوٹھی پہنا کر اسے اپنے مقدر کا ستارہ بنانے والا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر جیا کا ہاتھ تھاما تو اندازہ ہوا کہ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ لیکن معاذ نے انہیں مضبوطی سے تھامتے اسے سٹیج پہ موجود صوفہ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھنے لگی تو ہیل میں مقید اس کے پاؤں کا توازن یک دم بگڑا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر پاؤں سے میکسی ہٹاتے ہوئے دیکھا تو ہیل کا سٹریپ کھلا تھا۔ وہ جھک کر اسے بند کرنے والی تھی کہ معاذ جھکا اور اس کے سینڈل کی سٹریپ بند کرتے اسے مسحور کر گیا۔ وہ تو معاذ کی اس ادا پہ قربان ہوئی۔

سارا ہال ہوٹنگ سے گونج اٹھا جس پہ جیا کا چہرہ سرخ ہوا۔ شرم و حیا سے وہ اپنے آپ میں سمٹی۔ معاذ نے واپس کھڑا ہو کر اس کو دوبارہ صوفہ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پہ وہ اس کے ساتھ صوفہ پہ براجمان ہوئی۔ ان دونوں کو دیکھ کر سب نے ہی دل میں کہا۔ 'میڈ فار ایچ ادر' وہ دونوں اس وقت عجب ہی کیفیات میں تھے۔ لاکھ ماڈرن سہی مگر اس وقت جیا کا دل کانپ رہا تھا۔ وہ اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ ان کے خاندان کے ماڈرن ہونے کے باعث منگنی کا فنکشن بھی مخلوط ہی کیا گیا تھا۔ ویسے بھی وہ دونوں کزنز تھے اس لیے کسی کو بھی اعتراض نہیں تھا۔

کچھ دیر مہمان ارد گرد جمع ان کی تصاویر اتارتے رہے۔ وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔ معاذ کا دھیان بظاہر تو تصاویر کی جانب تھا مگر اندر ہی اندر وہ اس لڑکی کے بارے میں سوچ کر مسکرا رہا تھا۔ وہیں ایک دلکش مسکراہٹ نے جیا کے چہرے کو مزید پرکشش بنایا ہوا تھا۔

کچھ ہی دیر میں انگوٹھیاں پہنانے کا وقت آیا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے نام کی انگوٹھیاں پہنائیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پوری تقریب کا حسن سمٹ کر اس ایک شخص میں آ گیا تھا۔اس کے ارد گرد کا ہر منظر دھندلا چکا تھا۔وہ تو بس اسی کو دیکھے جا رہی تھی بالکل یوں جیسے قرآت کے مقابلے میں دیکھتی رہی تھی۔وہ جا چکا تھا مگر وہ پھر بھی اسی کو سوچ رہی تھی۔

"بیٹا تم جیا سے نہیں ملی؟"

اپنی پھوپھو کے کہنے پہ وہ فوراً اپنی سوچوں سے نکلتے سٹیج کی جانب آئی جہاں جیا فلحال اکیلی ہی بیٹھی تھی کیونکہ معاذ اس وقت صوفہ پہ نہیں تھا۔

"تم تو بہت پیاری ہو جیا"

صوفہ پہ اس کے ساتھ بیٹھتے اس پری پیکر کو دیکھتے ہی اس کی تعریف کی۔

"شکریہ پیاری"

اس نے اتنے پیار سے پیاری کہا کہ آیت نے اس کا ہاتھ تھام کر پیار سے تھپکا۔وہ اپنا تعارف کروانے کے بعد یوں ہی باتیں کر رہی تھی جب وہ آیا جو ہال میں آنے کے تھوڑی دیر بعد ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔اس کو دیکھ یک دم آیت کا ہاتھ لرزا۔وہ سٹیج کی

جانب ہی آرہا تھا اور اسکے ہر بڑھتے قدم کے ساتھ اس کے چہرے کے نقوش واضح ہوتے جا رہے تھے۔ وہ سٹیج کے ایک طرف کھڑے کمیل سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"آپ اتنی اچھی ہیں۔ مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ ہم پہلے کبھی کیوں نہیں ملے"

جیا نے بھی اس کی شوخ طبیعت کے باعث کہا۔

"بچپن میں ملے تھے تم لوگ"

کمیل کی بات پہ انہوں نے حیرت سے اس جانب دیکھا۔

"ایفیکٹ آپ سب بچپن میں مل چکے ہو۔"

اس نے مزید اضافہ کیا۔

"سب مطلب؟"

جیا نے نا سمجھی سے استفسار کیا۔

"مطلب کہ معاذ کی برتھ ڈے پہ تمہاری اور صالح کی آیت سے ملاقات ہو چکی ہے کئی سال پہلے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ابھی مزید کچھ کہتا کہ حمدانی صاحب کے اشارے پہ ان کی بات سننے کے لیے چلا گیا۔ جیا تو یہ جان کر کافی خوش ہوئی۔ حالانکہ اسے اس ملاقات کا کوئی بھی شائبہ دماغ میں محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن صالح منصور کو چند لمحے سوچنے پہ ہی ان کی ملاقات کا دھندلا عکس یاد آچکا تھا۔

وہ معاذ کی سالگرہ کے کیک کا ایک ٹکڑا اٹھائے سب بچوں کے منہ کے آگے کر کے انہیں کھلانے کے ساتھ ان کے چہرے پہ بھی لگا رہی تھی۔ اور صرف وہی نہیں معاذ اور وجیہہ بھی یہی شغل فرما رہے تھے۔ وہ پرپل رنگ کی بے بی فراک پہنے سر پہ سفید پرل کا ہیئر بینڈ سجائے ہاتھوں میں کیک کا ٹکڑا تھامے اس تک بھی آئی تھی جو خاموشی سے اپنی خالہ کے پہلو میں دبکا بیٹھا تھا۔ اس کے منہ کے آگے کیک کیا تو اس نے کوئی تاثر نہ دیا۔

"ارے کیک کھالو۔ بہت یمی ہے۔"

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے کیک کے ٹکڑے کو پھر سے اس کے چہرے کی جانب کیا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا اور خاموشی سے ویران نظریں یہاں وہاں دوڑانے لگا۔

"صالح تھوڑا سا کھا لو بچے"

خالہ نے اس کے گرد بازو کا گھیرا ڈالتے ہوئے اس کو پچکارتے ہوئے کہا۔ جس پہ اس نے پھر سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"صالح کھا لو نا۔ دیکھو سب نے کھایا ہے۔"

فرخندہ کے پکارنے پہ اسے اس کا نام معلوم ہو چکا تھا۔

"دیکھو اس میں چاکلیٹ چپس بھی ہیں۔ تم کھاو گے تو بہت مزہ آئے گا۔" اس نے لالچ دیتے ہوئے قائل کرنے کی کوشش کی۔

وہ پھر بھی خاموش رہا۔

"اچھا میں تمہیں ایک جوک سناتی ہوں۔"

وہ اس کو کوئی بہت ہی مزاحیہ لطیفہ سنانے لگی مگر اس کا دھیان تو اس جانب تھا ہی نہیں۔ وہ اس کو خوش کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ وہاں سب بچے بہت مزہ کر رہے تھے اور اس بچے کا اتنا خشک رویہ اسے تنگ کر رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"فرینڈز؟"

دائیں ہاتھ میں کیک کا ٹکڑا ہونے کے باعث اس نے بائیں ہاتھ کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا جس پہ صالح نے خالی نظروں سے ان ہاتھوں کو دیکھا۔ مگر ہاتھ پھر بھی نہیں بڑھایا۔

"آنٹی یہ اتنا چپ کیوں ہے؟ دیکھیں کیک بھی نہیں کھا رہا۔ اور میرا فرینڈ بھی نہیں بن رہا۔"

نوسالہ کیوٹ سی آیت نے اس کی جانب فکر مندی سے دیکھتے استفسار کیا جس پہ فرخندہ نے اس بچی کو غور سے دیکھا۔ وہ گھنگھریالے بالوں والی بچی بہت کیوٹ تھی۔ انہوں نے اس کے گال پہ پیار کیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بیٹا وہ تھوڑا اپ سیٹ ہے۔"

انہوں نے اس کو دھیمی آواز میں بتایا۔

"وہ کیوں؟"

اس نے ناک سے نم سانس کھینچتے پر تجسس انداز میں پوچھا۔

"کیونکہ اس کی ممی کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

یہ کہنے والا کمیل تھا۔ آیت کے ہاتھ سے کیک کا ٹکڑا گر گیا اور صالح تو جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔

اس کو اس پرپل رنگ والی بے بی فراک پہنے ہوئی لڑکی اور پرپل رنگ کی کامدار ڈریس پہنے ہوئی لڑکی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔ وہ اب سمجھا تھا کہ وہ عنایہ کو وہ کی چین کیوں دے گیا تھا۔ سالوں پہلے ملنے والی اس لڑکی کی شبیہہ اسے عنایہ میں محسوس ہوئی تھی۔

وہ عنایہ کا دوست کیوں بن گیا تھا کیونکہ سالوں پہلے اس کی جانب بڑھایا گیا دوستی کا ہاتھ وہ رد کر گیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آیت تو گویا سن ہو چکی تھی۔ تو کیا صالح منصور؟

اسے اس صالح میں اور اب والے صالح میں بھی کوئی فرق محسوس نہ ہوا۔ وہ اس وقت بھی سنجیدہ تھا وہ اب بھی سنجیدہ رہتا تھا۔ وہ اس وقت بھی اس کے چہرے پہ مسکان لانے کی کوشش کر رہی تھی وہ آج بھی یہی چاہتی تھی کہ وہ مسکرایا کرے۔ وہ اس وقت بھی پوری تقریب میں اس کو دیکھتی رہی تھی وہ اب بھی یہی کیا کرتی تھی۔

تو کیا اس کی ماں کی وفات ہی اس کے سنجیدہ رویے کی وجہ ہے؟

کیا وہ اپنی ماں سے زیادہ ہی اٹیچ تھا؟

آخر کیا تھا ایسا جو وہ اتنے سالوں بعد بھی نہیں بدلا تھا۔ اس وقت تو وہ یقینا صدمے میں ہو گا مگر اب؟ کیا اتنے سالوں بعد بھی وہ اس حادثے کے اثرات سے نکل نہیں سکا تھا۔

پہلی بار یوں ہوا تھا کہ وہ یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھتے جا رہے تھے۔ یوں جیسے کھوجنا چاہتے ہوں کہ کیا کچھ بدلا تھا یا آج بھی سب ویسا ہی تھا؟

زندگی نے یہ آگہی دے کر اچھا نہیں کیا تھا۔ وہ اس سب کا حصہ نہیں بننا چاہتا تھا۔

یہ حقیقت اسے ایک نیا عزم دے رہی تھی۔ وہ اب اس کی زندگی کو یوں نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ اس کی زندگی میں خوشیوں کی متمنی تھی۔ اسے اس راز کو معلوم کرنا تھا جس نے صالح منصور کو خوشیوں سے دور کیا تھا۔ اسے صالح منصور کے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھنی تھی۔ ایسی مسکراہٹ جو مصنوعی نہ ہو۔ جس کا عکس اس کی آنکھوں میں بھی جھلکے۔ جو اس کے دل کی آواز پہ چہرے پہ اجالا کرے۔

آج ادراک ہوا تھا کہ آیت مصطفیٰ تو بچپن سے ہی اس شخص سے انسیت محسوس کرتی تھی۔ سالوں پہلے وہ اسے عجیب لگا تھا اور سالوں بعد وہ اسے اتنا پیارا لگا تھا کہ آیت کو اس سے محبت ہو گئی۔

"آیت مصطفیٰ محبت کرتی ہو تم صالح منصور سے"

اس کے دل نے پورے دھڑلے سے اعلان کیا جس پہ اس نے پوری جان سے لبیک کہا۔

☆☆☆

وہ جو سٹیج سے اتر کر اپنے دوستوں کے پاس گیا تھا واپس سٹیج کی طرح بڑھتے ہوئے اس کے قدم تھمے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو اتنی محویت سے دیکھ رہے تھے کہ معاذ کو شک گزرا کہ یہ اس کی نظر کا دھوکا ہے۔ آیت کسی کو اتنے غور سے کیوں دیکھ رہی تھی۔ کیا وہ اس کو جانتی ہے؟ لیکن آیت، صالح کو کیسی جانتی ہے؟

وہ انہی سوالوں کی گردش میں تھا کہ نوشین آپا جو کہ لیٹ ہو چکی تھیں وہ تیز قدموں سے سٹیج کی طرح بڑھیں۔ لیکن اس منظر نے تو گویا ان کو بھی ساکت و صامت کیا۔ بیک وقت یہ

منظر ان دونوں نگاہوں نے دیکھا۔ ایک کی نظر میں الجھن در آئی تھی تو ایک کی نظر خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی۔

جیا کی کسی بات پہ دونوں نے ایک دوسرے سے نظریں ہٹائیں۔ صالح فورا سٹیج سے نیچے اترا جبکہ آیت اب جیا کی جانب متوجہ تھی۔ نوشین نے جا کر پہلے جیا کو پیار دیا اور مبارکباد دینے کے بعد وہ آیت کی طرف متوجہ ہوئیں جو ان کو یہاں دیکھ کر حیران ہوئی مگر پھر یاد آیا کہ اگر صالح ان کا رشتہ دار ہے تو نوشین آپا تو صالح ہی کی بہن ہیں۔

"آیت آپ یہاں؟ واٹ آ سرپرائز"

وہ بہت خوش ہوئیں اس کو یہاں اور صالح کے ساتھ دیکھ کر۔

"اگر یہی سوال میں آپ سے کروں؟"

اس نے مسکراتے ہوئے سوال پہ سوال کیا۔ لہجے میں بے تکلفی حائل تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آیت آپی یہ میری خالہ کی بیٹی ہیں۔ وہ جو ابھی یہاں کھڑے تھے صالح بھائی۔ یہ ان کی بہن ہیں۔" وہ ایسے ان کا تعارف کروا رہی تھی گویا دونوں ایک دوسرے کے بارے میں لاعلم ہوں۔

"ہم مل چکے ہیں جیا۔ آپا میں معاذ کے ماموں کی بیٹی ہوں۔"

پہلے جیا کو آگاہی دی پھر نوشین کو اپنے یہاں ہونے کی وجہ بتائی۔

"یہ تو بہت ہی اچھا ہو گیا۔ تم تو رشتہ دار نکل آئی۔"

نوشین کی بات پہ وہ تینوں مسکرائیں اور پھر باتوں میں مصروف ہو گئیں۔ وقفے وقفے سے کوئی نہ کوئی سٹیج پہ آ کر وجیہہ کو مبارکباد دے رہا تھا۔

دور کھڑا معاذ ابھی تک سوچوں میں الجھا تھا۔ صدیقی صاحب کے مخاطب کرنے پہ وہ ان سے بات کرنے لگا۔

ابھی وہ بات کر کے فارغ ہی ہوا تھا کہ اسے آیت کی آواز آئی۔

"معاذ بھائی آپ تو بہت خوش قسمت ہیں۔ اتنی پیاری لائف پارٹنر ملے گی۔" سٹیج سے اتر کر معاذ کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے جیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے کزن مجھے ایک بات بالکل بھی سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ تم ایک ہفتے سے لگاتار جیا کی تعریفیں کر کر کے تھکی نہیں ہو کیا۔ اس سے بھی پوچھ لو کہ وہ بھی لکی ہے یا نہیں۔"

اس نے بھی جیا کی جانب دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ جیلس ہو رہے ہیں وہ بھی اتنی معصوم سی لڑکی سے۔"

وہ صدمے اور پھر شرارت سے بولی۔

"ہاں تو میری کزن ہو کر تم اس کی تعریفیں کرو گی تو جیلس ہونا تو بنتا ہے نا۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولا جس پہ آیت قہقہہ لگا کر ہنسی۔ دور موجود کسی شخص نے اس منظر کو دیکھتے ہی نگاہوں کا رخ تبدیل کیا۔

"افف اللہ۔۔ آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ چلیں سٹیج پہ۔ اور گفٹ لیا ہے نا؟"

"ارے بھئی کونسا گفٹ۔ کوئی گفٹ نہیں لیا میں نے۔ ایویں گفٹ گفٹ کر رہی ہو۔ یہ اتنا بڑا انسان اسے مل رہا ہے یہ گفٹ ہی ہے۔" خود کی جانب اشارہ کر کے بولا۔

گویا وجیہہ حمدانی کے لیے معاذ صدیقی کا مل جانا ہی کافی تھا۔ سہی سوچا تھا۔

"بڑی کوئی خوش فہمی لاحق ہے آپ کو"

ماتھے پہ لکیریں سجائے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ خود شناسی ہے۔" جیا کے الفاظ بولتے ہوئے اسے پہلے تو حیرت ہوئی پھر اس نے سر جھٹکا۔ یہ لڑکی پتا نہیں کیوں مگر اس کے حواسوں پہ چھا رہی تھی۔

"اچھا میں عنایہ کے پاس چلتی ہوں۔ مجھے مس کر رہی ہو گی۔" وہ اسے عارضی الوداع کہتے ٹیبل کے پاس گئی جہاں اس کی فیملی بیٹھی تھی مگر وہاں عنایہ کے ساتھ اس کو دیکھ کر اس کے سانس کی رفتار مدھم سی ہو گئی۔ ریان اپنی عمر کے بچوں کے ساتھ ہال میں موجود دوسرے ٹیبل پہ موجود تھا۔ مصطفٰی صاحب ہال کے وسط میں کھڑے کسی مرد سے باہمی گفت و شنید میں مصروف عمل تھے۔ اس نے نگاہیں دوڑائیں تو اپنی ماما کو پھوپھو کے ساتھ

ان کے ٹیبل پہ بیٹھے باتیں کرتے پایا۔ اسے اس وقت اپنے ٹیبل پہ جانا مناسب نہیں لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے ہٹتی اور منظر سے غائب ہوتی عنایہ اس کو آواز دے چکی تھی۔

"افففف۔۔۔ عنایہ کیا ابھی دیکھنا تھا۔" وہ منہ میں بڑبڑائی۔

"آپا۔۔ آپا ادھر آئیں۔ دیکھیں بگ برو بھی ہیں یہاں۔"

سفید رنگ کی شرٹ کے ساتھ پرپل رنگ کی سکرٹ پہنے ہوئے جو غالبا تھیم کا حصہ تھی گھنگھریالے بالوں کو پونی میں باندھے وہ کیوٹ سی عنایہ اپنی آپا کو اور اپنے بگ برادر کو مشکل میں ڈال رہی تھی۔ صالح جو مسکرا کر اس سے باتوں میں محو تھا اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ آیت نے اس کو دور سے ہی سر دائیں بائیں ہلا کر منع کرنا چاہا۔ مگر وہ اس کے دل کی کیفیت سے یکسر بے خبر دوبارہ اس کو بلانے لگی۔ چار و ناچار وہ بھاری بھاری قدم اٹھاتے اس کے قریب آئی۔ صالح ہنوز سر جھکائے زمین پہ ہی کسی چیز کو گھور رہا تھا۔ آیت نے ایک چور نظر اس کی جانب ڈالی۔

"یہ میری آپا ہیں بگ برو۔ انہوں نے ہی مجھے آپ سے فرینڈ شپ کرنے کی اجازت دی تھی۔ میری آپا بہت پیاری ہیں۔ آپ کو پتا ہے ان کے فون میں۔۔۔"

ابھی وہ مزید کچھ بولتی کہ آیت نے جھٹ اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ اس عمل میں اس کی چوڑیوں کی آواز نے مدھر سے گیت کی طرح اس کو اپنی جانب متوجہ کیا مگر اس نے اپنی نظریں زمین سے ادھر ادھر نہیں کیں گویا نظر اٹھائے گا تو الجھ جائے گا۔ وہ سمجھ ہی نہیں پایا کہ اس نے عنایہ کو کیا کہنے سے روکا تھا۔

"عنایہ آپ کو ماما بلا رہی ہیں۔ جلدی سے ان کی بات سن کر آئیں۔"

خود پہ قابو پاتے وہ پوری نفاست سے جھوٹ بول گئی۔ دل ہی دل میں سوچا کہ ابھی جو راز اس کی پیاری بہن فاش کرنے والی تھی وہ اسے اس کی نظر میں کتنا ہلکا کر دیتا۔

"پر آپا۔۔"

اسے ابھی اپنے بگ برو کا تعارف بھی کروانا تھا۔

"عنایہ تو آپا کی بات نہیں ٹالتی۔"

اس نے دوبارہ پیار سے پچکارتے ہوئے کہا جس پہ وہ منہ پھلائے صالح کو بائے کہتے کرسی سے اٹھ کر ہال میں اپنی ماما والا ٹیبل دیکھتے ہی اس طرف چلی گئی۔ اب وہ وہاں اکیلی کھڑی تھی اور وہ اس سے محض تین سے چار قدموں کے فاصلے پہ سر جھکائے کرسی پہ بیٹھا تھا۔ اس آکورڈ سچویشن سے بچنے کے لیے اس نے کوٹ کی جیب سے اپنا فون نکالا اور اس پہ مصروف ہو گیا۔ اس لڑکی کے اتنا پاس کھڑے ہونے کے باعث وہ اس ٹیبل سے اٹھ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس صورت تصادم ہونے کے آثار واضح تھے۔ اور وہ ایسا کوئی تصادم افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ آیت واپس جانے لگی تو ریان اس کے پاس بھاگتا ہوا آیا۔

"آیت آپی ماما کہہ رہی ہیں کہ دلہن کو گفٹ دے دو۔"

یہ کہتے ہی وہ تو فرار ہوا مگر اسے مشکل میں پھنسا گیا۔ پہلے تو وہ اس کے جیا کو دلہن کہنے پہ مسکرائی مگر اب اسے ٹیبل کے عین وسط میں موجود اپنے ہینڈ بیگ سے گفٹ نکالنے پہ پریشانی ہوئی۔ گفٹ نکالنے کے لیے اس نے ٹیبل پہ موجود اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا اور جب

باہر نکالا تو گفٹ کے ساتھ ہی وہ چھوٹا سا لکڑی کا گھر باہر نکلا مگر شومئی قسمت کہ وہ گھر صالح کے ہی قدموں میں جا کر زمین بوس ہوا۔

"اس کو بھی ابھی نکلنا تھا" اس کا دل چاہا کہ وہ اپنا سر دیوار میں دے مارے مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا۔

صالح کی نظروں نے جب اس گھر کو نیچے گرا دیکھا تو فون کو ٹیبل پہ رکھتے میکانکی کے عالم میں جھکتے اسے اٹھایا۔ اس گھر کو ہاتھوں میں لیا تو جانا کہ کسی نے اس ٹوٹے گھر کو پورے دل سے جوڑنے کی کوشش کی ہوئی تھی۔ وہ پہلے جیسا تو نہیں رہا تھا مگر وہ گھر دوبارہ جڑ چکا تھا۔ اس کا دل بے اختیار ہو رہا تھا۔ وہ کیوں کر رہی تھی یہ سب؟

اسے کیوں اس گھر کو جوڑنا پڑا؟

کیوں اس نے اس کے ٹوٹنے کے بعد کسی ڈسٹ بن میں ڈالنے کی بجائے آج بھی اسے سنبھالا ہوا تھا؟

وہ اس گھر کو بغور دیکھتے الجھا ہوا تھا اور آیت اپنے لب کاٹتی پریشان ہوئی۔

"میرا گھر"

ہمت کرتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوئی جو اس وقت ظاہری طور پر اس کے سامنے موجود تھا مگر دراصل وہ اپنے اندر کی کیفیات میں الجھتا ہی جا رہا تھا۔

"صالح میرا گھر"

اس نے اسے پھر سے اس کے نام سے پکار کر غلطی کی۔ وہ جو خود پہ بند باندھ رہا تھا پھر سے اس کی جانب دیکھ بیٹھا۔ وہ کتنے استحقاق سے اس کے گھر کو اپنا گھر کہہ رہی تھی۔

"یہ تو ٹوٹ گیا تھا۔"

صالح منصور پہلی بار خود اس سے مخاطب ہو رہا تھا اس کی تو آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں۔

"ہر شے جڑ جاتی ہے۔ بس جوڑنے والے کو جوڑنے کی لگن اور ٹوٹنے والے کو اس جوڑنے والے پہ بھروسہ چاہیئے ہوتا ہے۔"

اس کی باتیں صالح منصور کو خوشگوار احساس میں مبتلا کر رہی تھیں مگر وہ اپنے ماضی کو کیسے بھولتا۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اگر توڑنے والا، جوڑنے والے کو جوڑنے کا موقع ہی نہ دے تو کیا ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ ماضی کے منظر ذہن کے پردوں میں گڈمڈ ہوتے اسے وحشت میں مبتلا کرنے لگے۔ یک دم سانس لینے میں مشکل ہوئی۔ سر درد نے اچانک زور پکڑا۔ کسی کا چیخنا، کسی کا باغیانہ رویہ آنکھوں کے پار گھومنے لگا۔ کسی کا صبر اسے تکلیف دہ لگا۔ وہ جھٹکے سے اٹھا۔ گھر اس کے ہاتھ سے چھوٹا اور دوبارہ زمین بوس ہوا۔ وہ تیزی سے وہاں سے پلٹا اور ہال سے باہر نکل آیا۔ اسے سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ کھلی فضا میں سانس لیتے کتنے ہی منظر اس کی نگاہوں میں گھوم رہے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کسی فرحت کے موقع پر

جہاں ہجوم برپا ہو

کسی تقریب کے دوران

اچانک لب ٹھہر جائیں

زباں خاموش ہو جائے

وہاں سے پھر دبے پاؤں

اچانک لوٹ آنا ہو

کھلی آنکھوں سے بستر پر محض لیٹے ہی رہنا ہو

دل نادان ایسے ہو کہ جیسے درد جاگا ہو

جو سینے سے اٹھے اور دل کے اندر تک چلا جائے

مسرت، قہقہے اور آرزوئیں یوں مچلتی ہوں

کسی دھوئیں کی مانند آسمانوں میں بکھرتی ہوں

اسی ساعت میں دانستہ مسلسل رونے لگ جاو

تمہیں معلوم ہی ہو گا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

(ہر من پیسے)

وہ کیوں نہیں بھول جاتا تھا یہ سب؟

کیا وہ پوری عمر اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا تھا؟

اسے ہی کیوں یہ آگہی ملی تھی؟

کیا وہ کبھی نارمل نہیں ہو پائے گا؟

ڈھیروں سوال تھے مگر اس کا جواب۔۔۔وہ تو شاید تھا ہی نہیں۔

اس نے کرب سے آنکھیں میچیں۔بہت سارے منظر اس کو اپنے گھیرے میں لینے لگے۔

کچھ حسین اور کچھ خوفناک۔

"صالح میری بات نہیں مانو گے۔"

وہ اس سے ناراض ہو رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بہت ذہین ہو بھئی"

دوسرا جملہ یا شاید دوسرا حملہ

"نہیں رہنا مجھے یہاں"

اس کا شدید غصے میں یہ الفاظ کہنا۔

"گھٹن ہوتی ہے مجھے یہاں"

اس کا دل لرزا۔

وہ اس سب سے باہر نکلنا چاہتا تھا مگر وہ اس سب میں دھنستا ہی جاتا تھا۔

وہ اسی اضطرابی کیفیت میں موجود لمبے لمبے سانس لے رہا تھا اور ہال کے دروازے پہ موجود آیت جو اس کا فون دینے کی نیت سے آئی تھی اس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر اس کو دیکھ کر کرب کا شکار ہو رہی تھی۔ کیا یہ سب اس گھر کی وجہ سے ہوا؟

کیا اسے یہ گھر نہیں جوڑنا چاہیئے تھا؟

اگر جوڑ بھی لیا تھا تو کم از کم اسے نہیں پتا چلنا چاہیئے تھا۔

وہ مختلف سوچوں میں غلطاں پشیمان ہوئی۔ اسے اپنا آپ مجرم لگنے لگا۔ وہ اس تقریب میں بالکل ٹھیک تھا۔ مسکرا بھی رہا تھا۔ بات بھی کر رہا تھا مگر اب۔۔۔ وہ سب سے کٹ کر یہاں کھڑا تھا۔ سنسان اور قدرے تاریک حصے میں کھڑا وہ یک دم ہی گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے جھکا اور آیت کے قدم بے ساختہ اٹھے۔ وہ تیز قدموں سے چلتے ہوئی اس تک آئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ دھیان کسی اور ہی جانب تھا اسی لیے وہ اس کی یہاں موجودگی نہیں بھانپ پایا۔

"آپ۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟"

اس کے منہ سے بمشکل یہ الفاظ ادا ہوئے تھے۔ صالح نے پٹ سے آنکھیں وا کیں اور گھٹنوں سے ہاتھ ہٹا تا سیدھا ہوا۔ ایک دم ہی فریش سا صالح الجھا بکھرا سا لگنے لگا۔ ایک لمحے کو آیت نے ان سیاہ آنکھوں میں دیکھا تھا۔ وہ ایک لمحہ اس پہ بہت بھاری گزرا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ صرف آنکھیں ہی نہیں اس کا چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں نمی کا تاثر نمایاں تھا۔ اس کا سانس اکھڑا ہوا تھا وہ گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ انکشاف سن کر ماضی میں وہ خود کو زندہ محسوس کرنے کے لیے بھرا کرتا

تھا۔اس کا سر درد کی شدت سے پھٹنے کے قریب ہوا۔ آیت کو شدید ندامت نے گھیرا۔نہ جانے اس کو کونسی بات تکلیف دے گئی تھی۔

"آپ پلیز اس بنچ پہ بیٹھیں۔"

اس کے خیریت پوچھنے پہ بھی جب وہ کچھ نہ بولا تو اس نے التجائی لہجے میں اسے بنچ پہ بیٹھنے کو کہا۔وہ خالی خالی نگاہوں سے اس کو دیکھ کر بنچ کی جانب قدم بڑھانے لگا۔وہاں سے گزر کر جاتے ایک ویٹر کو روک کر اس نے پانی لانے کو کہا اور خود اپنے بیگ کے اندر سے پین کلر نکالا۔ویٹر نے اس کو پانی کا گلاس تھمایا تو اس نے اسے شکریہ کہہ کر جانے کے لیے کہا۔وہ بنچ پہ سر ہاتھوں میں دیے بیٹھا تھا جب آیت نے اس کے آگے گلاس بڑھاتے ہوئے اس کو مخاطب کیا۔

"صالح پانی"

اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر پانی کا گلاس تھاما اور فوراً پی گیا جیسے شدید پیاس میں ہو۔ آیت اسے صدمے سے دیکھتی رہ گئی۔ہاتھ میں موجود پین کلر ہاتھ میں ہی رہ گیا۔اس نے دوبارہ

ارد گرد نگاہ دوڑائی تو گارڈ کو دیکھا اور اسے پانی لانے کو کہا۔ وہ پانی لے کر آیا تو آیت نے پہلے پین کلر اس کے آگے کیا جس پہ اس نے سمجھتے ہوئے ہاتھ کی مٹھی کھول کر اس کے سامنے کی۔ اس نے ٹیبلٹ اس کے ہاتھ پہ رکھی اور اسے پانی کا گلاس تھمایا۔ اب کی بار اس نے پہلے پین کلر کو منہ میں رکھا پھر پانی کا گھونٹ بھرتے اس کو حلق سے نیچے اتارا۔ آیت نے اس کے ایک ایک عمل کو بغور دیکھا۔ وہ اس سے قدرے فاصلے پہ ہو کر بنچ پہ بیٹھ گئی۔ اور اس کے ہر تاثر کے ساتھ اس کی تکلیف کو محسوس کیا۔ کوئی پانچ منٹ گزرے جب دوا نے معدے میں جا کر اپنا اثر دکھایا اور اس کے چہرے کے تاثرات کچھ ڈھیلے پڑے۔ آیت نے کب کا روکا ہوا سانس چھوڑا۔ صالح نے رخ موڑے بغیر منہ سے الفاظ بر آمد کرنے کی کوشش کی۔

وہ کچھ کہتا اس سے قبل ہی اس کا فون بج اٹھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا اس کا فون آگے کیا تو جواد بھائی کالنگ لکھا نظر آیا۔ غالبا وہ اس کی ہال میں عدم موجودگی کے باعث اس سے خیریت پوچھنے کے لیے کال کر رہے تھے۔ صالح نے فون ریسیو کرنے کی بجائے خود اندر

جانا مناسب سمجھا۔ وہ بنچ سے اٹھا تو آیت بھی فوراً سے پیشتر اپنی نشست چھوڑ کر کھڑی ہوئی۔ دونوں کے درمیان کافی فاصلہ موجود تھا۔ آیت نے پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھا۔ اس کا کوٹ شکن زدہ ہو رہا تھا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی اور چھوٹے بال جو قدرے بڑے ہو چکے تھے وہ ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے کے آثار کرب زدہ تھے۔ آیت نے فون اس کی جانب بڑھایا جس کو اس نے تھام لیا۔

"آپ تھوڑی دیر یہیں بیٹھ جائیں۔ طبیعت ٹھیک ہو گی تو اندر آجائیے گا۔"

اس نے اس کو اندر جانے کی نیت سے اٹھتا دیکھ فوراً مشورے سے نوازا۔

"سوری۔۔۔ تھینکس"

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔ شاید اسے کہنا چاہئے تھا کہ اسے اس گھر کو جوڑنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے تھی۔

"بہت شکریہ"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کا شکر ادا کرتے وہ فوراً وہاں سے چلا گیا۔ آیت ہونق بنی اس کو دیکھتی رہی۔ مروت دکھانے کی بجائے اگر وہ دو منٹ یہاں بیٹھ جاتا تو اسے واقعتاً خوشی ہوتی۔

ہال کے اندر جاتے صالح نے اپنا حلیہ درست کرتے لب بھینچتے ہوئے اپنی کنپٹی کو ہاتھوں سے دبایا۔ وہ کیسے کسی کے سامنے خود کو کمزور ظاہر کر سکتا تھا؟

اسے اپنے خول سے باہر نہیں نکلنا تھا۔ وہ لڑکی کیوں ایسی تھی کہ وہ اس کے سامنے خود پہ اختیار کھو رہا تھا؟

اسے اپنا آپ بے بس محسوس ہو رہا تھا۔

وہ خود پہ قابو پاتے ماضی کی یادوں اور مناظر کو جھٹکتا واپس منگنی کی تقریب میں مصروف ہو چکا تھا لیکن چہرے پہ سنجیدگی ہنوز برقرار تھی۔ کھانے کا دور شروع ہوا تو چند نوالے زہر مار کر کھائے۔ نوشین آپا اس کے چہرے کے اتار چڑھاو کو بغور دیکھ رہی تھیں۔ ان کا صالح اس وقت تکلیف میں تھا وہ جانتی تھیں۔ ان کا دل بھی ایک دم ہی اچاٹ ہو چکا تھا۔ وہ خوش

دکھنے کی کوشش میں تھا لیکن وہ جانتی تھیں کہ وہ اس وقت خوش نہیں ہے۔ وہ اس ماضی سے نہیں نکل پاتا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر قبل آیت کے ساتھ موجود اس کو دیکھ کر انہیں اپنے بھائی میں اچانک ہی خوشگوار تبدیلی محسوس ہوئی تھی۔ وہ پہلی بار کسی کے سامنے کھل رہا تھا۔ مگر ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اپنی تکلیف ظاہر کر گیا؟

یہ سوال انہیں مضطرب کیے ہوئے تھے۔

شائستہ کے مخاطب کرنے پہ وہ ان کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

☆☆☆

جیا کی دوستیں اس سے اور معاذ سے مذاق کر رہی تھیں جو ایک صوفہ پہ قدرے فاصلے پہ بیٹھے تھے۔ ان کے بیچ دو سے تین فٹ کا فاصلہ ہنوز برقرار تھا۔

"آپ کو پتا ہے جیا بہت اچھی سکیچنگ کرتی ہے۔"

وہ غالباً اپنی دوست کے ہنر سے آگاہی دینا چاہ رہی تھی۔

"واہ یہ تو کمال ہو گیا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے تعریفی انداز اپنایا۔

"اس کے پاس سکیچنگ بک میں بہت سارے سکیچز بنے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا بھی ہو۔"

وہ شرارتی انداز میں بولی تو آخر میں جیا نے اپنی ہیل اس کے پاؤں پہ دے ماری جس پہ وہ کراہ اٹھی۔ معاذ کی آنکھوں نے اس حرکت کو بغور دیکھا۔ مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا بسیرا کیا مگر وہ بہت صفائی سے اس کو چھپا گیا۔

"کیا سچ میں ایسا ہی ہے جیا؟"

اب وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ جیا کی گھوری پہ سہیلیاں فوری یہاں سے رفو چکر ہوئیں۔

"بات مت کریں مجھ سے۔"

آنکھوں میں وارننگ لیے ڈونٹ ٹاک کا سائن بورڈ دکھایا اور رخ واپس سامنے کی طرف موڑ گئی جہاں اب چھوٹے بچے اس کپل کی تصویریں اپنے فون میں اتار رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیوں؟"

نہایت معصومیت سے سوال پوچھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس دن جیا نے کہا تھا کہ اب وہ اس سے بات نہیں کرے گی اور حقیقی طور پر بھی اس نے ابھی تک اسے نہ مخاطب کیا تھا نہ ہی اس کی کسی بات کا جواب دیا تھا۔

"آپ کو نہیں معلوم؟"

وہ ناراض لہجے میں بولتی ہوئی معاذ کو اپنے دل کے بہت قریب لگی۔

"تم بتا دو نا"

وہ چاہتا تھا کہ وہ یوں ہی اسے ناراضی دکھائے کیونکہ اس لمحے وہ اسے بہت ہی معصوم سی لگی۔

"آپ نے چھپ کر میری باتیں سنی تھیں۔"

کافی زور دے کر بولا جیسے اس سے گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہو۔

"وہ کب؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کمال حیرت سے گویا ہوا۔

"یہ بھی میں ہی بتاوں۔"

خود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں پلیز بتادو۔"

وہ مسکراہٹ دبائے ہوئے بولا جو کہ جیا جان چکی تھی۔ وہ خاموشی سے رخ پھیر گئی۔ مزید مہمان ان کے پاس آ کر مبارکباد دے رہے تھے۔

"سب کا پتا ہے کون کس یونیورسٹی میں جاتا ہے اور کیا پڑھتا ہے بس میرا نہیں پتا۔"

غصے بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے اس کی آنکھیں بھی آبدیدہ ہو رہی تھیں۔ وہ جو سب سے ان کی تعلیم کا حال احوال پوچھ رہا تھا اس کی بات اس کے کانوں نے بھی سنی تھی اور ایک خوشگوار اور شرارتی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا۔

"کیا کہہ رہی تھی آپ فیانسی؟"

مہمانوں کے سٹیج سے اترنے کے بعد اس نے اسے نئے رشتے سے مخاطب کیا جس پہ جیا یک دم ہی بوکھلائی۔

"کچھ نہیں"

اس نے اس کے چہرے پہ موجود شرارت بھانپتے ہی چہرہ پھیرا۔

"معاذ بھائی آپ کی دلہن کتنی پیاری ہے۔"

عنایہ اشتیاق سے دلہن کو دیکھنے آئی تھی اور اب اس کی تعریف کر رہی تھی بالکل اپنی آپا کی طرح۔ جیا کو وہ بچی بہت ہی کیوٹ لگی۔ اس نے عنایہ کے ہاتھ تھام کر ان کو لبوں سے لگایا تو وہ جھینپ گئی۔

"آپ آیت کی بہن ہو نا؟"

وہ غالبا اس کے نین نقوش، چہرے کے خدوخال، گھنگھریالے بال اور چہرے پہ پڑتا ڈمپل دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

"آپ آپا کو جانتے ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے تصدیق کرتے ہوئے استفسار کیا۔

"ارے ہاں وہ تو میری دوست ہیں۔"

اس نے جیا کو یہ کہتے سنا تو حیران ہوا۔

"اتنی جلدی دوست بھی بن گئی۔ خدا جانے ان لڑکیوں کی اتنی جلدی دوستی کیسے ہو جاتی ہے۔"

وہ جھرجھری لیتے ہوئے بولا۔

"آپ کو کوئی مسئلہ ہے؟"

وہ اس کے پاس ہی بیٹھا تھا اس کی آواز وہ اچھے سے سن چکی تھی۔

"عنایہ آپ کو پتا ہے آپ کی دلہن سوشیالوجی کی سٹوڈنٹ ہیں۔ اور شہر کی سب سے مہنگی پرائیویٹ یونیورسٹی جاتی ہیں۔ ان کی پینٹنگز زیادہ تر قدرتی مناظر کی ہوتی ہیں۔ یہ سکیچنگ میں بھی کافی مہارت رکھتی ہیں۔ ان کو اپنی گاڑی سے بہت زیادہ محبت ہے۔ یہ گاڑی ٹھوک کر خود کو بے قصور کہتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ بہت معصوم ہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ انکشافات پر انکشافات کرتے ہوئے جیا کو ورطہ حیرت میں ڈالتا جا رہا تھا جو منہ کھولے اس کو سن رہی تھی مگر آخری بات پہ دانت کچکچائے۔ بیچاری عنایہ اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش میں کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر ریان کے ہاتھ پکڑنے پہ اس کے ساتھ ہال میں موجود دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے چلی گئی۔

"میں نے نہیں ہٹ کیا تھا اس گاڑی کو۔"

خاصا زور دے کر بولی۔

"آخری بات لے کر بیٹھ گئی ہو جو پہلے کہیں ان پہ بھی نظر ثانی کر لو۔"

"مجھے نہیں کرنی نظر ثانی۔"

وہ اپنا پلو ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔

"کیا میرا سکیچ بنایا کبھی؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے جیا کو چڑا کر مزہ آرہا تھا۔ وہ پہلی بار اس سے بے تکلف ہو رہا تھا۔ بظاہر باتوں میں مشغول صدیقی صاحب اپنے بیٹے کے چہرے پہ سکون دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل کو ڈھیروں تسلی ملی۔ ان کا فیصلہ بہترین ثابت ہو گا انہیں یقین تھا۔

"کیوں بناوں گی میں آپ کا اسکیچ؟"

وہ تپے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں کہہ تو ٹھیک رہی ہو آخر کیوں بناو گی میرا اسکیچ۔"

وہ دکھی لہجے میں بولا تو جیا کو دکھ ہوا۔ وہ اب دوبارہ مہمانوں کی جانب متوجہ تھا۔

"آپ کو کیسے پتا میرے بارے میں اتنا سب کچھ؟"

وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر بولی۔ اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کے بارے میں اتنی معلومات لیے بیٹھا ہو گا۔ اس نے تو ہمیشہ اس سے لاتعلقی ہی برتی تھی۔ کبھی اس کے ساتھ فرینک نہیں ہوا تھا۔ کبھی براہ راست اس سے بات نہیں کرتا تھا۔

"شاید تم بھول رہی ہو کہ فیانسی سے پہلے تم میری کزن بھی ہو۔" فیانسی پہ خاصا زور دیتے ہوئے بولا۔

"مگر آپ نے تو کبھی مجھ سے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کی۔" وہ پر شکوہ نہیں تھی مگر معاذ کو اپنے رویے پہ افسوس ہوا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ آپ اپنے بارے میں چاہے نہ بھی بتائیں تو آپ کی تائی آپ کے بارے میں سب کچھ گھر بتا دیتی ہیں۔ انفیکٹ تعریفوں کے انبار لگا دیتی ہیں۔"

"تائی امی سچ میں بہت سویٹ ہیں۔"

تائی کے ذکر پہ اس کی آنکھوں میں جگنوؤں کی مانند روشنی چمکی۔

"اور تائی کا بیٹا؟"

سوال بے ساختہ تھا مگر اب منہ سے نکل چکا تھا۔

"آپ انتہائی سڑیل انسان ہیں۔"

وہ بھی دوبدو بولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اور سڑیل؟"

اسے غالبا اس خطاب کی توقع تو نہیں تھی۔

"میرے لیے تو سڑیل ہی رہتے تھے باقیوں کے لیے ہونگے سویٹ۔ بلکہ ہونگے کیا باقی سب کے لیے تو آپ سچ میں سویٹ ہی ہیں۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"تمہارے لیے تو پھر کچھ منفرد ہی ہونا چاہئے تھا نا۔"

کیسا جملہ تھا کہ جیا اس کے وجیہہ چہرے کی جانب دیکھنے لگی۔ اسے معاذ سے اپنے موجودہ رشتے کا احساس ہوا تو دھڑکنیں منتشر ہوئیں۔ وہ دوبارہ رخ پھیر گئی۔

جیا کے پہلو میں بیٹھا معاذ اس بات کو سرے سے ہی بھول چکا تھا کہ اس لڑکی سے اس کا رشتہ زبردستی اس کے سر مسلط کیا گیا تھا۔ یاد تھا تو بس اتنا کہ بہت جلد وہ اس کی محرم بننے والی تھی۔

دور کہیں آسمان پہ موجود ایک ستارے کی چمک میں اضافہ ہوا تھا۔

☆☆☆

یہ رات گویا نئے جذبات و احساسات لے کر وارد ہوئی تھی۔ منگنی کی تقریب خیر و عافیت سے تکمیل کو پہنچی۔ اپنے کمرے میں موجود جیا میک اپ سے صاف چہرے اور ہلکے گلابی رنگ کے آرام دہ لباس میں ملبوس آج والے معاذ کو سوچ کر مسکرا رہی تھی۔ سلکی بالوں کی لٹ کو انگلی میں گھماتے ہوئے اس کی سوچیں معاذ کے گرد منڈلا رہی تھیں۔ وہ آج بدلا بدلا سا تھا۔ جیا نے کبھی اسے خود کے ساتھ یوں فرینک ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ اس سے دور ہی بھاگا تھا اور اب اس کی یہ بدلی ہوئی حالت جیا کو نئے جذبات سے سرشار کر رہی تھی۔ وہ تو شروع سے ہی اس رشتے کو قبول کر چکی تھی مگر آج پہلی بار معاذ کی جانب سے پہل ہوئی تھی۔ اپنے گول بیڈ پہ لیٹے چھت کو دیکھتے ہوئے وہ کھوئی ہوئی تھی۔

نیلے اور سفید رنگ کے کمرے میں معاذ چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ سجائے جیا کو سوچ رہا تھا۔ اس نے کبھی غور کیوں نہیں کیا تھا کہ وہ لڑکی سچ میں محبت کے قابل تھی۔ اس کی باتیں، لہجہ، ناراضی، مسکراہٹ، روٹھنا، تجسس سے بات کرنا ان سب کو یاد کرتے وہ ڈھیروں مسکرایا۔ ٹھیک کہتی تھی آیت وہ سچ میں بہت معصوم اور بے ضرر سی تھی۔ اس نے ایک

لمحے کے لیے بھی آیت اور اس سے جڑی اپنی پسندیدگی کو خود پہ حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔ وہ مان چکا تھا کہ وہ اس کی کزن تھی جو اس کو اپنا بھائی سمجھتی تھی اور اب اس نے بھی آیت کو اس نظر سے دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ یہ تبدیلی مشکل ضرور تھی مگر نا ممکن نہیں۔ بہت سارے رشتوں کا مان رکھنے کے لیے اس نے اپنی پسند کو ادھورا چھوڑا تھا اور اسے اس کا کوئی پچھتاوا نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے تئیں کوشش کی تھی مگر تقدیر نے اس کے لیے جیا کو ہی ساتھی چنا تھا۔ اور اس نے قسمت کے اس فیصلے کو دل سے اپنا لیا تھا۔

عنایہ پہ کمفرٹر ڈال کر خود وہ کھڑکی کی طرف بڑھ گئی۔ ذہن گزشتہ یادوں کو ذہن کے پار عکس کی صورت دہرا رہا تھا۔ وہ ان آنکھوں میں بسی تکلیف کو بھول نہیں پا رہی تھی۔ ایک مضبوط مرد کا یوں بکھر اروپ اسے جھنجھوڑ گیا تھا۔ اس کا لڑکیوں سے گریز وہ جانتی تھی مگر آج وہ اس سے گریز نہیں برت رہا تھا۔ وہ جو کہہ رہی تھی وہ من و عن مانتا جا رہا تھا۔ ٹیبل پہ موجود اپنے بیگ سے کی چین نکال کر اس نے اسے اپنی انگلی کی پوروں سے چھوا۔ اس گھر کی طرح وہ بھی بہت حساس تھا۔ دنیا کی نظر میں وہ لاکھ خود کو مضبوط ثابت کرتا مگر آیت

مصطفیٰ یہ بات جان گئی تھی کہ وہ توانا مرد ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جس نے کسی بہت قریبی رشتے سے مار کھائی ہے۔ سرد آہ بھرتے اس گھر کو واپس اس کی جگہ پہ رکھتے وہ بیڈ پہ لیٹ گئی۔ نیند آنے تک اس کی سوچیں اسی ایک وجود کے گرد گردش کرنے والی تھیں۔

سب گھر والے لاونج میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہوتے تقریب کے بارے میں باتیں کر رہے تھے مگر وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا آیا۔ ذہن جس انتشار کا شکار تھا وہ کسی پہ آشکار نہیں کر سکتا تھا۔ فریش ہو کر سادہ سے ٹراوزر ٹی شرٹ میں ملبوس وہ رائٹنگ ٹیبل کے ساتھ موجود کرسی پہ جا کر بیٹھ گیا۔ ذہن کے پردوں پہ پرپل رنگ میں ملبوس لڑکی کا سراپا چھن سے آ کر لہرایا۔ اس کا اس کو یوں تکنا، اس کے سامنے نروس ہونا، اس کے گھر کو اپنا گھر کہنا، اس کا نام لینا۔۔۔ آہ!

"کیوں لیتی ہیں میرا نام اس طرح۔ بہت اپنی سی محسوس ہوتی ہیں۔"

نہایت دھیمی آواز میں بولا گویا اندیشہ ہو کہ کہیں خود کو ہی یہ آواز سنائی نہ دے جائے۔

"انہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے اس وقت پین کلر کی ضرورت ہے۔"

وہ خود سے ہی محو سوال تھا۔

"کیا ان کے لیے میرے سے جڑی چیز اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس نشانی کو جوڑا۔" اس کا لب و لہجہ، اس کا استحقاق بھرا انداز اسے اپنی جانب مائل کر رہا تھا۔

آنکھیں موندے اس نے کرسی سے ٹیک لگا لی۔ اچانک اس روز والا منظر آنکھوں کے پار جھلملایا جب وہ اس کو بچانے کی خاطر خود کو خطرناک حالات (یعنی قریب قریب محبت) میں ڈال چکا تھا۔ اچانک کچھ سمجھ آجانے پہ اس نے پٹ سے انکھیں وا کیں۔ اس روز جب اس کے سر سے چادر سرکی تھی تو ان گھنگھریالے بالوں میں اسے اپنا آپ الجھتا محسوس ہوا تھا اور آج اس کے سلکی بالوں میں اسے اپنا دل پھسلتا محسوس ہوا۔ اس کا بالوں کو سیدھا کر کے کھلا چھوڑنے پہ وہ بلا ساختہ مسکرایا۔

"آہ محترمہ"

ساتھ ہی دل میں علی الاعلان کہا کہ وہ ہر طرح ہی خوبصورت اور اپنی سی لگتی تھی۔

چہرے پہ موجود کرب یک دم ہی ختم ہوا۔ ذہن پر سکون ہوا تو آنکھیں نیند کے بوجھ سے بھاری ہوئیں جس پہ وہ بیڈ پہ جا کر لیٹا اور چند لمحوں میں ہی سو گیا۔ آج اسے کسی اینٹی ڈپریسنٹ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ لڑکی اس کے ڈپریشن کی اینٹی ڈوٹ کی طرح کام کر گئی تھی۔

☆☆☆

وہ احسن کو کھانا کھلا کر فارغ ہوئی اور اسے سلانے کی کوشش کرنے لگی۔ عموما اس وقت وہ سو جاتا تھا مگر آج نہیں سو رہا تھا۔ وہیں اس کا ذہن مختلف سوچوں میں بھٹکا ہوا تھا۔ اپنے ماضی، حال اور مستقبل کا سوچ کر اسے وحشت سی ہو رہی تھی۔ وہ اتنی بھی تو گنہگار نہیں تھی جتنی سب کی نظروں میں بن چکی تھی۔ وہ بد کردار ہونے کا داغ اپنے دامن پہ لگوا چکی تھی۔ اس سے بڑھ کر اذیت اس کے لیے اور کیا ہونی تھی۔ وہ اب اس شخص کا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی جس نے اس کی روح تک پہ زخم لگائے تھے۔ وہ صرف ایک مہرہ تھی جس کو اس نے پورے وثوق سے استعمال کیا تھا۔ اب اسے یہاں دیکھ کر وہ حیران

ہونے کے ساتھ پریشان بھی تھی۔ وہ یہاں پاکستان میں کیا کر رہا تھا۔ کہیں وہ احسن کے لیے؟

نہیں۔۔۔ فوراً ہی سوچوں پہ بند باندھا۔ اس نے اس بچے کو اس وقت بھی قبول نہیں کیا تھا جب وہ معصوم سا چھوٹا بچہ تھا تو اب وہ اسے کیوں قبول کرتا۔ وہ ایک خوش باش زندگی گزار رہا ہے تو اسے احسن سے کوئی لینا دینا نہیں ہو سکتا۔ اس نے خود کو تسلی دی۔

وہ انہی سوچوں میں غلطاں تھی جب اس نے دیکھا کہ احسن سو چکا ہے۔ اس پہ کمفرٹر درست کرتے وہ سکول جانے کی تیاری پکڑنے لگی۔ چند منٹوں بعد وہ اس سکول میں موجود اپنے کام نمٹا رہی تھی۔ اس کے فون پہ بیل ہوئی تو ارحا کی کال دیکھ کر اس کا دل گھبرایا۔ فوراً کال ریسیو کی۔

"میں ارحا بات کر رہی ہوں۔ جلدی گھر آجائیں۔ احسن سیڑھیوں سے گر گیا ہے۔"

یہ جملہ اس کی سماعت پہ بے حد بھاری گزرا۔ آس پاس موجود ہر شے کا وجود دھندلا ہونے لگا۔ سانس تو گویا تھم سی گئی۔ انہی قدموں چلتی وہ گھر کو پہنچی۔ باہر ہی ارحا کا شوہر اسے گاڑی

میں بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ اس کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کے سر پہ چوٹ لگی تھی۔ اس کا سانس خشک ہونے لگا۔

"زیادہ سیڑھیوں سے نہیں گرا۔ آپ فکر نہیں کریں بس تھوڑی سی چوٹ ہے۔ ابھی ہسپتال لے کر چلتے ہیں۔"

اس کی بات سمجھتے وہ احسن کو اپنی بانہوں میں تھامے اس کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ جا کر بیٹھ گئی۔ چند منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ ہسپتال موجود تھے۔

یہ وہی ہسپتال تھا جہاں اس روز صالح اس کو لے کر آیا تھا۔ وہ اسی بنچ پہ جا کر بیٹھ گئی جہاں اس روز بیٹھی تھی۔ دل میں دعا کرتے وہ اپنی اولاد کے لیے نہایت فکر مند تھی۔ اسی لمحے ایک وجود پہ نگاہ اٹھتے ہی وہ گنگ ہوئی۔ کم از کم اس وقت اسے یہاں نہیں ہونا چاہئے تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے کے سٹڈی ٹیبل پہ کتاب کھولے کرسی پہ بیٹھا نہایت انہماک سے اسے پڑھ رہا تھا جب جنید کی کال پہ اس کا دھیان بھٹکا۔ اس نے کچھ سوچ کر مسکراتے ہوئے کال اٹھائی۔

"صالح یار جلدی پہنچ کلینک بلکہ کلینک نہیں ہسپتال میں ہی آجا۔ ایمرجنسی ہے۔ میری گاڑی سے ایک آدمی کی ٹکر ہو گئی ہے اور اب مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔"

چھوٹتے ہی وہ شدید پریشانی کے عالم میں بولا۔ اس کی انتہائی سنجیدہ اور پریشان کن بات پہ صالح فوراً سے ہسپتال کے لیے نکلا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس کے ذہن میں مختلف صورت حال گردش کرنے لگیں۔ ہسپتال کی پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے اس نے اسے فون کیا کیونکہ وہ خود بھی اسی ہسپتال میں جاب کرتا تھا تو صالح نے اس سے کمرہ پوچھنا مناسب سمجھا۔ اس نے اسے اپنے کمرے میں آنے کے لیے کہا جس پہ وہ بھاری قدم اٹھاتا اس کے کمرے کی جانب بڑھا۔ اس کے چہرے پہ اضطراب کی بجائے دھیمی سی مسکان نمایاں تھی۔

وہ دھاڑ دروازہ کھولتا اندر آیا جو کہ جنید کے لیے انتہائی غیر متوقع تھا۔ اس کے فون پہ چلتی گیم میں خلل پیدا ہوا اور وہ راؤنڈ سے آؤٹ ہو گیا۔ اس نے نہایت تاسف سے اسے دیکھا۔

"تم سے کم از کم مجھے یہ امید نہیں تھی۔"

اپنا فون ٹیبل پہ رکھتے وہ اس کے دھڑام دروازہ کھول کر اندر آنے پہ طنز کرتے ہوئے بولا جو اس کی بات کا اثر لیے بنا سکون سے اس کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ چکا تھا۔

چہرے پہ مسکراہٹ ہنوز قائم تھی۔

"تمہیں بہانہ چینج کر لینا چاہیئے۔"

بایاں ہاتھ کرسی کے ہتھے پہ رکھے، دائیں ہاتھ کی مٹھی بنائے گال پہ دھرے اس نے مسکراہٹ دبانے کی بالکل بھی کوشش نہیں کی۔ آخر کو اس کے بہانے میں کجی بھی تو نکالنی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم بہت تیز ہوتے جا رہے ہو۔"

جنید نے اسے گھوری سے نوازا۔

"نوازش ہے آپ کی۔"

اس نے اثر لیے بغیر کہا۔

"چلو میری صحبت کا کافی اچھا اثر ہوا ہے تم پہ۔"

اس نے اب کہ فرضی کالر جھاڑے کیونکہ فلحال وہ گول گلے والی نیلے رنگ کی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔

"تو کیا کہہ رہے تھے تم؟"

ابرو اچکا کر سوال پوچھا۔ چہرے پہ شریر مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

"کیا کہا میں نے۔ کیونکہ میں تو ہر وقت کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہوں۔"

اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تمہاری گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا کسی کا۔"

اس نے خاصا زور دے کر اس کا بہانہ یاد کروایا۔

"ارے ہاں میں تو بھول ہی گیا۔ پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے۔"

اپنے جھوٹ پہ صفائی سے سچ کا لیبل چسپاں کیا۔

"شوق پورا نہیں نا ہوا تمہارا ابھی تک۔ پہلے آنٹی اور پھر بھابھی سے صلواتیں سن کر بھی باز نہیں آئے۔" صالح چہرے پہ تپا دینے والی مسکراہٹ سجائے بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کونسا شوق یار؟ میرا تو ایک ہی شوق ہے کہ میرے مریض ٹھیک ہو جائیں اور مجھے اچھے اچھے تحائف دیں۔"

نہایت معصومیت بھرے انداز میں لب کشائی کی۔

"بھابھی سے کہوں گا کہ آپ کا پیارا شوہر سڑکوں پہ ہیوی بائیک دوڑاتا ہے جس سے اس کی کم اور لوگوں کی زندگیوں کو زیادہ خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ یقینا پھر تم جان جاو گے کہ میں کس شوق کی بات کر رہا ہوں۔"

تپا دینے والی مسکراہٹ ایک پل کو بھی ہونٹوں سے جدا نہیں ہوئی۔ جنید کاظمی کے لبوں کی مسکراہٹ ایک پل کو سمٹی لیکن اگلے ہی لمحے وہ واپس اپنی ٹون میں آچکا تھا۔

"یہ بھی بتانا کہ اس کے شوہر کی ہیوی بائیک کے راستے میں آنے والی لڑکی کو بچانے والا صالح منصور اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو رہا تھا۔"

اچانک کہی جانے والی اس بات نے صالح منصور کے چہرے سے مسکراہٹ جدا کی۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"

وہ سخت گیر لہجے میں بولا تاکہ اس کے دل کی چوری پکڑی نہ جا سکے۔ پر جنید کاظمی اس کی کسی بات کا اثر لیتا یہ ناممکن تھا۔

"ہیوی بائیک کے شوقین نے اس لڑکی سے معافی مانگنے کی نیت سے اس جانب بڑھنے کی کوشش کی تھی مگر سامنے کا منظر اور صالح منصور کے چہرے کا رنگ دیکھ کر وہ دور کھڑا مسکراہٹ ہی دباتا رہا۔"

راکنگ چیئر پہ جھولتے ہوئے وہ بڑے مزے سے اس کو آنکھوں دیکھا حال سنا رہا تھا۔

"ویسے یہ پہلی بار تھا کہ گرلز الرجک صالح منصور کسی لڑکی کے سامنے بے بس ہو رہا تھا۔"

کسی ڈرامے کی کہانی کے انداز میں بولتے ہوئے وہ اس کے تاثرات سے محظوظ ہو رہا تھا جس کے چہرے پہ عجیب بے بسی سی چھائی ہوئی تھی۔

"کہو تو شائستہ بھابھی سے کہوں کہ آپ کے دیور نے دیورانی پسند کر لی ہے۔"

آنکھ ونک کر کے کہتے ہوئے وہ صالح کو اس وقت کسی ٹائم بم سے کم نہیں لگا جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا تھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کہو گے۔"

ٹیبل پہ آگے کو جھکتے وہ وارننگ دیتے ہوئے بولا۔

"تو کیا تم خود کہنے والے ہو؟"

شرارت بھرا لہجہ اور الفاظ ایسے کہ صالح کا دل کیا آج اس کا سر ہی پھاڑ دے۔

"ڈیل کر لیتے ہیں۔"

جنید صلح جو لہجے میں بولا۔

"فرماو"

تنک کر کہا۔ کہاں وہ اسے تنگ کرنے کی نیت سے آیا تھا اور اب خود ہی تنگ ہو رہا تھا۔

"تم میرا راز رکھو میں تمہارا رکھوں گا۔"

اب کہ لہجہ خاصا سنجیدہ تھا۔ جانتا تھا کہ اگر اس کی ڈاکٹر بیوی کو معلوم ہو گیا اس کے کارناموں کا تو وہ خود اس کی ہڈیاں توڑ کر خود ہی جوڑے گی۔

"میرا کوئی راز نہیں ہے۔ البتہ تمہارا راز ضرور ہے۔"

خاصا زور دے کر بولا۔

"ہاں نا تم اپنے پیارے، ڈیسنٹ، سوبر اور شریف النفس دوست کے راز کو راز رکھو گے۔

اب دوست ہو اتنا تو کر ہی سکتے ہو۔"

کیا ہی بے چارگی اور معصومیت بھرا انداز تھا۔ صالح کا دل چاہا کہ اس کی گردن پکڑ کر مروڑ دے مگر آہ۔۔۔ بیچارا صالح!

سخت تاثرات لیے وہ کرسی سے اٹھ کر واپس جانے کے لیے مڑا۔ ابھی دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اس کی چہکتی آواز آئی۔

"دیکھ لو فیس معاف کر رہا ہوں۔ کہاں ملتے ہیں آج کل میرے جیسے دوست۔ بہت اچھے ہو تم جنید کاظمی"

اپنے کندھے پہ شاباشی دیتے ہوئے وہ اس کو مزید تپا گیا۔ صالح نے زور سے دروازہ بند کیا۔

بھاڑ میں گئی ڈیسنٹ نیس

اندر اس نے اپنی کامیابی پہ قہقہہ لگایا۔

☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اسی پل یہاں سے غائب ہونا چاہتی تھی مگر ایسا کر نہیں پائی۔اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔وہ چاہ کر بھی بنچ سے اٹھ نہیں پائی۔وہ اب اپنی اولاد کو نہیں کھو سکتی تھی۔وہ اس کے بالکل پاس سے گزر رہا تھا جب ایک آواز نے اس کے قدم منجمند کیے۔

"احسن تحسین کے گھر سے کون ہے یہاں؟"

ڈاکٹر کی آواز پہ تحسین کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے مگر پھر ارد گرد نگاہ دوڑاتے اسے اپنے پاس ہی بنچ پہ موجود اس وجود کو دیکھ کر پہچاننے میں صرف چند لمحے ہی لگے۔وہ نقاب سے جھانکتی ان آنکھوں میں بیک وقت خوف، کرب، اذیت، غصہ اور اشتعال دیکھ سکتا تھا۔

"صالحہ"

اس کے لبوں سے دھیمی سی سرگوشی ہوئی۔وہ مزید کچھ کہتا کہ ڈاکٹر کی آواز نے اس کے الفاظ کو قید کیا۔

"کیا آپ احسن کے والد ہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ڈاکٹر نے اس سے پوچھا تو اس کی زبان ہلنے سے انکاری ہوئی۔

"احسن کا باپ مر چکا ہے۔ میں اس کی ماں ہوں آپ مجھ سے بات کریں۔"

وہ اب کی بار اقرار کرنے ہی والا تھا کہ صالحہ کے الفاظ نے اس کو فلک سے زمین پہ دے مارا۔ چند ماہ پہلے اس نے اپنے لاڈلے بیٹے کو کھویا تھا اور آج وہ اپنے دھتکارے ہوئے بیٹے کے لیے عدم ہو گیا تھا۔ اس کا وجود مردہ ہو رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی بات سننے کے لیے اس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی اور تحسین سعید کا دل چاہا کہ کاش وہ سچ میں مر جاتا۔ وہ وہیں بنچ پہ ڈھے گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میرا اس ناجائز اولاد سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔"

اسے اپنے کہے الفاظ کی بازگشت سنائی دی۔ وہی الفاظ۔۔۔ جو فضا میں قید ہو جاتے ہیں، امر ہو جاتے ہیں۔

"تم جانتے ہو کہ احسن ناجائز نہیں ہے۔"

مقابل نے تڑپ کر کہا۔

ایک اور منظر ذہن کے پردوں پہ لہرایا۔

اس نے ایک سال کے احسن کو ہاتھوں میں تھامے اس کے سامنے کرتے ہوئے منت بھرے انداز میں کہا۔

"تحسین یہ تمہاری اولاد ہے۔"

گریہ زاری کی انتہا تھی۔ اپنے کردار کی گواہی تھی۔

"میں کیسے مان لوں؟ ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے پہلے شوہر کی اولاد ہو۔"

اس کا وجود چھلنی ہوا۔ کاش کہ وہ کبھی اس کی بات نہ مانتی۔ اس نے اسے سب سے عزیز رشتے کے سامنے بد کردار ثابت کیا تھا اور اس نے خود اس کا ساتھ دیا تھا۔ وہ کیا کر سکتی تھی اب؟

"کوئی اپنی اولاد کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟"

وہ سراپا سوال بنی احسن سے اس کی لاتعلقی پہ پھٹ پڑی۔

"دیکھو تو سہی کہہ کون رہا ہے؟"

وہ طنزیہ مسکرایا۔

منظر تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔

"رحم کرو ہم پہ۔ کہاں جائیں گے ہم؟"

وہ گڑگڑا رہی تھی۔ امریکہ جیسے ملک میں جہاں وہ کسی کو جانتی تک نہ تھی اپنے ڈیڑھ سال کے بچے کو ہاتھوں میں تھامے وہ اس سے التجا کر رہی تھی۔

"جہاں مرضی جاو۔ مگر ابھی کہ ابھی دفع ہو جاو یہاں سے گھٹیا عورت۔"

اسے اس پل اس کی شدید یاد آئی جس نے اس کے بارے میں اتنا سب کچھ سن کر بھی اسے کسی غلط لفظ سے نہیں پکارا تھا۔ وہ کیسے انسان کو کھو بیٹھی تھی؟

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ اس نے خود کو خود تنہا کیا تھا۔ وہ پانچ سالہ احسن کو لیے ائیر پورٹ پہ بیٹھی تھی۔ وہ پاکستان واپس آ چکی تھی اپنے معذور بیٹے اور طلاق کے داغ کے ساتھ۔

ایک بار اس نے منصور سے دھڑلے سے طلاق مانگی تھی اور دوسری بار تحسین نے اسے رسوا کر کے اس کی منت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس کے منہ پہ طلاق دے ماری تھی۔

اس کے والدین حیات نہ تھے۔اس نے اپنا ہنستا بستا گھر خود اجاڑا تھا اور جس کی خاطر اجاڑا تھا اس کی حقیقت اس کی آنکھوں میں مرچوں کی مانند چبھی تھی۔

وہ کس کے پاس جاتی؟وہ سب کے لیے مر چکی تھی۔احسن کو اپنے ساتھ لگائے اسے اپنی اولاد شدت سے یاد آ رہی تھی۔

"نوشین،جواد،صالح،شہروز"

یہ نام بڑبڑاتے ہوئے اس کا دل پھٹ رہا تھا۔اس نے اپنی اولاد کو خود سے دور کیا تھا اور صالح کے ساتھ جو ستم ہوا تھا وہ چاہ کر بھی بھلا نہیں پاتی تھی۔

ڈاکٹر کی باتوں کو سننے کی کوشش میں ہلکان ہوتی صالحہ کے دماغ میں کسی کی التجائی آواز گونج رہی تھی۔

"رحم کرو صالحہ۔میرا نہیں تو کم از کم صالح کا ہی خیال کر لیتی۔کیا وہ یہ سب برداشت کر پائے گا؟وہ چھوٹا بچہ تھا تم کیسے اس کے سامنے یہ سب کہہ سکتی تھی۔"

منصور اس کے سامنے خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا جو نئی محبت، دولت اور عیش و عشرت کے پیچھے خطرناک حد تک باغی ہو چکی تھی۔

"گھٹن ہوتی ہے مجھے یہاں"

اس کے الفاظ کسی معصوم بچے نے بھی سنے تھے۔ اپنے کمرے کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھا وہ وجود خوف سے کانپ رہا تھا۔ یہ کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ؟ اس کی فیملی تو آئیڈیل تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی فیملی پہ فخر کیا کرتا تھا۔ اسے اپنے گھر سے بے پناہ محبت تھی۔ مگر ان کا گھر تو ٹوٹ چکا تھا۔

وہ کھانا پینا چھوڑ چکا تھا۔ سکول جانا اس نے بند کر دیا تھا۔ راتوں کو ڈر کر اٹھ جایا کرتا تھا۔ تیرہ سالہ صالح منصور زندگی کا لطف بھول چکا تھا۔ اس کا دل اسی روز مر گیا تھا جب اس نے ماں کے منہ سے یہ الفاظ سنے تھے۔

"میں امید سے ہوں منصور اور اس اولاد کا باپ تحسین ہے۔ تم مجھے ابھی کہ ابھی طلاق دو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کے باپ کے نکاح میں ہوتے ہوئے یہ سب کیسے کہہ سکتی تھی۔ نوشین اور جواد کا کالج اور اکیڈمی پھوپھو کے گھر کے قریب تھا جبکہ ان کے گھر سے بہت فاصلے پہ تھا۔ اس لیے وہ پھوپھو کے بار بار اصرار پہ پچھلے چند ماہ سے پھوپھو کے گھر ہی رہ رہے تھے۔ سخت پڑھائی ہونے کے باعث وہ صرف فون پہ ہی رابطے میں تھے۔ مگر وہ اپنی ماں کی باتیں سن کر بیمار ہو چکا تھا۔ اور بیمار ہونے کے باعث گھر پر ہی موجود ہوتا تھا۔ اسے اپنی اس بیماری پہ ہمیشہ غصہ آتا تھا کاش کہ وہ بھی اس وقت گھر نہ ہوتا۔ کاش کہ وہ بھی وہ سب نہ سنتا جس نے اسے کسی قابل نہیں چھوڑا تھا۔ اسے اس آگہی کا علم نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اسے بھی اپنے بہن بھائیوں کی طرح لاعلم رہنا چاہئے تھا۔

ماضی کے منظر گڈمڈ ہوتے جا رہے تھے۔

سوئے ہوئے سات سالہ شہروز کو اپنے بازو کی گرفت میں خود سے لگاتے صالح منصور سہما ہوا تھا۔ اس کا گھر ٹوٹ رہا تھا بلکہ ٹوٹ چکا تھا۔ اسی روز صالح منصور کے دل نے عورت پر سے

اعتبار کھو دیا تھا۔ اگر اس کی ماں جیسی باوفا بیوی یوں کر سکتی تھی تو وہ اب دنیا میں کسی عورت پہ بھی بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ڈاکٹر کی بات سن رہی تھی مگر ذہن اس کو صحیح سے سگنلز نہیں دے رہا تھا۔

"احسن کی کنڈیشن سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ پیدائشی ذہنی طور پہ بالکل تندرست تھا۔ کیا کوئی حادثہ ہوا تھا؟"

ڈاکٹر کے سوال نے اسے ماضی کے وحشت ناک وقت میں دھکیل دیا۔

"اپنے بیٹے کو اپنے پاس سرونٹ کوارٹر میں رکھا کرو۔ خبردار جو یہ مجھے اس گھر میں نظر آیا۔ یہ گھر میرا اور میرے بیٹے ولید کا ہے۔"

تحسین کی دوسری بیوی اکڑ کر بولی۔ وہ بے بس تھی جب جب اس نے اسے کچھ کہنے کی کوشش کی اس نے تحسین کا وہ روپ دیکھا تھا کہ اب وہ خاموش ہو چکی تھی۔ وہ اسے جسمانی اور ذہنی ٹارچر دیتا تھا۔ اگر وہ کبھی اپنے بیٹے کے حق کے لیے بولنے کی کوشش

کرتی تو وہ اسے اس کے لالچ کا حوالہ دیتا۔ سچ ہی تو کہتا تھا وہ۔۔۔صالحہ نے اپنے لالچ کی وجہ سے اپنی عزت اور مقام، بے لوث محبت کرنے والا شوہر اور انمول اولاد کھوئی تھی۔

ماضی کا وہ کرب ناک وقت اسے یاد آیا جس کو وہ ڈاکٹر کے سامنے دہراتی گئی۔

"ہٹو یہاں سے۔ خبردار جو اپنے گندے ہاتھوں سے میرے بیٹے کو چھوا۔"

تحسین کی دوسری بیوی نے تین سالہ احسن کو اپنے بیٹے سے الگ کرتے ہوئے دھکا دیا تھا جس پہ وہ سیڑھیوں سے گرا اور سر کسی وزنی شے سے ٹکرانے کے باعث اسی روز وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ صالحہ کا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا مگر اس شخص کے دل سے حسد اور نفرت کی پٹی نہیں اتری تھی۔

ماضی، حال میں اور حال ماضی میں دخل دے رہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ حادثے کے بعد ہی احسن ذہنی طور پہ معذور ہوا۔ آپ ایسا کریں میں آپ کو کچھ ادویات لکھ کر دے رہا ہوں۔ اسے وقت پر یہ میڈیسن کھلایا کریں۔ احسن بالکل

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نارمل تو نہیں ہو سکتا کیونکہ دماغی طور پہ وہ بہت پیچھے ہے۔ مگر اس کی حالت پہلے سے بہتر ہو سکتی ہے۔"

وہ اس کو دوا لکھ کر دے رہا تھا۔

بنچ پہ موجود اس وجود کے کانوں میں آج بھی وہ آواز قہر برپا کرتی تھی۔

"تحسین صاحب آپ کی بیگم کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔"

وہ اپنے امریکہ والے آفس میں موجود تھا جب اس خبر نے اس کے پاؤں تلے زمین کھینچ دی تھی۔ وہ اجلت میں گاڑی دوڑاتا ہوا اس مقام پر پہنچا۔ آگ تقریبا بجھادی گئی تھی۔ دھوئیں کے مرغولوں میں موجود سٹریچر پہ دو مردہ وجود اس کی زندگی کو ختم کر گئے تھے۔ اس حادثے میں وہ اپنی عزیز بیوی اور بیٹے کو کھو چکا تھا۔

اس لمحے اسے کسی کی التجائی آنکھوں کا اس کی جانب اور پھر آسمان کی جانب اٹھنا یاد آیا تھا۔

ہاں اسے منصور کی آہ لگ چکی تھی۔ وہ صرف اس کا ہی نہیں صالحہ اور اس کی اولاد کا بھی گناہگار تھا۔

جس کھیل کو اس نے سالوں پہلے کھیلا تھا تقدیر نے اسے اسی پہ پلٹ دیا تھا۔

"صالحہ میری جان ہم تمہاری موت کا ڈرامہ کریں گے۔ اس طرح کسی کو تم پہ انگلی اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ ویسے بھی میں نہیں چاہتا کہ ہماری نئی آنے والی زندگی میں تمہاری پرانی زندگی کا کوئی حوالہ ہو۔"

اس کا ہاتھ تھامے محبت بھرے لہجے میں بولتے ہوئے تحسین اس سے اس کی پہچان بھی چھیننے جا رہا تھا جس سے وہ یکسر بے خبر تھی۔ وہ اس کا منصور اور اس کی اولاد کی جانب آتا ہر راستہ بند کرنا چاہتا تھا اور وہ اس میں کامیاب ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر جا چکا تھا مگر وہ ماضی میں جا چکی تھی۔

"دیکھو منصور تم چاہتے ہو نا کہ بچوں پہ کوئی برا اثر نہ ہو۔ تو اب میرے کہے کے مطابق چلو۔ اس طرح تمہاری اور میری دونوں کی عزت باقی رہے گی۔ نہ کوئی تمہاری ذات پہ انگلی اٹھائے گا نہ ہی میری عزت پہ حرف آئے گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اسے تحسین کا بتایا ہوا سارا پلان بتانے لگی جو صالح نے چھپ کر سنا تھا۔ وہ صالحہ کی موت کے ڈرامے سے بھی بخوبی واقف تھا۔ گاڑی کا ایکسیڈنٹ کروا کر ایک میت گھر پہنچا دی گئی تھی کیونکہ تحسین سعید جیسے امیر زادے کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ نوشین اور جواد پھوٹ پھوٹ کر روئے تھے۔ شہروز کو ابھی حالات کا خاصا علم نہیں تھا اس لیے وہ اپنی عمر کے بچوں کے ساتھ مشغول رہا۔ لیکن صالح۔۔۔ وہ خالی خالی نظروں سے اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی خالہ اس کے گرد بازو پھیلائے رو رہی تھیں۔ اس کا باپ شکستہ سا دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ چند ماہ پہلے تک یہ گھر کتنا خوش باش تھا۔ مگر تحسین ان کی ساری زندگی ویران کر گیا تھا۔ اس کا باپ کس سے شکوہ کرتا۔ اس بیوی سے جس نے سالوں کی محبت کو نظر انداز کر کے حلال اور حرام کی تمیز بھی بھلا دی یا اس دوست سے جس جیسے دوست سے بہتر تھا کہ وہ تنہا ہی رہتا۔ حسد کی اس آگ نے منصور کا آشیانہ جلا کر راکھ کر ڈالا تھا۔ اور اس کے غم میں اس کا بیٹا صالح ہی اس کے ساتھ تھا۔ جوں جوں وہ بڑا ہوتا گیا اسے اپنے باپ سے اس بات کا گلہ رہنا شروع ہو گیا کہ اس نے اتنی آسانی سے

انہیں کیوں جانے دیا۔ مگر وہ کیسے کہتے کہ صالحہ میں ان کی جان بستی تھی۔ وہ چاہ کر بھی اسے تکلیف نہیں دے سکتے تھے۔

صالحہ کی آنکھوں نے ماضی کی ایک حسین یاد کو سوچتے آنکھیں بند کیں تو ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی آنکھ سے پھسلا اور پھر یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔

"نوشین اور جواد کا نام تم نے رکھا تھا لیکن اپنی تیسری اولاد کا نام میں رکھوں گا۔"

وہ صالحہ کی گود میں موجود نومولود بچے کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ جبکہ نوشین اپنے ڈول ہاؤس اور جواد اپنی گاڑی کے ساتھ کھیلنے میں مگن تھا۔

Clubb of Quality Content

"کیا نام سوچا ہے؟"

انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صالح۔۔۔صالح منصور۔ یہ بالکل تم جیسا ہے۔ معصوم اور خوبصورتی کی مثال۔ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ تمہاری طرح نیک سیرت بنے۔"

اپنی عزیز ترین بیوی کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے وہ انہیں خود پہ رشک کرنے پہ مجبور کر گئے۔

"آپ کی محبت پہ دل ایمان لے آیا ہے منصور۔اس طرح تو آپ مجھے مغرور کر دیں گے۔"

ان کا ہاتھ تھامے وہ بہت مان سے بولیں۔

"میری بیوی جتنی محبت کرنے والی اور باوفا ہے اس پہ مجھے ہمیشہ فخر رہتا ہے۔تھوڑا سا غرور آپ بھی دکھا لیں بیگم صاحبہ"

ان کی پیشانی پہ بوسہ دینے کے بعد انہوں نے اس ننھے سے بچے کو ہاتھوں میں لے کر اس کے گالوں کو چوما۔نوشین اور جواد بھاگتے ہوئے ان کے پاس آئے اور ان کے گلے لگتے ایک ہنستی مسکراتی زندگی کا پیغام دینے لگے۔

وہ شکستہ قدم اٹھاتے احسن کے کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔

وہ روز تھا اور آج کا دن صالح منصور کا دل مردہ ہو گیا تھا۔مگر پہلی بار کسی نے اس کے دل کے گرد چڑھے خول پہ ضرب لگائی تھی۔وہ جو اپنے باپ اور بہن، بھائیوں کی خاطر خود کو گھسیٹ رہا تھا اب جینے کی تمنا دل میں جاگ رہی تھی۔

اور کون جانے کہ صالح منصور کی زندگی میں سکون نے کب اپنے پر پھیلانے تھے۔

☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ جنید کے کمرے سے نکل کر پارکنگ کی جانب گیا۔اپنی گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اس کی آنکھوں نے ایک آشنا سا چہرہ دیکھا۔ محض چند سیکنڈ۔۔۔صرف چند سیکنڈز ہی کافی تھے اس انسان کو پہچاننے میں جو اس کی زندگی کا ایک سیاہ حصہ تھا۔

"تحسین سعید"

یہ نام اس کے لبوں سے ادا ہوا تو دماغ میں آگ جل اٹھی۔ایک ایسی آگ جو راکھ کر دینے والی تھی۔ کاش کہ وہ اپنے باپ جیسا نہ ہوتا۔ کاش کہ وہ اس شخص کو جان سے مار سکتا۔ کاش کہ صالح منصور اپنے نام کی طرح نہ ہوتا۔اس کا سانس معمول سے بہت تیز ہو چکا تھا۔ دماغ کی رگیں پھٹنے کے قریب ہوئیں۔ماضی کے مناظر نے آنکھ کی پتلیوں پہ اپنی چھاپ چھوڑنا شروع کر دی۔

"تحسین بھائی آئیں نا۔"

اس کی ماں کی آواز۔

"بابا یہ کون ہیں؟"

جواد کا ابھرتا سوال۔

"یہ میرا بچپن کا دوست ہے بیٹا۔"

اس انسان کا اس کے سامنے پہلا تعارف۔

"بھائی اس کی کیا ضرورت تھی؟"

صالحہ کی بچوں کے لیے مہنگے تحائف دیکھ کر پر تکلف آواز۔

"میرے بچپن کا دوست ہے۔اس کے بچے میرے بچے"

معنی خیزی سے بولتا ہوا تحسین سعید۔

"بابا مجھے یہ والے انکل نہیں پسند"

صالح کی اپنے باپ کے کان میں کی جانے والی سرگوشی۔

"بابا یہ والے انکل ہر ہفتے ہمارے گھر کیوں آتے ہیں؟"

صالح کے ذہن پہ بننے والا اس انسان کا برا امیج۔

"بابا گھر پہ نہیں ہیں انکل۔ آپ بعد میں آئیے گا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دروازے پہ موجود صالح کا اس کو دیکھ کر اندر آنے سے انکار کرنا۔

"ارے تحسین بھائی آئیں نا۔ بچہ ہے چھوٹا۔ ہم نے ہی سمجھایا تھا کہ بابا کی غیر موجودگی میں کسی اجنبی کو آنے نہیں دینا۔ وہ شاید آپ کو پہچان نہیں پایا۔"

مروت دکھاتی صالحہ۔

"صالحہ بھابھی ایک کپ چائے بنا دیں گی پلیز۔ اس وقت تک منصور بھی آجائے گا۔"

لاونج میں بیٹھے تحسین کی آواز۔ اس کے بابا، بڑے بہن اور بھائی کی غیر موجودگی۔

چائے کا کپ تھامتے ہوئے اس کی ماں کے ہاتھ کو چھونا۔ اس کی ماں کا ہڑبڑانا۔ تحسین کا معافی مانگنا۔ صالحہ کا فورا کمرے میں چلے جانا۔ کچھ بھی تو پوشیدہ نہیں تھا اس سے۔

"کمال ہے۔ تحسین کہہ رہا تھا آج چکر لگائے گا مگر آیا ہی نہیں۔ اب فون بھی نہیں اٹھا رہا۔"

اس کے بابا کی بات پہ اس کو ہوم ورک کرواتی صالحہ کا ہاتھ ایک دم رک جانا۔

"بابا وہ انکل۔۔"

اس کا جواب دینے کی غرض سے الفاظ ادا کرنا۔

"صالح اپنا ہوم ورک پورا کرو جلدی سے شاباش۔ سونے کا وقت ہو رہا ہے۔"

اس کی ماں کا اس کو بتانے سے روک دینا۔

اس کے بابا کی غیر موجودگی میں تحسین کا اس گھر میں آنے کا سلسلہ شروع ہو جانا۔ اس کی ماما کا اس کے بابا کو انجان رکھنا۔ اس کا ننھا ذہن ان باتوں کو صحیح سے سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ مگر اس کو کچھ غلط ہونے کا احساس دلاتا تھا۔ بچوں کو معصوم اور ناسمجھ سمجھنے والے جانے کیوں بھول جاتے ہیں کہ ان کے ذہنوں پہ بننے والے نقش تاعمر ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ محبت و نفرت کے تمام جذبے بھی عمر کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتے ہیں۔ جیسے صالح منصور کا ذہن ہر منظر کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرتا جا رہا تھا۔

تحسین کا آہستہ آہستہ اس کی ماما کے ساتھ بے تکلف ہونا۔ دونوں کی بے تکلفی بڑھنا سب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"ماما،بابا کے دوست آپ سے کیوں ملتے ہیں؟وہ بابا کے دوست ہیں نا تو ان سے ملا کریں۔ میرے دوست سے میں ہی ملتا ہوں نا۔ جنید سے صرف میں ہی بات کرتا ہوں ماما۔ نوشین آیا اور جواد بھائی تو نہیں کرتے۔وہ مجھ سے ملنے آتا ہے تو یہ والے انکل بھی بابا کی موجودگی میں آیا کریں۔"

اسے اپنی ماما کا بابا کے علاوہ کسی انجان شخص سے بے تکلف ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔اس معصوم کا ذہن اس بے تکلفی کے پیچھے چھپی بے وفائی سے یکسر بے خبر تھا۔

"وہ مہمان ہیں بیٹا۔اور مہمانوں کے ساتھ تو اچھا رویہ رکھتے ہیں نا۔"

وہ اپنی ماں کو کہنا چاہتا تھا کہ اسے اس مہمان کا ان کے گھر آنا نہیں پسند مگر وہ خاموش ہو گیا۔نوشین اور جواد اس ماہ کے آخر میں گھر آئے ہوئے تھے۔

"کیسے ہو صالح؟ماما بابا کو تنگ تو نہیں کرتے۔"

نوشین اپنے لاڈلے بھائی کا ہاتھ تھامے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"آپا میں تو تنگ نہیں کرتا۔شہروز تنگ کرتا ہے۔"

وہ نروٹھے پن سے صفائی دینے لگا۔

یہ دو دن بہت اچھے گزرے۔ ان کی فیملی پھر سے مکمل ہوئی تھی۔ کوئی تحسین سعید ان کے گھر نہیں آیا تھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ مگر یہ خوشی دائمی ثابت نہیں ہوئی۔ دو دن بعد نوشین اور جواد واپس چلے گئے اور زندگی دوبارہ اسی روٹین پہ آچکی تھی۔ جس وقت وہ سکول ہوتا تھا اس وقت اس کے بابا کالج ہوتے تھے۔ اس کو ٹیوشن صالحہ ہی دیتی تھی اور اس دوران اس کے بابا اکیڈمی پڑھانے جاتے تھے۔ وہ اپنی فیملی کو اچھی زندگی دینے کے لیے پوری ہمت و کوشش کا مظاہرہ کیے ہوئے تھے۔ ان کی اسی محنت سے فائدہ اٹھا کر تحسین سعید نے ان کے گھر پہ وار کیا تھا۔ وہ توڑنا چاہتا تھا منصور کو اور وہ سچ میں توڑ چکا تھا۔

ماضی کے دھندلکے سے نکل کر وہ حال میں پہنچا تو تحسین سعید وہاں نہیں تھا۔ جانے کتنی ہی دیر وہ وہاں کھڑا رہا۔ آنکھوں کو انگلیوں سے مسلتے وہ شدید اضطراب کا شکار ہوا۔ جنید کا ڈیوٹی ٹائم ختم ہو چکا تھا۔ صالح کو وہاں کھڑے دیکھا تو مذاق کی نیت سے اس کے قریب

آیا۔اس نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پہ مکہ جڑا۔جب صالح نے آنکھیں کھولیں تو ان آنکھوں میں موجود سرخی اور کرب کی انتہا دیکھ اس کی ساری ہنسی دم توڑ گئی۔

"چلو میرے ساتھ"

اس وقت جنید کاظمی اس کا ڈاکٹر بن چکا تھا جو جانتا تھا کہ اس کا مریض اس وقت کسی اذیت ناک ذہنی کیفیت سے دوچار ہے۔وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے واپس ہسپتال کے اپنے کمرے میں لے کر آیا۔وہ اس کے ساتھ کھنچتا چلا آیا۔جنید نے اسے کرسی پہ بیٹھنے کو کہا تو وہ بیٹھ گیا۔پانی کا گلاس اس کے سامنے رکھا تو اس نے پانی نہیں پیا۔

Clubb of Quality Content

"صالح پانی پیو۔"

وہ اس کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھا اس کا دوست بن گیا۔

"کیا ہوا ہے؟تم بالکل ٹھیک تھے۔کیا کسی ایسے انسان کو دیکھا جسے نہیں دیکھنا چاہئے تھا؟"

وہ ڈاکٹر اور دوست کے فرائض ایک ساتھ نبھانا بخوبی جانتا تھا۔صالح نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا آنٹی؟"

اس نے محتاط ہو کر پوچھا۔ جس پہ صالح نے نفی میں سر ہلایا۔

"تحسین سعید؟"

شاید وہ جانتا تھا کہ صالح کی یہ کیفیت ان دو میں سے ہی کسی انسان کو دیکھ کر ہو سکتی تھی۔

صالح نے اثبات میں سر ہلایا۔ جنید کا دل چاہا کہ کہے ایک بار مجھے بتا دے کہ وہ شخص کہاں ہے اس کا انتظام تو میں خود ہی کر لوں گا۔ مگر وہ ایک ماہر نفسیات تھا جسے تحمل سے کام لینا تھا۔ اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو دباتے وہ سپاٹ چہرہ لیے اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم جب تک اپنے خوف کا سامنا نہیں کرو گے تم ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ تمہیں اس انسان کا سامنا کرنا چاہیئے تھا۔"

"میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ مجھے اس کو دیکھ کر خود سے خوف محسوس ہوا کہ کہیں میں اپنے بابا کی تربیت کو ملیا میٹ نہ کر دوں۔"

وہ بہت ضبط سے بولا۔

"اگر آنٹی تمہارے سامنے آجائیں تو تمہارا کیا ردعمل ہو گا؟"

اس کے سوال پہ صالح منصور کا سانس گھٹنے لگا۔

"میں نہیں جانتا۔"

صاف گوئی سے کہا۔

"کیوں نہیں جانتے تم۔ تمہیں سوچنا ہے صالح کہ اگر آنٹی کا تم سے سامنا ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ اگر وہ شخص پاکستان میں موجود ہے تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری ماما۔۔۔"

"نہیں ہیں وہ میری کچھ"

وہ اس کی بات ٹوکتے ہوئے تلخ لہجے میں بولا۔

"تم حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتے۔"

"وہی تو کر رہا ہوں۔ حقیقت کو ہی تو نہیں بھلا رہا۔ یا شاید حقیقت ہی تو نہیں بھول رہی۔"

بے بسی سے بھرپور لہجہ۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمہیں خود کو مزید مضبوط کرنا ہے صالح۔ یہ دنیا بہت چھوٹی ہے یہاں تم لوگوں سے بھاگ نہیں سکتے۔ تمہیں خود کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رکھنا ہے۔"

اس نے اسے سمجھانا چاہا کیونکہ اس کو اپنے کمرے میں لاتے ہوئے راستے میں نظر آنے والے اس جانے پہچانے چہرے کو وہ بھول نہیں سکتا تھا۔ وہ سیاہ عبایہ میں ملبوس صالحہ تھی جس کے چہرے پہ نقاب نہیں تھا مگر صالح پہ نظر جاتے ہی انہوں نے نقاب چڑھا لیا۔

"مجھے اپنی زندگی میں آگے بڑھنا ہے جنید۔ اور میں بڑھوں گا۔"

وہ ایک عزم لیے بولا۔

"صالح میری بات مان لو۔ اپنی زندگی میں ہم سفر کو شامل کر لو۔"

آج پہلی بار جنید نے اسے شادی کا مشورہ دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کسی من پسند انسان کی آمد سے انسان میں مثبت تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اور صالح کی اس لڑکی کے بعد آنے والی تبدیلیاں اس سے پوشیدہ نہیں تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کسی انسان کو اپنی زندگی میں اس لیے شامل نہیں کروں گا کہ وہ مجھے اس ٹراما سے نکالے۔ میں ایموشنل ایڈکشن کا شکار نہیں ہو سکتا کہ اپنی محرومی سے نجات پانے کے لیے میں کسی انسان کو اپنی زندگی میں شامل کروں۔ یہ اس کے ساتھ زیادتی ہو گی۔" صالح نے اپنے تحفظات بیان کیے۔

جنید اس کا دھیان بھٹکا چکا تھا اور اپنی اس کامیابی پہ خوش بھی تھا مگر چہرہ ہنوز سنجیدہ تاثرات لیے ہوئے تھا۔ وہ صالح کے شادی کے بارے میں تاثرات جاننے کا خواہش مند تھا اور اس کا جواب کافی خوش کن تھا۔ اسے سکون ملا کہ اس کا دوست ایک ایسا انسان ہے جو اپنے دکھ کو دور کرنے کے لیے کسی دوسرے کو دکھی نہیں کر سکتا۔ اسے فخر ہوا کہ صالح منصور اس کا دوست ہے۔

"اس کا مطلب وہی والی لڑکی ہے نا؟"

شریر لہجے میں کہتے وہ اپنے ڈاکٹری روپ سے پوری طرح باہر آچکا تھا کیونکہ صالح کے سامنے وہ زیادہ دیر اتنا سنجیدہ نہیں رہ پاتا تھا۔

"تم نہیں سدھر سکتے۔"

اس نے افسوس سے کہا۔

"ہم سدھر گئے تو دنیا سے رونقیں ختم ہو جائیں گی۔ چلنے دو جو جیسا ہے۔"

وہ اب سکون سے اپنی راکنگ چیئر پہ بیٹھ چکا تھا۔ صالح نے ٹیبل پہ موجود پانی کا گلاس تھامتے پانی پیا۔

"اب چلے جاؤ ورنہ تمہاری بھابھی نے مجھ پہ شک کرنا ہے کہ ڈیوٹی ٹائم کے بعد کہیں میں کسی ڈیٹ پہ تو نہیں چلا گیا۔ یونو کہ اتنے ہینڈسم بندے پہ بیویاں شک ہی کرتی ہیں۔ اب اسے کون بتائے کہ میں اپنے بچپن کے دوست کے ساتھ بیٹھا ہاسپٹل ڈیٹ منا رہا ہوں۔"

وہ انتہائی غیر سنجیدہ تھا اور اس کی بات پہ صالح کے سنجیدہ تاثرات بھی ڈھیلے پڑ گئے۔

ایسا ہی تو ہوتا ہے مخلص اور سچا دوست جو ہر مشکل صورت حال میں بھی آپ کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دے۔ صالح منصور خوش قسمت تھا جو اسے جنید کاظمی جیسا دوست اور ڈاکٹر ملا تھا۔

☆☆☆

جب دل تمہارا اپنا ہو

اور باتیں ساری اسکی ہوں

جب سانسیں تمہاری اپنی ہوں

اور خوشبو آتی اسکی ہو

جب حد درجہ مصروف ہو تم

وہ یاد اچانک آئے تو

جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں

تم پاس اسے ہی پاؤ تو

پھر خود کو دھوکہ مت دینا

اور اس سے جا کے کہہ دینا

اس دل کو محبت ہے

تم سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس دل کو محبت ہے

تم سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

آیت نے معاذ کو منع کر دیا تھا کہ اب وہ اس کو پک اینڈ ڈراپ نہ دیا کرے کیونکہ مصطفیٰ صاحب نے بالآخر ایک وین والا تلاش کر لیا تھا۔ ویسے بھی اب مناسب نہیں تھا کہ آیت مزید اس کے ساتھ سفر کرتی۔ وجیہہ کے گھر سے کوئی مسئلہ بن سکتا تھا۔ معاذ بھی ان کی بات سمجھ چکا تھا۔ وہ اپنے آفس سے واپس آرہا تھا جب سڑک پہ موڑ مرتے اس کی گاڑی نے سامنے سے آتی گاڑی کو تھوڑا سا ہٹ کیا۔ دونوں گاڑیوں کے مالکان دروازہ کھول کر باہر آئے تو ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشگوار حیرت کا شکار ہوئے۔

"معاذ"

صالح نے اس سے مصافحہ کیا۔ دونوں میں رسمی بات چیت ہوتی رہی۔ اسی وقت معاذ کو نوال بھابھی کی کال موصول ہوئی۔

"جی بھابھی"

معاذ نے صالح سے ایک منٹ کے لیے ایکسکیوز کیا۔

"ماموں کا نمبر؟ خیریت تو ہے؟"

"آیت کا رشتہ!"

آگے سے ملنے والے جواب پہ اس کا ردعمل شاکنگ تھا۔ اس کی اونچی آواز نے صالح منصور کا سکون غارت کیا۔

"ٹھیک ہے آپ خود ان سے بات کر لیں۔ جو ان کی فیملی کو ٹھیک لگے۔"

وہ کال کاٹ چکا تھا۔ مگر صالح منصور کا دل کٹ چکا تھا۔ ایک دو منٹ بات کرنے کے بعد دونوں اپنے اپنے راستے پہ گامزن ہو گئے۔

صالح منصور کو سب بھول چکا تھا۔ یاد تو تھا تو بس یہ کہ معاذ نے آیت کے رشتے کے متعلق کچھ کہا تھا۔ وہ بچہ نہیں تھا جو پہچان نہیں پاتا کہ فون کی دوسری جانب کیا کہا جا رہا ہو گا۔

اس کا دل انجان احساس سے دھڑکا۔ وہ ابھی اس رشتے کے لیے تیار نہ تھا لیکن اگر اس نے

دیر کر دی تو کیا ہو گا؟ وہ جان چکا تھا کہ یقیناوہ اس لڑکی کے علاوہ کسی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنے والا تھا۔ پورا راستہ وہ مختلف نہج پہ سوچتا رہا اور آخر اس نے کٹھن فیصلہ کر لیا۔

کیونکہ وہ اس لڑکی کو نہیں کھو سکتا تھا۔

وہ جو اپنے گھر جا رہا تھا اس نے اچانک گاڑی کا رخ موڑ دیا۔ نوشین آپا کے گھر پہنچ کر بیل دی تو وہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

"آپا ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ نروس تھا۔

"کیا ہوا صالح؟ سب ٹھیک ہے؟"

وہ پریشان ہوئیں۔

"آپا آپ میرا رشتہ لے کر جائیں۔"

اس نے بغیر تمہید باندھے اچانک ایک ہی سانس میں کہا تو نوشین آپا ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم شادی کرنا چاہتے ہو؟"

انہیں لگا انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔صالح نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کس کی طرف رشتہ لے کر جانا ہے؟"

وہ جان چکی تھیں کہ کون ہو سکتی تھی وہ خوش قسمت جس نے صالح کو اس کے خول سے باہر نکالا تھا مگر وہ اس کے لبوں سے سننا چاہتی تھیں۔

"معاذ کی کزن"

وہ اس کا نام نہیں لے رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کون؟معاذ کی کونسی کزن؟"

انہیں بھی شرارت سوجھی۔

"وہ جو میرے والے کالج میں پڑھاتی ہے۔"

وہ آنکھیں جھکائے زمین کی جانب دیکھتے ہوئے بولا اور انہیں اپنے بھائی پہ بے پناہ لاڈ آیا۔

"اوہاں ہاں یاد آیا۔ وہ جس کی بہن بہت کیوٹ سی ہے خیر کیوٹ تو وہ بھی بہت ہے۔ پتا نہیں کیا نام تھا اس کا؟"

وہ مسکراہٹ دبائے تجسس سے گویا ہوئیں۔

"آپا"

وہ جان چکا تھا کہ اس کی آپا جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہی تھیں ورنہ انہیں تو پہلی ملاقات سے ہی اس کا نام ازبر تھا۔

"آپا کی جان۔ صدقے واری جاؤں میں تمہارے۔ اللہ نے میری دعائیں قبول کر لیں۔"

وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔ انہیں تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ان کا صالح خود شادی کا کہہ رہا ہے۔

"آپا ایک بات پوچھوں؟"

وہ پرسوچ انداز میں بولا۔

"ہاں میری جان پوچھو"

"اگر ماما واپس آ گئیں؟"

اس کا سوال انتہائی غیر متوقع تھا۔ لمحے میں نوشین کے چہرے پہ سختی در آئی۔

"وہ مر چکی ہیں۔" انداز اٹل اور حتمی تھا۔ چہرے پہ سرد پن ظاہر ہوا تھا۔

"آپ اور میں جانتے ہیں کہ وہ صرف ایک ڈرامہ تھا۔" صالح نے زور دے کر کہا۔ جیسے احساس دلایا ہو کہ حقیقت واقعہ کے برعکس تھی۔

"مگر میں اس ڈرامے کو حقیقت مان چکی ہوں۔ تم بھی مان لو۔ اپنی زندگی میں خوشیوں کو خوش آمدید کہو۔ زیادہ مت سوچا کرو۔ میری تو حسرت پوری ہونے والی ہے۔ میں بابا کے سامنے بھی سرخرو ہو جاؤں گی۔ شکریہ صالح"

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس کو سمجھاتے ہوئے گویا ہوئیں۔ آخر میں اپنی خوشی کا اعلان کیا۔ ان کے بابا اگر زندہ ہوتے تو اس خبر پہ خوشی سے جھوم اٹھتے۔

"میں ابھی آئی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کو صوفہ پہ چھوڑے خود اٹھ کر کچن میں گئیں۔ واپس آئیں تو ہاتھ میں مٹھائی کی پلیٹ تھی۔

"منہ میٹھا کرو۔"

گلاب جامن اس کے ہونٹوں کے پاس کیا تو اس نے تھام کر واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

"ابھی کیسے کر لوں۔ ابھی تو آپ رشتہ بھی نہیں لے کر گئیں۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا؟ اگر اس کا رشتہ کہیں اور طے ہوا تو؟"

کچھ سہما سا انداز تھا۔ نوشین کے دل تک سرور چھا گیا۔ ان کا بھائی محبت کے سفر پہ گامزن ہو رہا تھا۔

"میں نے نوال سے کہا تھا کہ مجھے پوچھ کر بتائے کہ معاذ کی کزن کی کہیں منگنی وغیرہ تو نہیں ہوئی یا کہیں رشتہ وغیرہ۔ تو اس نے ابھی مجھے تمہارے آنے سے پہلے کال پہ بتایا کہ آیت کے بابا نے اس کے کیریئر کی وجہ سے فلحال اس کا کہیں بھی رشتہ طے نہیں کیا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے سنجیدہ اور پریشان کن تاثرات پہ تسلی بخش جواب دیا تو صالح نے رکا ہوا سانس خارج کیا۔

"تو وہ آپ تھیں۔"

شاک بھرا انداز۔

"کہاں؟" الجھن بھرے تاثرات۔

"کچھ نہیں"

مزید بتا کر وہ خود اپنے پیر پہ کلہاڑی نہیں مار سکتا تھا۔

"ویسے آپ نے ان سے یہ کیوں پوچھا؟"

لہجہ تفتیشی تھا۔

"میرا دل کہہ رہا تھا کہ یہی لڑکی میرے صالح کی زندگی کا حصہ بنے گی۔ تو سوچا کیوں نا اپنی اس سوچ کی پختگی سے پہلے کنفرم کر لوں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے اطلاع فراہم کی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور آپ کو ایسا کیوں لگا؟"

جانے کیا جاننے کی کوشش تھی۔

"جیسے تمہیں لگا کہ وہ لڑکی تمہارے لیے اہم ہے۔ بس ایسے ہی مجھے لگا۔"

"آپا"

نروٹھے پن سے کہا۔

"اچھا بھئی اب نہیں تنگ کرتی۔ کب لے کر جاؤں رشتہ؟"

"تسلی سے لے جائیے گا۔"

اب چونکہ جان چکا تھا کہ وہ اس کی ہی آپا کی وجہ سے پوچھا گیا تھا تو دل سکون کی آماجگاہ بن گیا تھا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ ایک دو ماہ تک لے جاؤں گی۔"

وہ پر سوچ انداز میں بولیں تو صالح کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔ نوشین نے مسکراہٹ دبانے کی بالکل بھی کوشش نہیں کی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ارے دو تین دن تک لے کر جاؤں گی۔ فکر نہیں کرو۔ تم سے زیادہ مجھے جلدی ہے۔"

صالح کی جان میں جان آئی۔

"آپا ایک اور بات ہے۔"

محتاط سا انداز۔

"ہاں کہو"

"میں چاہتا ہوں کہ ایک دو ماہ میں نکاح ہو جائے۔ رخصتی ابھی نہیں چاہتا۔ میں پہلے خود کو مکمل طور پہ اس ٹراما سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

"کب تک نکال لو گے خود کو اس تکلیف سے باہر؟"

سنجیدگی بھرا انداز۔

"میں نہیں جانتا۔ لیکن اب میں اپنے خوف سے جیت جانا چاہتا ہوں۔" وہ کھویا کھویا بولا۔

وہ جانتی تھیں کہ وہ کس خوف کی بات کر رہا ہے۔ عورت پہ یقین کرنا اس کے لیے مشکل تھا مگر اب وہ یہ مشکل کام کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ آگے بڑھ سکے۔ اپنے دل کی آواز پہ لبیک کہہ

سکے۔اس لڑکی کو بتا سکے کہ وہ اس کے لیے اہم ہو چکی ہے۔وہ اس کے بغیر اب زندگی کا تصور نہیں چاہتا۔

دل کے فیصلے کو مان کر صالح منصور نے اپنے خوف کو چیلنج کیا تھا۔

☆☆☆

صالح کے جانے کے فورا بعد وہ جنید کے کمرے میں آئی۔وہ جو گھر جانے کے لیے تیار کھڑا تھا ان کو دیکھتے جہاں تھا وہیں تھم گیا۔

"آپ!"

اسے امید نہیں تھی کہ وہ اس کے پاس آئے گی۔

"صالح کے دوست جنید ہو نا تم؟"

وہ ایک بار اپنے اندازے کی پختگی جانچنا چاہتی تھی۔

"صحیح پہچانا"

طبیعت اور فطرت کے برعکس لہجہ تلخ ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اس روز میں نے ریسیپشنسٹ سے پوچھا تھا کہ تم یہاں کیا کرتے ہو تو انہوں نے بتایا کہ سائکیٹرسٹ ہو۔صالح یہاں کیوں آتا ہے؟مجھے صحیح صحیح بتانا بیٹا۔"

ان کا دل خدشوں کی زد میں تھا۔

"آپ کو اس سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے۔میں اپنے پرسنل کاموں کی تفصیلات کسی سے شئیر نہیں کرتا۔اور ویسے بھی آپ صالح کی کچھ لگتی ہیں جو میں آپ کو بتاؤں؟"

چبھتا ہوا لہجہ۔۔۔چہرے کے تاثرات انتہائی سخت۔مقابل تڑپ گیا۔

"میں ماں ہوں اس کی۔"

جنید سے زیادہ خود کو باور کروایا۔

"سوری لیکن میری اطلاع کے مطابق میرے دوست صالح منصور کی والدہ پندرہ سال پہلے کار ایکسیڈنٹ میں وفات پا چکی ہیں۔"سنجیدگی بھرا لہجہ۔۔۔سخت الفاظ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صالحہ خاموش ہو گئی اور وہ ان پہ ایک آخری نگاہ ڈالتے کمرے سے باہر نکل آیا۔اس نے اپنے دوست کا بچپن اور جوانی اذیت میں دیکھی تھی۔وہ اس کے گنہگاروں کو کسی صورت رعایت نہیں دے سکتا تھا۔

☆☆☆

نوشین آپا کی خبر نے گھر میں خوشیوں کی آمد کی اطلاع دی۔تمام گھر والے بہت خوش ہوئے۔جواد نے چھوٹے بھائی کے کندھے پہ تھپکی دی۔شائستہ نے اس کو ڈھیروں دعائیں دیں۔شہروز نے اپنے بھائی کے اچھے نصیب کی دعا کی۔زارا نے اس کو مبارکباد دی۔

کل انہوں نے آیت مصطفٰی کو صالح منصور کے لیے مانگنے جانا تھا۔اور اس حسین مستقبل سے یکسر بے خبر کسی رشتہ والوں کی آمد کا سن کر آیت کے ہاتھ پیر پھول چکے تھے۔

"بابا میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

انگلیاں مروڑتے ہوئے اپنی بے چینی پہ قابو پانے کی کوشش میں ہلکان ہوتے اس نے انکار کرنے کی کوشش کی۔وہ تو جلے پیر کی بلی بن گئی تھی۔

"بیٹا آپ نے کہا تھا کہ آپ کو اپنے کیریئر کے دوران شادی نہیں کرنی۔ اب تو خیر سے آپ ایک اچھی جاب کر رہی ہیں۔"

مصطفیٰ صاحب نے اسے اس کی سابقہ بات یاد کروائی۔

"پر بابا مجھے آگے بھی پڑھنا ہے۔ مجھے پی ایچ ڈی کرنی ہے۔"

وہ روہانسی ہوئی۔

"تو کر لینا۔ ابھی تو ہم صرف رشتہ دیکھیں گے۔ حمدانی کے قریبی رشتہ داروں کی جانب سے رشتہ آیا ہے۔ ہم انہیں انکار نہیں کر پائے۔ اگر تمہیں کوئی مسئلہ ہوا تو انکار کر دینا۔ لیکن ہم انہیں گھر آنے سے تو منع نہیں نا کر سکتے۔"

انہوں نے گویا اسے سمجھانا چاہا۔ وہ سر اثبات میں ہلاتے بوجھل قدموں سے کمرے میں چلی آئی۔ اس کا پھول جیسا تازہ و شفاف چہرہ پل بھر میں مرجھایا گیا۔ ایک پل کو بھی اس نے حمدانی صاحب کے قریبی رشتہ داروں کی جانب توجہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ تو بس رو دینے کو تھی۔

"یا اللہ میری مدد کر۔ میں نے تو نہیں چاہا تھا کہ مجھے ان سے محبت ہوتی۔ میں جانتی ہوں کہ انہوں نے تو میرے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا۔ سدا کے لڑکیوں سے بیزار لگتے ہیں وہ تو۔ اب کیا ہو گا میرا؟"

وہ آنے والے کل کا سوچ کر ہی جذباتی ہو رہی تھی۔

"اللہ کرے ان کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو جائے۔ ان کو ضروری کام یاد آجائے۔ ان کے ہاں اچانک کسی کی شادی آجائے۔ بس وہ کوئی رشتہ نہ لے کر آئیں۔"

وہ دل سے دعائیں کرنے لگی یہ جانے بغیر کہ اگر اسے علم ہو جاتا کہ کل کس محترم کا رشتہ آنے والا ہے تو وہ ان کی راہ میں پھول پتیاں نچھاور کرتی۔

"آپا کس کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو جائے؟"

عنایہ نے اس کی بڑبڑاہٹ سے صرف یہی الفاظ واضح طور پہ سنے تھے۔

"رشتے والوں کی۔"

بول تو گئی مگر پھر زبان دانتوں تلے دبائی۔

"کوئی نہیں بے بی۔ آپ کا سکرین ٹائم پورا ہو گیا ہے نا۔"

وہ جو اسکو پندرہ منٹ کے لیے گیم کھیلنے دے کر گئی تھی اسے اب یاد آیا تھا۔

"آپا مجھے گیم نہیں کھیلنی تھی۔ مجھے تو وہ والی ویڈیو دیکھنی تھی مگر آپ کے فون کی گیلری لاک ہے۔"

وہ منہ بسور کر بولتے ہوئے انتہا کی پیاری لگی۔

"کونسی ویڈیو؟" آیت نے نا سمجھی سے پوچھا۔ کیونکہ وہ اس وقت ذہنی انتشار کا شکار تھی۔

وگرنہ وہ ویڈیو تو اسے ابھی تک یاد تھی۔ بھلا صالح منصور سے جڑی کسی شے کو بھلانا آیت کے لیے ممکن تھا؟

"بگ بروالی۔ وہ پیچھے سے کلیپنگ کی آواز آ رہی تھی۔ وہاں کیا ہو رہا تھا مجھے دیکھنا تھا۔"

وہ قرآت کمپیٹیشن والی ویڈیو کی بات کر رہی تھی۔ اور آیت نے اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس کیں۔

Clubb of Quality Content

"مجھے تو لاک بھول گیا ہے۔ جب یاد آئے گا تو آپ کو دکھا دوں گی۔ مگر آپ کسی سے اس ویڈیو کا ذکر نہیں کرو گی۔"

برے دل سے جھوٹ بولتے اس نے آخر میں تنبیہہ کی۔ پہلے ہی وہ صالح کے سامنے اس کا بھانڈا پھوڑنے والی تھی۔

"ٹھیک ہے آپا۔ میں کسی کو نہیں بتاوں گی۔ آج کا ہوم ورک رہنے دیں؟"

اس نے انگڑائی لیتے سستی دکھائی۔

"بالکل نہیں دو منٹ کا کام ہے۔ جلدی سے ختم کرو پھر آرام کرنا۔"

وہ اس کو ہوم ورک کروانے لگی جو کاپی پہ لکھتے لکھتے ہی نیند میں جھول گئی۔ اس نے اسے بیڈ پہ لٹایا اور کمفرٹر اوڑھا دیا۔ ذہن اب مختلف سوچوں کے دھارے میں بہہ رہا تھا۔

☆☆☆

دنیا کی چاہت پا کے سب کچھ تو نے کھویا

تو نے ہے کاٹا وہی، جو تھا تو نے بویا

محبت نہ کی تھی، کیا تھا تو نے سودا

مجھ کو دیا نہ تھا، دیا تھا خود کو دھوکہ

سچ سے منہ موڑ لیا ہے ہائے خسارہ کر بیٹھے ہیں

مرنے سے پہلے مرنے کا نظارہ کر بیٹھے ہیں

اوپری منزل میں بنے اپنے کمرے میں موجود احسن کے سرہانے بیٹھے وہ ہسپتال کے مناظر کو سوچ رہی تھی۔ ذہن انتشار کا شکار تھا۔ وہ خود کو مٹی ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ اپنے سب سے قریبی رشتے کے بارے میں جاننے کے سارے اختیار وہ کھو چکی تھی۔ خود ہی تو اس نے یہ راستہ چنا تھا۔ جو اس کو اس راہ پہ لے کر آیا تھا وہ تو اس سے بھی گلہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ بھی برابر کی گنہگار تھی۔ یا شاید زیادہ کیونکہ وہ کسی کی بیوی اور ماں تھی۔ دوستی کا رشتہ اتنا اہم نہیں تھا جتنا ایک باوفا بیوی اور ایک ممتا سے بھرپور ماں کا تھا۔ اس نے ایک انسان کا ضبط آخری حد تک آزمایا تھا۔ اس نے کسی کی محبت کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔ اس کے بچے

اس کے ہوتے ہوئے بھی ماں کی ممتا سے محروم رہ گئے تھے۔ شہروز تو بہت چھوٹا تھا۔

اس نے صالح کا عورت ذات سے بھروسہ ختم کر دیا تھا۔

کیا کوئی باوفا بیوی یوں دھوکہ دیتی ہے؟

کیا کوئی ماں اپنی اولاد کو اس جہنم میں جھونکتی ہے؟

کیا تھی وہ اور کیا بن چکی تھی۔

حرام راستہ چن کر اس نے حلال رشتوں کو خود پہ حرام کر لیا تھا۔ اس کی ذات اب بے معنی ہو چکی تھی۔ وہ زندہ تھی مگر جنید کی بات نے اسے سچ میں مار دیا تھا۔ کیا اس کی اولاد نے اس جلی ہوئی میت کو ہی اپنی ماں سمجھ کر دفنا دیا تھا؟ اگر ہاں۔۔۔ اگر نہیں یقیناہاں۔ اس نے اپنے خیالات کی نفی کی۔ وہ سچ میں مر چکی تھی۔

کیا اس سے زیادہ کوئی چیز اذیت دیتی ہے کہ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی اپنی اولاد کے لیے مر چکی تھی۔

اس کے آنسو قطر قطرہ چہرے کو بھگونے لگے۔ سرخ و سفید رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ صالح جیسی گہری سیاہ آنکھوں کی چمک حلقوں کے باعث ماند پڑ چکی تھی۔ ابھری ہوئی سیاہ آنکھیں اندر کو دھنس چکی تھیں۔ اس کا جسم اس کی حالت سے مختلف نہیں رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ روکھے پھیکے سے ہاتھ۔۔۔۔ خشک جلد۔۔۔ ناخن یوں گویا شدید تراشے گئے ہوں۔ بازوؤں پہ جگہ جگہ چوٹیں اور ان کے نشانات۔ کان کے پردوں میں ایک محبت بھری مردانہ آواز نے دستک دی۔

"صالحہ میں نے کہا تھا نا کہ تم واشنگ مشین نہیں لگاؤ گی۔ میں نے آپا سے بات کی تھی کہ وہ جس سے اپنے گھر مشین لگواتی ہیں وہ یہاں بھی لگا جایا کرے گی۔ تمہارے ہاتھ نرم و نازک ہی اچھے لگتے ہیں۔ میرا بس چلے تو تمہیں کوئی کام نہ کرنے دوں۔"

منصور کی روٹھی آواز پہ اس کی سسکیاں اس کمرے میں گونجیں۔

"معاف کر دو منصور۔ میں نے تمہارا بھروسہ، مان، عزت سب خاک کر دیا۔ میں نے تمہیں توڑ دیا منصور۔ تمہارے نام کے ساتھ میں شادر ہی۔ تمہارے بعد میں ویران ہو گئی۔ تم جیسا

انسان میں نے زندگی بھر نہیں دیکھا۔ کہاں سے لائے تھے اتنا حوصلہ؟ کیوں مجھے تھپڑ مار کر گھر نہیں بٹھایا۔ تم چاہتے تو مار مار کر کھال ادھیڑ سکتے تھے۔ مرد تھے ہر اختیار رکھتے تھے۔ مگر تم نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ تم نے ایک بار بھی مجھ پہ ہاتھ نہیں اٹھایا۔ تم نے صرف ہاتھ جوڑے لیکن میں نے دھتکارا۔ تم جیسی محبت کوئی نہیں کر سکتا منصور۔ خدا سے دعا ہے کہ ایک بار۔۔۔ بس ایک بار وہ مجھے تم سے معافی مانگنے کا موقع دے دے۔ میں خود کو تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں گی۔ صالحہ خود کو مٹی کر دے گی مگر تم سے معافی حاصل کرے گی۔"

اپنے آنسوؤں کو بہنے سے روکے بغیر دل کی گریہ زاری کو زور و شور سے ہونے دیا۔ سالوں سے یہی تو کر رہی تھی وہ مگر سکون۔۔۔ سکون اس کو اب نصیب نہیں ہوتا تھا۔

اس نے سنا تھا کہ آنسو بہہ جائیں تو دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا دل کئی برسوں بعد بھی ہلکا نہ ہو سکا تھا۔

وہ روندی جا چکی تھی۔ وہ خود کو خود تباہ کر گئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کا جرم چھوٹا نہ تھا تو سزا کیسے چھوٹی ہو سکتی تھی۔اس نے ہر سزا کو قبول کر لیا تھا۔ اسے بھی زندگی کے حصہ کی مانند سمجھ لیا تھا۔اپنے وجود کا حصہ بنا لیا تھا۔مگر کون جانتا تھا کہ جس معافی کی آس اس کو زندہ رکھے ہوئے ہے جب وہ آس ٹوٹے گی تو کیا قہر برپا ہو گا۔

☆☆☆

عصر کی نماز کے فوری بعد جب سورج کی کرنیں مدھم پڑ رہی تھیں اور آسمان پہ ایک الوہی سی روشنی چھائی تھی وہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنے میکے جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھیں۔ تیمور اور نوشین آپا پہلے صالح کی طرف آئے۔یہاں سے شائستہ بھابھی اور زارا بھابھی نے ان کے ساتھ صالح کا رشتہ لے کر آیت کی طرف جانا تھا۔صالح نے دروازہ کھولا اور دونوں کو سلام کیا۔چلتے ہوئے وہ ٹی وی لاونج میں آ کر صوفوں پہ بیٹھ گئے۔صالح اس وقت سادہ سی گول گلے والے بھوری ٹی شرٹ کے ساتھ سیاہ ٹراوزر پہنے تر و تازہ دکھائی دے رہا تھا۔برسوں بعد اس کے چہرے پہ یہ رونق دکھائی دی تھی۔ گھر میں سب صالح کو لے کر بہت خوش تھے۔ نوشین آپا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ محترم نے خود اپنا رشتہ لے کر جانے کو کہا ہے۔اسی لیے وہ سب کی معنی خیز باتوں سے محفوظ تھا۔اس نے تو شکر ادا کیا کہ اس کو چھیڑنے والا

نمونہ موجود نہیں تھا۔ وہ صوفہ کے ہتھے پہ ہاتھ جمائے پر سکون سا تیمور بھائی سے بات کر رہا تھا جب تک تینوں خواتین اپنی تیاری مکمل کر رہی تھیں۔ جواد کو آج ضروری کام کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا تھا اور شہروز کو ان معاملات کا اندازہ نہیں تھا اس لیے صرف تیمور بھائی ہی ان کے ساتھ جا رہے تھے۔

وہ مسکرا کر باتیں کر رہا تھا کہ اچانک آنے والے وجود کو دیکھ کر اس کا حیران چہرہ دیکھنے لائق تھا۔ کیا اس کا سکون بس چند لمحے کے لیے ہی تھا؟ کیونکہ سامنے موجود جنید شریر اور معنی خیز مسکراہٹ سجائے اس کو دیکھ کر آنکھ کا کونا دبا گیا۔ اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟"

کالر والی گہری سبز ٹی شرٹ کے ساتھ سکن جینز پہنے، سفید جوگرز میں پاؤں مقید کیے، ہیلمٹ ہاتھ میں پکڑے وہ بہت مزے سے ان کی جانب آ رہا تھا۔ صالح کا دل چاہا اپنا سر دیوار میں دے مارے۔ یہ اب کہاں سے آ ٹپکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں نہیں بتایا صالح نے کہ آج ہم اس کا رشتہ لے کر جا رہے ہیں۔"

تیمور بھائی نے اس سے مصافحہ کرتے جواب دیا۔ وہ اپنے اچھے اخلاق اور گھلنے ملنے والی خصوصیت کے باعث صالح کی تمام فیملی سے خاصا فرینک تھا۔

"بتایا تھا بھئی۔ مجھ سے پوچھے بغیر تو یہ ویسے بھی کچھ نہیں کرتا۔ کیوں صالح ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں؟"

معنی خیز مسکراہٹ اس کی جانب اچھالتے ہوئے کہا تو صالح کا دل چاہا کہ یا تو خود غائب ہو جائے یا اس کو کر دے۔

"تم ذرا میرے ساتھ کمرے میں آنا۔ مجھے کچھ دکھانا ہے تمہیں۔"

صالح نے اس کو صوفہ سے زبردستی اٹھایا ورنہ اندیشہ تھا وہ کوئی شوشا چھوڑ دیتا۔ تیمور بھائی ہنس کر ان کی حرکتیں ملاحظہ کرنے لگے۔ ان کے سالے صاحب کا دوست خاصا دلچسپ تھا۔

"میں نے بتایا ہے نا یہ مجھ سے پوچھے بغیر کچھ بھی نہیں کرتا۔"

ناولز کلب
Clubbed Quality Content

اپنی تعریف کرتے وہ مسکرا کر کہتے اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔صالح نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ مزے سے جا کر بیڈ پہ ڈھیر ہوتے بیڈ کراون سے ٹیک لگا گیا۔

"تمہیں کس نے دعوت دی؟"

ابرو اچکا کر پوچھا۔کیونکہ عین اس وقت اس کی یہاں موجودگی یقینا اتفاق نہیں تھی۔ابھی کل ہی تو ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

"کیا مجھے دعوت کی ضرورت ہے؟"

سوال پہ سوال۔

"تم گھر والوں کے سامنے کوئی فضول بات نہیں کرو گے۔"

رائٹنگ ٹیبل کی کرسی کو اس کی جانب موڑ کر بیٹھتے اس نے وارننگ دی۔

"میں اور فضول بات؟"

شاک کی کیفیت میں خود کی جانب اشارہ کر کے بولا۔گویا اسے اپنی سماعت پہ یقین نہ آرہا ہو کہ وہ دی ڈیسنٹ اور سنجیدہ مزاج انسان اور فضول بات۔۔۔توبہ توبہ۔۔۔استغفراللہ

"ایک بات تو بتاو۔ یہ آپا کو اچانک ہی تمہارا رشتہ لے کر جانے کا خیال کہاں سے آ گیا؟"

اس کی بات پہ صالح نے سکون کا سانس بھرا۔ شکر تھا کہ اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کا پیارا دوست خود اپنا رشتہ لے کر جانے کا کہہ رہا تھا۔

"آپا نے کہا تھا کہ شادی کر لو۔ میں نے ان کی بات مان لی۔"

نہایت معصومیت سے اپنے سر سے بلا ٹالنی چاہی۔ وہ اس کو سچ بتا کر اپنے گلے مصیبت نہیں ڈال سکتا تھا۔

"اتنے تم رہتے نہیں فرمانبردار۔ پورے میسنے ہو تم۔ مجھے پکا پتا ہے کہ اس رشتے کے پیچھے تمہارا ہی ہاتھ ہے۔ اور کہیں یہ وہ والی لڑکی ہی تو نہیں؟ ارے جنید کاظمی تمہارا دماغ تو سست ہوتا جا رہا ہے۔ تمہیں اس سست انسان سے اب تھوڑی دوری برتنی چاہیئے۔"

مشکوک نگاہوں سے اس کو گھورتے تکا لگا کر اس پہ پکا ہوتے آخر میں خود کو مشورے سے نوازا تو صالح نے دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی داد دی۔

"تمہاری مہربانی ہو گی کہ تم تھوڑا دور ہی رہو۔"

صالح سست انسان کا مطلب بخوبی جان چکا تھا۔

"اب اتنے بھی سست نہیں ہو۔ بس تم سے ایک سال پہلے ہی کروائی ہے میں نے شادی۔ اب تمہیں اس بات پہ چھوڑ تو نہیں نا سکتا۔ اب میرے جیسا مخلص دوست بھی تو ہر کسی کو نہیں ملتا۔"

تکیے کو ہاتھوں میں دبائے وہ بڑے سکون سے بولا۔ گویا اس کو نہ چھوڑ کر اس پہ احسان عظیم کیا ہو۔ دل میں صالح منصور نے اعتراف کیا کہ سچ میں اسے جنید کاظمی سے زیادہ مخلص دوست نہیں مل سکتا تھا۔ وہ ہمیشہ اس کے ہر اچھے برے وقت میں اس کے ساتھ رہا تھا۔

وہ مزید کچھ کہتا کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔ نوشین آپا اس کی بجائے جنید کو بلا رہی تھیں۔

"اس کو آپ نے بلایا تھا آپا؟"

وہ شاکنگ سا بولا۔

"ہاں نا۔ مٹھائی کہاں ہے جنید؟"

وہ عجلت بھرے انداز میں جنید سے مخاطب تھیں۔

"بس آپا میں آرڈر دے کر آیا تھا۔ ابھی لایا دس منٹ میں۔"

وہ فورا کمرے سے باہر نکلا اور ہیوی بائیک کی چابی ہاتھ میں گھماتے سیڑھیاں اترنے لگا۔

صالح نے گہری آہ بھری۔ یہ انسان دھمکی کی زبان بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اسی لیے تو ابھی تک دھڑلے سے ہیوی بائیک چلا رہا تھا۔

"آپا مٹھائی یہ کیوں لے کر آرہا ہے؟"

اسے تو معاملہ ہی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"تمہیں یاد نہیں کہ اپنی شادی کی خوشی میں اس نے جو مٹھائی بھجوائی تھی۔ اس کا تو ذائقہ ہی منہ سے نہیں اتر رہا تھا۔ بس مجھے اچانک یاد آیا کہ اس کو کال کر کے پوچھتی ہوں۔ اس نے کہا کہ وہ خود لادے گا۔ میں نے کہا کہ تمہاری طرف ہی لے آئے۔"

"مطلب اس کو نہیں پتا تھا کہ آپ میرا رشتہ لے کر جانے والی ہیں۔ اس لیے مٹھائی چاہیئے۔"

اس نے گویا حساب کتاب لگایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں نا اس کو تو نہیں بتایا۔ مجھے لگا اسے پتا ہو گا۔ اس نے بھی پوچھا نہیں تھا۔"

وہ سادگی سے کہہ کر نیچے چلی گئیں۔

بھلا ہو تیمور بھائی کا جو اس کے سر عذاب مسلط کر چکے تھے۔ صالح کم از کم اسے نکاح سے ایک دن قبل ہی بتانے کا ارداہ رکھتا تھا۔ تا کہ اس کی معنی خیز باتوں سے زیادہ دیر تک بچ سکے۔ مگر جس چیز کا ڈر تھا وہ وقوع پذیر ہو چکا تھا۔

اب یقیناوہ اپنی موبائل گیم خراب کرنے پہ اسے کڑی سزا دینے والا تھا۔ یا شاید ہیوی بائیک والی دھمکی کا بدلہ لینے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

☆☆☆

اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہلتے آیت مصطفیٰ ابھی تک ان کے نہ آنے کی دعاؤں میں مشغول تھی۔ آسمانی رنگ کی نفیس شرٹ جو گھٹنوں تک تھی اس کے ساتھ سفید کیپری پہنے اور سفید اور آسمانی میچنگ دوپٹہ سر پہ لیے وہ ہلکے سے میک اپ کے ساتھ لبوں کو کاٹتے ایک ہی جگہ پہ چکر لگاتی جا رہی تھی۔ اپنی ماما کے کہنے پہ وہ تیار ہو گئی تھی ورنہ اس کا بس چلتا تو کام کرنے والی ماسی والے حلیے میں ان کے سامنے جاتی۔ اس نے سوچا کہ ارحا سے بات

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرے مگر پھر فون واپس رکھ دیا۔ ارحا یقینا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک اس کو چبھ رہی تھی۔ وقت زیادہ ہو چکا تھا۔ اس کا دل کچھ پر سکون ہوا۔

"مجھے لگتا میری دعا قبول ہونے والی ہے۔"

وہ اچانک جوش میں بولی پھر ارد گرد نگاہ دوڑائی تو شکر کا سانس لیا۔ کیونکہ کمرے میں صرف وہی تھی۔ عنایہ مہمانوں کی آمد کا سن کر ان کے آنے کے انتظار میں نیچے ہی تھی۔ مزید آدھا گھنٹہ گزرا تو وہ شیشے میں خود کو دیکھ کر مسکرائی۔ اس کا دل نوید دے رہا تھا کہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ اسی وقت گاڑی کی بیل کی آواز پہ اس کی ساری ہنسی ہوا ہوئی۔ دل مختلف اندیشوں کے تحت پریشان ہوا۔ نیچے سے ملنے ملانے کی آوازیں آنے لگیں۔ مگر وہ بیڈ پہ بیٹھ کر بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند گئی۔ اس کا دل یک دم ہی اچاٹ ہو گیا۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر آنے کو بے تاب ہو رہے تھے جنہیں وہ ضبط کرنے لگی۔ مگر ضبط کے باوجود ایک آنسو بائیں آنکھ سے نکل کر گال پہ پھسل گیا۔ اپنے جذبات پہ قابو پاتے چہرہ لال ہو رہا تھا۔ اس کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا تو اس کا دل چاہا کہ وہ یہاں سے غائب

ہو جائے۔ مگر آنسو صاف کرتے آئینے کے سامنے آ کر زبردستی کی مسکراہٹ سجاتے وہ بوجھل قدموں سے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ بے دلی سے دروازہ کھولا تو نوشین آپا کو دیکھ کر اسے لگا اسے دھوکہ ہوا ہے۔ پلکوں کی گہری جھالر کو بار بار جھپکتے ہوئے سرخ ناک اور گلابی گالوں والی وہ گڑیا بلا کی معصوم دکھی۔ نوشین آپا نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما۔ عنایہ نیچے بھاگی کیونکہ اسے شائستہ بھابھی کا بیٹا حاشر بہت پسند آیا تھا۔ اسے اس کے ساتھ کھیلنا تھا۔

"آ۔۔۔ آپ"

بمشکل ہکلاتے ہوئے لفظ ادا کیا۔

"میرے صالح کے ساتھ صرف تم ہی جچو گی۔"

مسکرا کر کہتے ہوئے وہ اسے حسین زندگی کی نوید سنا گئیں۔

صالح۔۔۔ صالح منصور!

کیا اس نے کھلی آنکھوں سے خواب دیکھنا شروع کر دیے تھے؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا اس کی سماعت اس کی پسندیدہ باتوں کو اسے سنوا رہی تھی؟

کیا خواب، حقیقت کا روپ دھارتے ہیں؟

کیا چاہنے والے کی جانب سے یہ پیغام دل کو معطر نہیں کرتا؟

اس کا دل چاہا وہ رو دے۔ سجدہ شکر میں چلی جائے۔ دنیا کو بتائے کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

اس کے دل کی دھڑکن منتشر ہوئی۔ لمحوں میں اسے اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا۔ چہرہ پل بھر میں نکھرا نکھرا ہو گیا۔ وہ اس کو دیکھ لیتا تو کہتا۔

"کیوں ہوا اتنی پیاری کہ دل چاہتا ہے نثار ہو جاؤں تم پہ۔"

اس کے حیران کن تاثرات اور پھر شرم سے جھکی نظروں کو دیکھ نوشین آپا کو ڈھیروں تسلی ملی۔ کوئی بھی اس کو دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ وہ لڑکی یوں دکھ رہی تھی گویا خواب کو حقیقت کا روپ دھارے دیکھ شخص عجیب سی کیفیت کا شکار ہوتا ہے۔

"میں تمہیں نیچے لے کر جانے کے لیے آئی تھی۔ چلو"

انہوں نے اسے مخاطب کیا جو آنسوؤں کو روک رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں پانچ منٹ تک آتی ہوں آپا۔"

نوشین آپا مسکراتے ہوئے اس کی حالت کے پیش نظر اس کے کندھے پہ تھپکی دیتے چلی گئیں۔

"الحمد للہ"

دروازہ بند کرتے وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ آنسو قطار در قطار آنکھوں سے بہہ جانے دیے۔ یہ وہ آنسو تھے جن کا بہنا اسے مزید خوشنما بنا رہا تھا۔ چند لمحے پہلے تک اس کا دل بند ہو رہا تھا اور اب۔۔۔ اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا تو ان دھڑکنوں کو اس کا نام لیتے محسوس کیا۔

"جانتے ہیں صالح یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟"

وہ اس کی شبیہہ سے مخاطب ہوئی۔

"اگر آج آپ کی جگہ کسی اور کی جانب سے رشتہ آیا ہوتا تو یہ آنسو ان کے جانے کے بعد بہتے۔ مگر اب پہلے ہی بہہ رہے ہیں۔ نہیں جانتی یہ نوشین آپا کے آنے سے پہلی کی تکلیف پہ ہیں یا دوسری صورت حال کو سوچ کر یا پھر شاید شکر کے۔"

بڑی بڑی آنکھوں میں چمکتے آنسو چہرے پہ بکھر کر اس کے خوبصورت رخسار کو تر کر گئے۔

آنکھیں بند کیں تو اس کا چہرہ سامنے نظر آ گیا۔ وہ بند آنکھوں سے کھل کر مسکرائی۔ چہرے پہ موجود گڑھوں نے نمایاں ہو کر اس کے صبیح چہرے کو جاذبیت عطا کی۔ وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔ آئینے کے آگے جا کر دیکھا تو چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ایک پل کو اس نے شرم سے نظریں جھکا لیں۔ پہلے جو چہرہ ضبط سے سرخ پڑ رہا تھا اب شرمگیں مسکراہٹ سے لال ہو رہا تھا۔ وہ فوراً واش روم گئی۔ چہرہ دھویا اور مسکراتے ہوئے دل سے دوبارہ ہلکا سا میک اپ کیا۔ اس وقت وہ انتہا کی دلکش دکھ رہی تھی۔ خود پہ آخری نگاہ ڈالی تو اس کی ماما دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔ اس کو دیکھ کر دل میں اس کے اچھے نصیب کی دعا کی۔ سر پہ پیار دیتے ہوئے وہ اس کو لیے نیچے آئیں۔ فطری جھجھک کے باعث وہ نظریں جھکائے سب سے ملی۔ شائستہ تو اس کو دیکھ اس کے صدقے واری جا رہی تھی۔

"تم تو آپا کے کہے مطابق بہت پیاری ہو۔ معاذ کی منگنی پہ دیکھا تھا مگر آج نظر بھر کر دیکھا تو یوں لگ رہا ہے کہ تم تو صالح کے لیے ہی ہو۔"

اس کے پاس بیٹھی شائستہ نے اس کے کان میں تعریف کی۔ جس پہ وہ دھیمی مسکان سجائے جھینپ گئی۔

"آپ کافی تاخیر سے پہنچے۔ خیریت تو تھی؟"

مصطفیٰ صاحب نے تیمور سے پوچھا۔

"وہ دراصل ہم گھر سے وقت پہ ہی نکلے تھے مگر تھوڑے فاصلے پہ ہی گاڑی رک گئی۔ میں نے چیک کیا تو ٹائر پنکچر تھا۔ پھر صالح کو کال کی تو وہ اپنی گاڑی دے کر گیا۔ اب میری گاڑی اس کے پاس ہے۔ پنکچر ٹھیک کروا کر وہ گھر واپس جائے گا۔"

تیمور نے جواز بتایا تو آیت نے آنکھیں بند کیے لب دانتوں میں دبائے خود کو کوسا۔

"مجھے تھوڑی پتا تھا۔"

دل میں خود کو تسلی دی۔

"افف صالح آپ کو ٹینشن میں ڈال دیا۔"

"اب اتنا تو بنتا ہے نا۔ میں بھی تو کل سے پریشان ہوں تھوڑا سا آپ بھی ہو جائیں۔"

خود کو دلاسہ دیتے وہ پر سکون ہوئی۔

"انکل ہم رشتہ پکا سمجھیں؟"

شائستہ نے مصطفیٰ صاحب سے پوچھا۔ زارا سے تو اس کی کوئی خاص بنتی نہیں تھی اس لیے اسے بس جلدی سے آیت کو گھر لانا تھا۔

"حمدانی اور صدیقی دونوں نے بچے کی گارنٹی دی ہے۔ ہم نے بھی اسے شادی میں دیکھا تھا ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مگر حتمی فیصلہ ہماری بیٹی ہی کرے گی۔ بچیوں کو خود مختار کرنے کا مطلب صرف اتنا نہیں ہے کہ انہیں کیریئر میں آزادی دے دو۔ مگر جہاں ان کی پوری زندگی کا فیصلہ ہو وہاں ان پہ زور زبردستی کرو۔ اس لیے میں اپنی بیٹی کے سر پہ کبھی اپنا فیصلہ مسلط نہیں کروں گا۔"

مصطفیٰ صاحب نے تفصیل سے کہا تو آیت نے آنکھوں میں نمی لیے اپنے بابا کو دیکھا جنہوں نے ہمیشہ اسے سپورٹ کیا تھا۔ وہ خوش قسمت تھی۔۔۔ بلا کی خوش قسمت جس کو اس کے ہر فیصلے میں اس کے ساتھ کھڑے ہونے والے ماں باپ کا ساتھ نوازا گیا تھا۔ اس نے کبھی

بے جا فرمائشیں نہیں کی تھیں۔ لیکن اس کے والدین نے اس کی ہر ممکن ضرورت اور خواہش کا خیال رکھا تھا۔

"بیٹا اگر آپ کو سوچنے کا وقت چاہیئے تو لو۔ لیکن اگر آپ کو کوئی اعتراض نہیں تو رضامندی دے دو۔"

تیمور کے کہنے پہ اس نے اپنے بابا کی طرف دیکھا جنہوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ اس نے بھی مثبت جواب میں سر ہلا دیا۔ وہاں موجود سب کے چہروں پہ رونق بکھر گئی۔ نوشین آپا نے اس کا منہ میٹھا کروایا۔ اب وہ کیسے بتاتی کہ صالح کا نام اپنے نام کے ساتھ جڑنے کا احساس اس کو ویسے ہی میٹھا میٹھا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے لیے اسے کسی شیریں چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ چلے گئے تو آیت اپنے ماما بابا کے پاس بیٹھ گئی۔

"ماما! بابا!" ان کے ہاتھوں کو تھامتے زمین پہ بیٹھے اس نے عزت و مان سے پکارا۔

"جی بیٹا"

"آپ نے ہمیشہ مجھے آزادی دی۔ مجھ پہ بھروسہ رکھا۔ کبھی بھی بے اعتباری نہیں دکھائی۔ میں نے ہمیشہ سنا تھا کہ لاکھ کوئی والدین آپ کو آزادی دے دیں مگر شادی کے معاملے میں بیٹی کی سنوائی نہیں ہوتی۔ مگر آپ نے ان سب کو غلط ثابت کر دیا۔ مائیں، بیٹیوں کو ہمیشہ کہتی رہتی ہیں کہ یہ کرو یہ نہیں کرو۔ اگلے گھر جا کر مجھے بدنام کرواو گی۔ لیکن آپ نے کبھی مجھے یہ سب نہیں کہا۔ آپ نے مجھے میری زندگی جینے دی۔ کبھی سسرال کا نام لے کر مجھے ذہنی ٹارچر نہیں دیا۔ لوگوں کی باتوں کی پروا کیے بغیر مجھے جاب کی اجازت دی۔ آپ دونوں بہترین والدین ثابت ہوئے۔"

دونوں کے پاس زمین پہ بیٹھے ان کا ہاتھ تھامے وہ نم آنکھوں سے بولی۔ اس کی باتیں اس کے والدین کو تفاخر کا احساس کروا رہی تھیں۔ انہوں نے اپنی باہیں پھیلائیں تو وہ اس میں سما گئی۔

کتنی عجیب تھی نا دنیا۔۔۔ کتنے مختلف تھے نا لوگ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک جانب وہ تھا جس کی ماں کی بے وفائی اسے پوری عمر کا روگ دے گئی تو دوسری جانب وہ تھی جس کے والدین اس کے آئیڈیل بنے۔

مختلف حالات کے دھارے میں چلنے والے دو مختلف لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ سے نوازا جا رہا تھا۔

☆☆☆

مصطفیٰ صاحب اور شگفتہ بیگم، صدیقی صاحب کے ہمراہ صالح کی جانب جا چکے تھے۔ ان کو صالح بہت پسند آیا تھا۔ سنجیدہ مزاج، خوبرو، مضبوط جسامت کا مالک دھیمی آواز میں بولتا ہوا وہ ان کے دل کو بہت بھایا۔ نکاح کی تاریخ اگلے ماہ مقرر کی جا چکی تھی۔ معاذ نے اس کو دل سے مبارک باد دی۔ جانے کیوں لیکن اس روز اس کی منگنی والے دن ان دونوں کا ایک دوسرے کو یوں دیکھنا ہی اسے یہ احساس دلا رہا تھا کہ وہ دونوں صرف ایک دوسرے کو جانتے ہی نہیں بلکہ پسند بھی کرتے ہیں۔ اسے اب قسمت کے فیصلوں کی سمجھ آئی تھی۔ اور وہ قسمت کے فیصلے پہ من و عن راضی ہوا۔ دونوں گھروں میں تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

آیت نے سوچا کیوں نا ارحا کو گھر بلا کر بتائے۔ اس نیت سے اس نے اس کو کال کی۔

"ارحا تم تو بیٹے کے بعد مجھے بھول ہی گئی ہو۔"

فون پہ اس کو خوب لتاڑا۔

"یار میرا پہلا بچہ ہے۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ بچے اتنا تنگ کرتے ہیں۔ نہ کھانے کا ہوش ہوتا ہے مجھے نہ پینے کا۔ مگر پکا کل تمہاری طرف آوں گی۔ آج نوید سے کہا تھا میں نے کہ کل ویک اینڈ ہے تو مجھے تمہاری طرف چھوڑ جائے۔"

"واہ یہ تو کمال تو گیا۔ چلو پھر کل ہی مل کر ساری باتیں ہوں گی۔ کل تمہیں ایک دھماکہ دار خبر سناؤں گی۔"

نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہ اپنی بیسٹ فرینڈ سے بولی۔

"کیا خبر ہے جلدی بتاو۔"

ثمامہ کو سلاتے ہوئے وہ پر تجسس بولی۔

"نہیں جی کل ہی بتاوں گی۔"

وہ بھی بھرم سے بولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بڑی کوئی بد تمیز ہو تم۔ سسپنس ڈالنا ضروری تھا کیا۔"

وہ اس پہ برہم ہوئی۔ بھلا تجسس کے ساتھ وہ رات کو کیسے سوتی۔

"ہاں تو تم وقت نکال کر مجھ سے رابطہ رکھا کرو ورنہ میں یوں ہی کروں گی۔ اب کوئی بات نہیں۔ تم ثمامہ کو سنبھالو۔ اللہ حافظ"

وہ ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی مگر آیت فون کاٹ چکی تھی۔

☆☆☆

اگلے روز چونکہ آیت گھر ہی تھی تو وہ صبح گیارہ بجے ہی اس کے گھر آچکی تھی۔ شگفتہ بیگم، ثمامہ کو تھامے پیار کر رہی تھیں اور عنایہ ان کے پاس بیٹھے اس چھوٹے سے بچے کو نہار رہی تھی۔ اس کے پھولے پھولے گالوں کو پیار کرتے ہوئے اسے بہت مزہ آرہا تھا۔

"ماما یہ بے بی کتنا نرم ہے۔ اور اسکا فیس کتنا گول مول سا ہے۔"

وہ آنکھوں میں ڈھیر پیار لیے کبھی اس کے گال چھوتی تو کبھی اس کے ہاتھ۔

"آپ بھی ایسی ہی تھی۔"

شگفتہ بیگم نے اس کے گالوں کو کھینچ کر جواب دیا۔ جس پہ وہ شرما گئی۔

آیت کے کمرے میں موجود ارحا سب جاننے کے بعد خوشی سے نہال ہو رہی تھی۔

"آیت۔۔۔۔ آیت میں بہت خوش ہوں۔"

اس کو گول گول گھماتے وہ اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔

"جلدی سے تصویر دکھاو۔ کون ہیں وہ جن پہ میری آیت دل ہار بیٹھی۔" معنی خیزی سے بولتے ہوئے وہ پر اشتیاق لہجے میں بولی۔

"میری پاس تصویر نہیں ہے۔"

صاف گوئی سے بولی۔

"مار کھاو گی مجھ سے اگر یہ بولا۔ جلدی سے دکھاو دی گریٹ صالح منصور"

"سچ میں تصویر نہیں ہے۔"

نہایت معصومیت سے کہا۔ جس پہ ارحا نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"ویڈیو ہے۔"

اس کی اگلی بات پہ ارحا کا منہ کھلا ہی رہ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم بڑا ایڈوانس چل رہی ہو۔"

اس کے کندھے پہ چپت لگاتے کہا۔

"یار ایک بار بھی نہیں دیکھی۔ بس پتا نہیں کیسے بنالی لیکن کبھی دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔"

وہ اس کا چہرہ آنکھوں میں سموئے بولی۔ ارحا کے کہنے پہ اس نے صالح کی ویڈیو اس کو دکھائی لیکن خود پھر بھی نہیں دیکھی۔

"صالح بھائی تو بہت ہینڈسم ہیں۔ تم دونوں کا کپل بے حد حسین لگے گا۔ خوش رہو۔"

وہ ارحا کی تعریف پہ جھینپ گئی اس لیے فوراً موضوع تبدیل کیا۔

"اچھا اب اٹھو جلدی۔ ہمیں نکاح کی خریداری کرنی ہے۔ نوید بھائی کو فون کر کے بتادو کہ تمہیں شام میں لینے آئیں اور کھانا ہماری طرف سے ہی کھائیں۔ اور ثمامہ کو ماما سنبھال لیں گی۔"

وہ اس کو کھڑا کر چکی تھی۔ ارحا نے نوید کو اطلاع دے دی۔

وہ دونوں شاپنگ کے لیے مال روانہ ہوئیں۔ وہاں سے سب گھر والوں کے لیے شاپنگ کی اور اپنے لیے ایک نہایت منفرد نکاح کا جوڑا پسند کیا۔

"حور لگو گی اس کو پہن کر۔"

ارحا اس جوڑے کو اس کے ساتھ لگاتے بولی۔

"تھوڑا مکھن لگایا کرو۔"

آنکھیں چھوٹی کر کے شرارتی ٹون میں کہا۔

"عجیب ہو بھئی۔ لڑکیاں تعریف پہ شرماتی ہیں اور تمہیں مکھن لگ رہا ہے۔"

"تو کیا شرماوں؟"

جوڑے کو کاونٹر پہ رکھتے وہ اس کی جانب دیکھ کر بولی۔

"ہم سے کہاں شرماو گی۔ اب تو صرف ان کے سامنے ہی شرماو گی۔"

اس نے بھی حساب برابر کیا۔

"ہاں بالکل ایسا ہی کروں گی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بھی ڈھٹائی سے بولی۔

"یا اللہ! آج کل کی لڑکیاں کتنی بے شرم ہو گئی ہیں۔"

ارحا دہائیاں دیتے ہوئے بولی۔

"شرمانے میں کونسی بے شرمی ہے۔"

"پوائنٹ"

وہ متاثر ہوئی۔

اسی نوک جھوک اور چھیڑ چھاڑ میں انہوں نے خریداری کی۔ ارحا نے جن جگہوں سے اپنے لیے شاپنگ کی تھی وہ اسے سیدھا انہی جگہوں پہ لے کر گئی جس کے باعث شام تک شاپنگ مکمل ہو گئی۔ ورنہ ایک دن میں نکاح کی شاپنگ خاصی مشکل تھی۔ شام کو وہ تھک ہار کر گھر واپس آئیں۔ نوید، ارحا کو لینے آیا تو ان دونوں نے ان کی فیملی کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھایا۔ ساتھ ہی مصطفیٰ صاحب نے نوید سے نکاح کی تقریب کے حوالے سے کچھ انتظامات کے بارے میں اطلاع لی۔ یہ ان کے گھر کی پہلی شادی تھی لیکن وہ کوئی کمی نہیں چاہتے تھے۔

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ پھر ارحا اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ اپنے گھر روانہ ہو گئی۔

اپنی شاپنگ کو بیڈ پہ ڈھیر کیے وہ اپنی ماما کو ساری شاپنگ دکھانے لگی۔ اس کا نکاح کا جوڑا انہیں بے حد نفیس لگا تھا۔

"میری بیٹی کی چوائس بہت خوب ہے۔"

انہوں نے دل سے اقرار کیا۔

"یہ تو ہے۔"

صالح کے بارے میں سوچتے ہوئے اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

رات کو جب سب سو چکے وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی باہر دیکھتے ہوئے کسی اور ہی جانب کھو گئی۔

تقدیر نے اس پہ بے شمار نعمتیں نچھاور کی تھیں اور وہ شاکر لوگوں میں شامل تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اپنی قسمت پہ رشک کرتی کہ جسے چاہا وہ اس کا نصیب بننے والا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چاند کی روشنی نے اس کے صبیح چہرے پہ روشنی کی تو اس کا چاند سا چہرہ جھلملا اٹھا۔

☆☆☆

نکاح کی تیاریاں زور و شور سے جاری و ساری تھیں۔ رخصتی چونکہ ابھی طے نہیں تھی۔ اور جہیز لینے سے صالح نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس لیے فلحال صرف نکاح کی چھوٹی سی تقریب طے پائی تھی۔ جس میں حمدانی صاحب اور صدیقی صاحب کی فیملیز، شائستہ بھابھی اور زارا کے میکے والے، جنید اور ارحا کی فیملیز مدعو تھیں۔ تقریب کے لیے مصطفیٰ صاحب نے ایک چھوٹا سا بینکوئیٹ بک کروالیا تھا کیونکہ ان کا گھر زیادہ وسیع پیمانے پہ نہ تھا۔

ایک جانب خوشیوں کا دور شروعات پا چکا تھا تو دوسری جانب گناہگاروں پہ خوشیوں اور سکون جیسی نعمتوں کو کھینچ لیا گیا تھا۔

کبھی دل جو توڑے ہیں میں نے

بڑی بھول مجھ سے ہوئی ہے

وہ جو چوٹ میں نے لگائی

میرے دل پہ بھی آ لگی ہے

وہ اپنی شاندار کوٹھی کے اندرونی دروازے کی سیڑھیوں پہ شکستہ حال بیٹھا تھا۔ دنیا کی نظر میں وہ کتنا کامیاب تھا۔ مگر یہ صرف وہی جانتا تھا کہ وہ ناکام ہو چکا تھا۔ اس وقت صرف ایک خونی رشتہ موجود تھا اس کے پاس جس کو پانا اب اس کے لیے ناممکن ہو رہا تھا۔ وہ تو صالحہ سے معافی کا درخواست گزار تھا۔ وہ اس سے اس کے جینے کی آخری امید احسن کو کیسے چھین سکتا تھا؟ کاش کہ پیسہ اس کے بیٹے کو اس کے پاس لا سکتا۔ اس نے اپنے سیکرٹری سے کہہ کر ہسپتال میں موجود احسن کے بارے میں پتا کروایا تھا۔ جو رپورٹ اس کے سیکرٹری نے اس کو دی تھی وہ اس کا دل چیر گئی تھی۔

جس گڑھے کو اس نے منصور کے لیے کھودا تھا اس میں وہ اپنی فیملی سمیت گرا تھا۔ وہ آگ جس میں اس نے کسی کا گھر جلایا تھا وہ اسی میں خاک ہو رہا تھا۔ حسد اس کو کھا گیا تھا۔ وہ کھوکھلا وجود اب پچھتاوں میں گھرا بس اپنی موت کا منتظر تھا۔

مگر کیا موت کے بعد اصل حساب کو وہ فراموش کر چکا تھا؟

کیا وہ بھول چکا تھا کہ انسان کو اس کے اعمال کی جزا و سزا ملتی ہے وہ بھی اسی دنیا میں۔

☆☆☆

نرم گرم دھوپ اور ٹھنڈی سی چھاؤں کے اس موسم میں دو مختلف زندگی کے ادوار سے گزرنے والے وجود ایک ہونے جا رہے تھے۔ روح کے گم شدہ حصے کو اس کا لاپتہ حصہ مل چکا تھا۔ چند مراحل طے کرنے کے بعد وہ دونوں دنیا کے حسین ترین رشتے میں بندھنے والے تھے۔ پھولوں کی مہک کو اندر اتارتے اس نے مسکرا کر دیوار گیر آئینے میں خود کو دیکھا۔

لائٹ پرپل رنگ کی کامدار شرٹ جس پہ سلور کام خوب جچ رہا تھا ساتھ میں میچنگ غرارہ پہنے، لائٹ پرپل باریک شفون کا کامدار دوپٹہ جس پہ ہلکا سا موتیوں کا کام ہوا تھا اور بارڈر کو سلور کام سے آراستہ کیا گیا تھا اس کو سلیقے سے سر پہ یوں سیٹ کیے کہ ایک سرا دائیں جانب آگے کو کر کے سینے پہ پھیلایا گیا تھا اور دوسرا سرا پیچھے کی جانب پھیلا ہوا اس کی پشت کو ڈھانپ رہا تھا۔ بائیں کندھے پہ سلور شال کو پھیلا کر سیٹ کیے، سلور ہیلز، سلور نازک سی چین کو گردن کی زینت بنائے اور چھوٹے چھوٹے سلور جھمکوں کو پہنے وہ بے انتہا حسین اور معصوم دکھ رہی تھی۔ میک اپ اتنا قدرتی تھا کہ ارحا کے بقول وہ سچ میں آسمان سے اتری

حورد کھائی دے رہی تھی۔ہاتھوں میں پہنی چوڑیوں اور گجروں سے کھیلتے وہ تھوڑا نروس بھی تھی۔

نکاح کا فریضہ ڈانس، گانے، ڈھول باجے سے پاک ماحول میں سر انجام دیا جانا تھا۔

وہ برائیڈل روم میں اس وقت اکیلی ہی تھی۔ کیونکہ ارحا، ثمامہ کو اس کے بابا کے حوالے کرنے ہال گئی تھی۔ اور اس کی ماما مہمانوں کا استقبال کرنے کے لیے ہال میں موجود تھیں۔ معاذ اور جیا کی فیملیز بھی پہنچ چکی تھیں۔

ہال میں سب آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ہنسی خوشی کا دور دورہ تھا۔ معاذ نے جیا کو دیکھا تو یک ٹک دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ اسی کے ہم رنگ لباس میں ملبوس تھی۔ گہرے نیلے رنگ کی فینسی فراک جس پہ سفید موتیوں کا انتہائی نفیس کام ہوا تھا دوپٹے کو داہنے کندھے پہ جمائے وہ اپنی تائی سے مل رہی تھی۔ اس کی ہنسی کی جلترنگ پہ معاذ کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے ابھی تک اس پہ نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ لیکن آنکھیں اس کو دیکھے بغیر بھی بتا سکتی تھیں کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اپنی منگنی والے روز کے بعد آج ان کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ فطری

جھجھک اور اس کے آخری بار کہے گئے جملوں اور لہجے کے باعث وہ اس سے گریز ہی برت رہی تھی۔ وہ تائی سے مل کر برائیڈل روم کی طرف بڑھ گئی۔ ڈارک بلو ٹو پیس میں ملبوس معاذ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ مطلب ٹرٹر بولنے والی جیا اب اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

امپریسو!

وہ برائیڈل روم پہنچی تو اس دلہن کو دیکھ عش عش کر اٹھی۔

"اللہ! آیت آپی آپ کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔" وہ اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر تھوڑا اونچا کرتے تعریفی انداز میں بولی تو آیت نے کھلے دل سے داد وصول کی۔

"کتنی پیاری؟"

اس نے شرارتاً پوچھا۔

"اتنی پیاری کہ صالح بھائی تو اپنا دل ہار بیٹھیں گے۔"

اس نے الفاظ ہی ایسے کہے کہ آرٹیفشل بلش آن بھی وہ کام نہ کر پایا جو ان الفاظ نے کر دیا۔ چہرے پہ چھائی سرخی نے اس کے حسن کو مزید دلفریب بنایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بھی اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ معاذ بھائی نے آج ہی نکاح کی ڈیمانڈ رکھ دینی ہے۔"

اس کے الفاظ کو یوں اس پہ لوٹایا کہ جیا کی نگاہیں اٹھنے سے انکاری ہو گئیں۔

"افف جیا کتنا شرماتی ہو تم۔"

وہ اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولی۔

"آپ بھی شرما لیں۔"

جیا کی جتاتی آواز آئی۔

"یہ نہیں شرمائے گی ہمارے سامنے۔یہ تو بس اپنے ان کے سامنے ہی شرمائے گی۔"

ارحا نے دروازہ کھولتے ان کی آخری بات سنتے جواب دیا۔آنکھوں میں شرارت مچل رہی تھی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے ویسے۔"

جیا نے مسکرا کر کہا۔عنایہ بھاگتی ہوئی اندر آئی۔

"آپا۔۔۔آپا بگ برو آگئے ہیں۔"

عنایہ کے الفاظ سے اس کا چہرہ حیا کی سرخی سے مزید تمتما اٹھا۔اس پہ تو آج ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔جیا اور ارحا اس کو دو منٹ کا کہہ کر خود ہال میں چلی گئیں۔

سفید پرنس کوٹ کے ساتھ سیاہ پینٹ پہنے سیاہ بال جو اب کافی بڑھ چکے تھے ان کو جیل سے جمائے وجاہت سے بھرپور مسکراتا ہوا صالح منصور آج آیت مصطفیٰ کو یقینا رشک میں مبتلا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔صالح اور اس کی فیملی سب سے مسکرا کر ملنے لگے۔معاذ نے اس کے گلے لگ کر مبارکباد دی۔سب سے ملتے ملاتے وہ سٹیج پہ موجود صوفے پہ جا کر بیٹھ گیا۔کیمرہ مین تصاویر کھینچ رہا تھا۔عنایہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔عنایہ کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ بے حد خوبصورت مسکان آئی۔وہ سچ میں آیت کی ہی کاپی تھی۔اس نے اس کے گال کھینچے تو وہ شرما گئی۔

"آپ تو بہت پیاری لگ رہی ہیں۔"

اس نے مسکرا کر عنایہ کی تعریف کی جو پنک بے بی فراک پہنے ہوئے تھی۔

"آپ بھی"

اس نے جھینپتے ہوئے جوابی تعریف کی تو وہ قہقہہ لگا گیا۔

"آپ بہت پیاری ہیں۔ بالکل اپنی آپا جیسی"

اس نے عنایہ کے کان کے پاس سرگوشی کی تو اس کا چہرہ کھلکھلا اٹھا۔

"میں آپا کو بتا کر آتی ہوں۔"

وہ بھاگنے لگی تو صالح نے گڑبڑا کر اس کا ہاتھ پکڑ کے روکا۔

"عنایہ آپ نے آپا کو نہیں بتانا۔"

اس نے زور دیتے ہوئے اس کو قائل کرنا چاہا۔

"مگر آپا تو کہتی ہیں کہ تعریف فوری کر دینی چاہئے۔"

اس کی بات پہ صالح کو پرے روم والا واقعہ یاد آیا۔ اس کی آپا بھی تو فوری تعریف کر دیتی تھی۔

"میں آپا کے سامنے ان کی تعریف کر دوں گا۔ مگر آپ ان سے کچھ نہیں کہو گے۔ ٹھیک ہے عنایہ؟"

وہ کنفرم کرنا چاہ رہا تھا اس سے پہلے کہ وہ جا کر اپنی آپا کے سامنے منہ کھول دیتی۔

"اوکے"

اس نے اچھے بچوں کی طرح فورا بات مان لی۔

"بہت کیوٹ اور بہت اچھی بچی ہو۔"

اس نے دوبارہ عنایہ کے گال کھینچے تو وہ مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔ دور کھڑے جنید کاظمی نے اس کو دیکھ کر سکون کا سانس بھرا۔ اس کے دوست کے چہرے پہ چھائی رونق اس کے اندرونی سکون کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ سیاہ جینز کے ساتھ سیاہ ہی ڈریس شرٹ پہنے اس پہ سفید بلیزر سے سوٹ کی رونق بڑھائے بالوں کو سلیقے سے جمائے وہ اس کی طرف آیا تو وہ صوفہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے گلے ملا۔

"تم نے کس خوشی میں میرے ساتھ میچنگ کی ہے؟" اس کو زبردست مصنوعی گھوری سے نوازتے جنید نے اپنی ہانکی تو صالح نے نفی میں سر ہلایا۔

جنید کاظمی ہو اور اس کو تنگ نہ کرے یہ ناممکن تھا۔

"اگر یہی سوال میں کروں؟"

اس نے اس کے سیاہ اور سفید لباس کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تو کرتے رہو۔ میں نے کونسا جواب دے دینا ہے۔"

اس نے اس کی بات کو ہنسی میں اڑایا۔ گویا کہہ رہا ہو۔ صالح منصور کیا تم مجھے جانتے نہیں؟

سارے مہمانوں کو پرے کرتے وہ دونوں اپنی گفتگو میں مشغول ہوئے۔ کیونکہ جب دوست پاس ہو تو باقی سب کہیں پس پشت چلے جاتے ہیں۔

☆☆☆

برائیڈل روم کا دروازہ کھلا تو مصطفٰی صاحب نکاح خواں کے ہمراہ اندر آئے۔ ان کے ساتھ شگفتہ بیگم، شائستہ، زارا، ارحا اور جیا بھی اندر داخل ہوئیں۔ صالح کے کہنے پہ نکاح خواں نے آیت سے حق مہر پوچھا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی مرضی کا حق مہر لے۔

"مجھے حق مہر میں ان سے تلاوت سیکھنی ہے بالکل ان کی طرح۔"

اس نے جھکی نظروں سے مطالبہ پیش کیا تو وہاں موجود سب لوگ گنگ ہوئے۔

"آپ نے صالح کی تلاوت سنی ہے کہیں؟"

مصطفیٰ صاحب نے سوال کیا۔ یہ سب اتنا اچانک، حیران کن اور پر مسرت تھا کہ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

"جی بابا۔ چونکہ وہ میرے ہی کالج کے بوائز کیمپس میں پڑھاتے ہیں اس لیے قرآت کے مقابلے میں انہوں نے تلاوت کی تھی اور مجھ پہ سکتہ طاری ہو گیا تھا۔"

وہ پرے روم والا واقعہ سرے سے ہی پس منظر میں ڈال گئی۔ اب کیسے بتاتی کہ صالح منصور تو اسی روز اس کے دل کی دنیا میں حشر برپا کر گیا تھا۔ اس کی آواز میں قرآن سننا آیت کو کسی دوسرے جہان میں لے گیا تھا۔ مصطفیٰ صاحب نے اپنی بیٹی کے سر پہ پیار دیا۔ ان کی بیٹی نے ہمیشہ ان کا سر فخر سے بلند کیا تھا۔ نکاح پڑھایا گیا تو وہ منتشر دھڑکنوں اور نرم جذبات لیے اپنا آپ صالح منصور کے نام کر گئی۔

وہ سٹیج کے صوفہ پہ براجمان اپنے ساتھ بیٹھے جنید کی باتیں سن رہا تھا جب مصطفیٰ صاحب اس کے پاس آئے۔ نکاح خواں نے جب نکاح کے بول کے درمیان حق مہر بتایا تو صالح منصور پہ سکتہ طاری ہو گیا۔

"کیا حق مہر ہے؟"

اس نے شاک کی کیفیت میں پوچھا۔

"آپ سے تلاوت سیکھنے کا حق مہر"

نکاح خواں کی بات پہ اس کے گلے میں پھندا سا لگا۔

کیا زندگی اتنی مہربان ہو سکتی ہے؟

کیا کوئی انسان اتنا مخلص ہو سکتا ہے؟

کیا دولت پہ محبت کو فوقیت دی جاتی ہے؟

کیا پیسے کے مقابلے میں قرآن کا درجہ بلند رکھا جاتا ہے؟

کیا زندگی نے اس کا ہر خسارہ آیت مصطفیٰ کی صورت پورا نہیں کر دیا تھا؟

اس کا دل چاہا کہ وہ اس سے پوچھے کہ وہ کیوں ہے ایسی؟

کیوں وہ صالح منصور کو گھائل کرتی جا رہی ہے؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے پورے دل و جان سے آیت مصطفیٰ کو اپنی زندگی میں قبول کیا۔ مبارکباد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے گلے ملنے کے بعد وہ ابھی بیٹھنے ہی والا تھا کہ ارحا اور جیا کے ساتھ چل کر آتی آیت مصطفیٰ اس کے حواس سلب کر گئی۔ وہ کوئی اپسرا دکھ رہی تھی جس پہ صالح منصور کو ٹوٹ کر پیار آیا۔ سج سج کے قدم رکھتے وہ اس کے دل کی دنیا کو ہلا رہی تھی۔ اس کے دل کے گرد چڑھا سختی کا خول اس کے قریب آتی آیت مصطفیٰ کے قدموں میں ٹوٹ کر پاش پاش ہوا۔ وہ سٹیج کے پاس پہنچی تو صالح نے پورے استحقاق سے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔ جھکی نظروں والی اس منفرد اور انمول لڑکی نے نظر اٹھا کر اس کو دیکھا تو دونوں کے دل کی دھڑکنیں سست پڑ گئیں۔ دونوں کے ہاتھوں کے ملاپ میں ایک محفوظ سا سکون پنہاں تھا۔ ایک تحفظ تھا۔ ایک اپنایت تھی۔ روح کا کھویا حصہ واپس مل چکا تھا۔ وہ اس کے پہلو میں بیٹھی اس کی زندگی کو رنگوں سے بھر رہی تھی۔ تصاویر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر کھانا کھل گیا۔ سب کھانے میں مصروف ہو گئے۔ صالح نے پلیٹ میں بریانی نکالی اور اس کے آگے کی جو نروس سی بیٹھی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"سنیے"

صالح نے اس کو مخاطب کیا تو اس کے ہاتھ ساکت ہوئے۔

"جی"

مدھم سی آواز میں جواب دیا۔ نگاہیں پل کو اسے دیکھ کر جھک گئی تھیں۔ اور صالح نے اس ادا کو اپنی یادداشت کے خانے میں محفوظ کیا تھا۔

"پرپل رنگ خاص پسند ہے کیا آپ کو؟"

اس کے حسین چہرے کی جانب دیکھتے تجسس سے پوچھا۔ جانے کیوں لیکن اس نے اسی رنگ کا انتخاب کیا تھا جس میں وہ اس کو بچپن میں ملی تو یاد رہ گئی۔ جوانی میں ملی تو اپنی سی لگی۔ نکاح کے بعد ملی تو صرف اپنی ہی محسوس ہوئی۔

"کیوں؟"

اس نے اپنی گھنی پلکیں جو مسکارہ لگا کر مزید گھنی کی گئی تھیں ان کو اٹھا کر اپنے محرم کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

"بس ایسے ہی"

وہ کندھے اچکا گیا اور وہ نظریں جھکا گئی۔

"سنیے"

اسی کے طرز تخاطب میں اس کو مخاطب کیا۔ جس پر وہ دل و جان سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"کہیے"

اس کے صبیح چہرے پہ نظریں ٹکائے وہ مدھم سا بولا۔

"رشتہ آپ نے اپنی پسند سے بھیجا تھا یا یہ آپ کی فیملی کی مرضی تھی۔"

جانے کیوں لیکن وہ جاننا چاہتی تھی کہ کیا صالح منصور بھی اس کے لیے کوئی جذبات رکھتا ہے۔ یہ چیز اسے پچھلے ڈیڑھ ماہ سے بے چین کیے ہوئے تھی۔ اب وہ اپنی اس بے چینی سے نجات کی خواہش مند تھی۔

"آپ کیا سننا چاہتی ہیں؟"

اس کے سوال پہ وہ ہڑبڑا گئی۔

"جو حقیقت ہے۔"

صاف گوئی سے جواب دیا۔

"اگر میں کہوں کہ دونوں میں سے کچھ بھی نہیں تھا تو؟"

اس کے چہرے کے تاثرات کو بغور جانچتے کہا۔

"پھر تھرڈ آپشن کیا ہو سکتا ہے؟"

اس نے مدھم سی سرگوشی کی۔

"محبت"

اس کے کان کے پاس گھمبیر لہجے میں بول کر وہ اس کو ساکت و صامت کر گیا۔ وہ گھبراہٹ میں اس سے تھوڑا فاصلے پہ ہوئی۔ شرم و حیا سے اس کے گال دہکنے لگے۔ صالح نے ہر منظر کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھ کر ذہن میں حفظ کیا۔

"کھانا تو کھا لیں محترمہ"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کی توجہ کھانے کی جانب مبذول کروا کر وہ اپنی پلیٹ میں کھانا ڈالنے لگا۔

"آپ اب بھی مجھے محترمہ ہی کہا کریں گے؟"

نروٹھے پن سے بولتی ہوئی وہ اس کو بہت اپنی سی لگی۔

"پھر کیا کہا کروں؟"

الٹا سوال کیا گویا جاننا چاہتا ہو کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ لہجے میں شرارت نمایاں تھی جسے آیت محسوس نہ کر پائی۔

"آف کورس میرا ایک عدد نام ہے۔ آیت مصطفیٰ آپ مجھے یہ کہہ کر بلایا کریں۔"

اس نے گویا چٹکیوں میں مسئلہ حل کیا۔

"پر یہ تو آپ کا نام نہیں ہے۔"

ہنسی کو دباتے وہ سنجیدہ سا بولا۔

"کیا مطلب؟"

اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کچھ منٹ پہلے آپ آیت صالح ہو چکی ہیں محترمہ"

اس کے لبوں سے پہلی بار اپنا نام سن کر اس کی سماعت میں رس گھلا۔ مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا جسے مخفی کرنے کی کوشش میں وہ ہلکان ہونے لگی۔

"اچھا اپنا موبائل نمبر نہیں دیں گی۔ اب تو آفیشلی محرم ہیں میری۔"

اچانک یاد آجانے پہ اس نے اپنا فون نکال کر اس کے سامنے کیا جس پہ اس نے فون اپنے مہندی لگے ہاتھوں کی گرفت میں لیتے اپنا نمبر ڈائل کیا۔ پھر اس کے حوالے کیا تو اس نے اوپر نام لکھ کر اس کے آگے سکرین کر دی۔ سکرین پہ جگمگاتا "**مسز صالح**" اس کو بہت بھلا محسوس ہوا۔ آنکھوں نے بغاوت کرتے ایک نظر اس کو دیکھا اور اگلے ہی پل نظر جھکا لی۔

وہ اس کا نمبر محفوظ کر چکا تھا۔ آیت کھانا کھانے لگی جس پہ وہ بھی کھانے میں مشغول ہو گیا۔

جیا جو کہ ارحا سے باتیں کر رہی تھی اس کے جانے کے بعد اپنے فون پہ مصروف ہو گئی۔

پاس کسی مردانہ پرفیوم کی خوشبو محسوس کرتے اس نے اس جانب دیکھا تو وہ اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔ جیا نے نظریں جھکا لیں اور فوراً وہاں سے جانے کو پر تولنے لگی۔

"رکو تو سہی لڑکی"

وہ ہڑبڑاتے ہوئے بولا۔ مجال ہے جو آج اس نے اس سے سلام دعا ہی کیا ہو۔

"میرا نام بھی ہے۔ یہ لڑکی کیا ہوتا ہے؟"

وہ ہلکا سا غصہ دکھاتے ہوئے بولی۔ پیارے سے چہرے پہ دلفریب غصہ بہت جچ رہا تھا۔

"تم لڑکی ہو تو لڑکی ہی کہوں گا نا"

معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے اس کو زچ کرتے ہوئے کہا تو وہ اس کی شرارت نہ سمجھ پائی۔

"میرا نام وجیہہ حمدانی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خود کی جانب اشارہ کر کے زور دے کر بولا۔یوں جیسے اسے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ اس کا نام کیا ہے۔

"پر میں تو جیا کہوں گا۔"

لب دبا کر شرارتی لہجے میں کہا۔اس کے چہرے کا ہر نقش مسکرا رہا تھا۔جیا نے دل میں اس کے چہرے پہ یوں ہی مسکراہٹ قائم رہنے کی دعا مانگی۔

"تو کہتے رہیں۔"

بال جھٹک کر کہتے وہ جانے کے لیے مڑنے لگی تو معاذ نے پھر اس کے سامنے آ کر اس کا راستہ روکا۔

"اچھا سنو۔ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ سنجیدہ ہوا تو جیا بھی رک گئی۔

"دیکھو منگنی ہماری پہلے ہوئی تھی تو اس حساب سے شادی بھی پہلے ہماری ہی ہونی چاہیئے تھی مگر یہ لوگ تو بہت ہی تیز نکلے۔خیر میں بابا سے کہوں گا کہ چاچو سے کہیں ہمیں ہماری

امانت جلد ہی سونپ دیں۔ پلیز انکار مت کرنا۔ پکا تمہیں خود کالج چھوڑنے جایا کروں گا اور واپس بھی لایا کروں گا۔ تمہاری پڑھائی میں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ تم اپنی پینٹنگ اور اسکیچنگ کا شوق بھی پورا کرتی رہنا۔ اور ایک آدھا اسکیچ مجھ بیچارے کا بھی بنا دینا۔"

تیز دوڑتے گھوڑے کی مانند اپنی بات مکمل کرتے ٹھہر کر اس کی جانب دیکھا تو وہ شرم سے سرخ ہو چکی تھی۔ ہلکا سا تبسم چہرے پہ بکھر کر اسے پر کشش بنا رہا تھا۔ معاذ تو اس کے شرمائے لجھائے انداز پہ قربان ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تیرے ہونٹوں پہ تبسم کی وہ ہلکی سی لکیر
میرے تخیل میں رہ رہ کے جھلک اُٹھتی ہے
یوں اچانک ترے عارض کا خیال آتا ہے
جیسے ظلمت میں کوئی شمع بھڑک اُٹھتی ہے

اس کے کان کے پاس گھمبیر لہجے میں سرگوشی کرتے وہ وہاں سے چلا گیا اور جیا کئی لمحے ان الفاظ کو سوچتے الجھتی سلجھتی رہی۔ پھر سر جھٹک کر واپس تقریب میں مشغول ہو گئی۔

جنید کاظمی اپنی بیوی کے ساتھ نئے جوڑے کو مبارکباد دینے کے لیے اسٹیج کی جانب آیا۔

جنید کی بیوی ماہین نے پہلے صالح کو مبارکباد دی پھر آیت کے ساتھ بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگی۔ جنید، صالح کے ساتھ بیٹھا تھا۔ یہی موقع تھا اس سے بدلہ لینے کا۔۔۔ صالح نے گلا کھنکھارا۔

"بھابھی یہ آپ کو کس سواری پہ لے کر آیا ہے؟"

نہایت معصومیت سے سوال پوچھا تو جنید الرٹ ہو گیا۔ اس نے جنید کی جانب دیکھ کر ابرو اچکائی۔ گویا کہنا چاہ رہا ہو کہ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے جو حشر تم نے میرا کیا اب اس کی کچھ سزا تو بنتی ہی ہے۔

"ہم جنید کی گاڑی میں آئے ہیں صالح بھائی۔ اور کس پہ آنا تھا؟"

سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے آخر میں مسکرا کر سوال کیا۔ جنید التجائی نظروں سے اس کو دیکھ رہا تھا جو آج اس کے نقش قدم پہ چل رہا تھا۔

"ماہین سائیڈ پہ آنا ذرا۔ مجھے ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ صوفہ سے اٹھتا اس کو اٹھنے کے لیے کہنے لگا۔ گویا اس کو منظر عام سے ہٹانا چاہ رہا تھا۔ ورنہ اس کی خیر نہیں تھی۔

"جنید کیا ہو گیا ہے ابھی تو بھابھی آئی ہیں۔ بھابھی ویسے اس نے آپ کو بھی کبھی ہیوی بائیک پہ سیر کروائی ہے؟"

مسکراہٹ دبائے اس نے نہایت معصومیت سے سوال داغا اور جنید کاظمی کا دل کیا اس کو سٹیج سے نیچے پھینک دے یا خود بھاگ جائے۔

"کیا مطلب؟"

ماہین نے ناسمجھی سے استفسار کیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کوئی مطلب نہیں اس کی بات کا۔ چلو اب ہمیں گھر جانا ہے نا کافی دیر ہو گئی ہے۔ امی پریشان ہو رہی ہوں گی۔"

وہ ماہین کا ہاتھ تھام کر اس کو صوفے سے کھڑا کر چکا تھا۔ ماہین تو اس کی عجلت دیکھ کر پریشان ہی ہو گئی۔

"تم آنٹی کو کیوں نہیں لے کر آئے؟"

اس کو تنگ کرنا چھوڑ کر اس نے فکر مند ہو کر سوال پوچھا۔

"تم جانتے تو ہو کہ انہیں ہجوم والی جگہ پہ گھٹن ہوتی ہے۔ بس اسی لیے وہ آ نہیں سکیں۔"

اس کی بات کا جواب دیتے وہ ماہین کو لیے سٹیج سے اترا۔

"صالح بھائی آپ کی اور آیت کی جوڑی بہت کمال ہے۔ آپ دونوں ایک ساتھ بہت پیارے لگ رہے ہیں۔ اللہ پاک آپ کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔ بس جلدی سے شادی کروا لیں پھر آپ دونوں ہماری طرف انوائیٹڈ ہیں۔ آفٹر رول جنید آپ کا بیسٹ فرینڈ ہے تو پہلی دعوت تو ہماری طرف بنتی ہے نا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے ان کو مدعو کیا۔

"ان شاء اللہ بھابھی"

صالح نے نظریں نیچی کیے عزت و تکریم سے جواب دیا۔

"اب ہم چلتے ہیں۔ اللہ حافظ"

دونوں کو اللہ کی امان میں دیتے وہ جنید کی ہمراہی میں دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ ماہین کو گاڑی میں بٹھا کر کسی ضروری کام کا کہہ کر جنید دوبارہ سٹیج پہ بیٹھے صالح کی طرف آیا۔

"بھابھی اس کو سمجھا لیں کیوں مجھ معصوم کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ آپ اس کی شکل پہ نہ جانا یہ صرف دکھنے میں ہی معصوم ہے۔ جبکہ میں حقیقت میں معصوم ہوں۔"

اس کی بات پہ جہاں آیت مسکرائی وہیں صالح کا قہقہہ گونجا۔

"تم اور معصوم۔۔۔یا اللہ!"

وہ اس کو زچ کرتے بولا۔ خوشی تو ویسے بھی آج اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"ہاں تو ہیوی بائیک چلانے سے کیا انسان معصومیت کی فہرست سے نکل جاتا ہے۔"اس نے اپنی معصومیت کی گواہی دینا چاہی۔

"کیا آپ ماہین بھابھی سے چھپ کر ہیوی بائیک چلاتے ہیں؟"

آیت نے بات سمجھتے ہوئے سوال پوچھا۔

"چھپایا تو نہیں ہے بس بتایا نہیں ہے۔"

لب دانتوں میں دبا کر کہتے ہوئے وہ صالح کو انگلی دکھاتے چلا گیا۔ پیچھے آیت کھل کر مسکرائی۔

"آپ کیوں اپنے دوست کے لیے پریشانی کھڑی کر رہے ہیں؟"

وہ مستفسر ہوئی۔

"آپ بھی اس کی شکل پہ چلی گئیں۔اس کو سیدھا سا ڈیسنٹ سمجھنے والا بہت بڑی غلطی کرتا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ چہرے پہ زندگی سے بھرپور مسکان لیے بولا تو آیت نے اسے بے حد پیار سے دیکھا۔ جس پہ اس نے اس کے چہرے پہ نگاہیں جمائیں تو اس کے ظاہر اور پوشیدہ ہوتے گڑھوں کو دیکھ اس کا دل چاہا کہ اسے چھوئے۔ مگر وہ نگاہیں پھیر گیا۔ وہ بے اختیار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس کے لیے یہ نعمت ہی کافی تھی کہ وہ اس کی محرم بنی اس کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا اور آخر وہ اسے پا ہی گیا تھا۔

نکاح کی پاکیزہ تقریب اپنے حسن اختتام کو پہنچی تو سب اپنے اپنے گھروں کو ہوئے۔ آیت مصطفٰی اب آیت صالح بنی اپنے کمرے میں کھڑی اس کو سوچ رہی تھی جس نے محبت و عزت سے اس کا ساتھ پایا تھا۔

اچانک اس کے فون پہ بپ ہوئی۔ اس نے دیکھا تو واٹس ایپ پہ ایک وائس تھا۔ تجسس سے وائس آن کیا تو اس کی مسحور کن آواز آئی۔

"مسز صالح کے پاس بھی تو اپنے ہسبینڈ کا نمبر ہونا چاہیئے۔"

اس کی بات پہ وہ شرما گئی۔ اس کے بلو ٹک پہ فوراً ہی دوسرا میسج آیا۔

"اب شرمائیں گی تو نمبر سیو نہیں کر پائیں گی۔"

اس بات پہ اس کی شرمیلی مسکان معدوم ہوئی اور اب تجسس نے جگہ لے لی۔

"آپ کو کیسے علم۔۔۔"

میسج لکھتے لکھتے الفاظ مٹا دیے۔ کافی دیر کوئی جواب نہ بن پایا۔

"کہہ دیں جو دل میں آرہا ہے۔"

اس کا میسج آیا تو وہ جھینپ گئی۔ پہلے نمبر سیو کیا۔

"کس نام سے سیو کیا ہے؟"

اس کی ڈی پی کے شو ہوتے ہی فوری سوال آیا۔ وہ خود اپنی بدلتی کیفیت پہ حیران تھا۔ وہ کیسے اس کو اتنا جان گیا تھا؟ وہ کیسے اتنا شوخ ہو سکتا تھا؟

"جس بھی نام سے کیا ہو۔"

اس نے اتراتے ہوئے جواب بھیجا۔

"یہ غلط بات ہے مسز"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے مسز کہنے پہ اس کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں۔یہ احساس بہت نرم گرم سا تھا۔دل میں عجیب سی خوشگوار کیفیت برپا ہو رہی تھی۔

"پھر کبھی بتاؤں گی۔"

گلٹ محسوس کرتے جواب ٹائپ کر کے بھیج دیا۔

"نکاح کا جوڑا کس کی پسند کا لیا تھا؟"

صالح نے پھر سوال پوچھا۔

"افف۔۔۔آپ کتنے سوال پوچھتے ہیں۔"

اس نے جواب بھیجا جس پہ وہ مسکرا اٹھا۔

"ٹیچر ہوں۔پہلے سوچنا چاہیئے تھا نا"

"اگر یہ بات ہے تو میں بھی ٹیچر ہی ہوں۔"

فخریہ جتایا۔

"آپ تو سچ میں استاد ہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کی ٹیچر ہی تو تھی جو اس کو محبت سکھا گئی۔ جو اس کو وفا پہ یقین کروا گئی تھی۔

"آپ کو کوئی شک تھا کیا؟"

نروٹھے پن سے پوچھا۔

"آپ پہ شک نہیں کر سکتا کبھی۔ آپ نے ہی تو یقین کرنا سکھایا ہے۔"

اس بار اس نے وائس کیا تھا اور اس کے الفاظ میں چھپی عزت اس سے مخفی نہیں تھی۔

"صالح! کیا کچھ ایسا ہے جو ہمارے درمیان مخفی نہیں ہونا چاہئے۔"

اس بار آیت نے بھی وائس کیا۔ اس کے لبوں سے اپنا نام سننا صالح منصور کو بہت میٹھا لگتا تھا۔ اس نے میسج چھوڑ کر کال ملائی۔ محض ایک پل کے وقفے سے آیت نے رابطہ جوڑ لیا۔

"آیت میری زندگی میں کچھ ایسے راز ہیں جن کا آشکار ہونا مجھے مزید تکلیف میں ڈالے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ بھی اس تکلیف سے گزریں۔ میں چاہتا تو کہتا کہ مجھے نکاح کے ساتھ ہی رخصتی چاہئے مگر جانتی ہیں ایسا کیوں نہیں کہا۔ کیونکہ مجھے پہلے اپنے خوف کا سامنا کرنا ہے۔

میں آپ کے اور اپنے تعلق میں کسی ایموشنل سین کو پیدا کر کے ہمدردی کے تحت نہیں جڑنا چاہتا۔ یہ رشتہ محبت، عزت اور وفا کا رشتہ ہوتا ہے۔ مجھے آپ کی وفا پہ یقین آرہا ہے آیت۔ میں چاہتا ہوں آپ بھی ہمیشہ مجھ پر یقین رکھیں۔ کیا آپ صالح منصور کو اس کی ہر خوبی اور خامی کے ساتھ قبول کریں گی؟"

اس کے الفاظ پہ آیت ساکت و صامت ہوئی۔ وہ بیک وقت کتنی گہری اور حقیقی باتیں کر گیا تھا۔ وہ درست سوچتی تھی کہ اس کی محبتوں کا اکلوتا وارث نایاب ویکتا تھا۔

"آیت؟"

دوسری جانب سے ہنوز خاموشی پہ اس نے امید سے اسے پکارا۔

"آپ مجھے ہر حال میں قبول ہیں صالح۔ آزما لیجئے گا۔ آیت کے لیے یہ رشتہ بے حد اہم اور حسین ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پہ ہر قسم کے حالات میں آپ مجھے اپنے ہم قدم پائیں گے۔ یہ آیت صالح کا آپ سے وعدہ ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اپنے نام کے ساتھ اس کے نام کو جوڑتے وہ اسے خوشی کے عجیب سے جذبے سے سرشار کر گئی۔

"اور آیت کو وعدے نبھانے آتے ہیں۔"

اس نے اپنی بات مکمل کی تو صالح پر سکون سا آنکھیں موند گیا۔ وہ اس کی اینٹی ڈپریسنٹ تھی وہ جان چکا تھا۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں ایسے جن سے بات کرنا آپ کو ہر تکلیف سے نکال دیتا ہے وہ اس کے لیے وہی تھی۔

"کیوں ہوا تنی پیاری؟"

آنکھیں بند کیے ایک جذب کے عالم میں پوچھا۔

"آپ کیوں ہیں اتنے پیارے؟"

سوال در سوال پہ وہ دل و جان سے مسکرایا۔ اس کی ہنسی میں زندگی کی جلترنگ گھلی۔ آیت نے اس کی ہنسی کو سنتے آنکھیں موندیں۔ رگ و پے میں سکون سرایت کر گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ابھی بہت سارے سوال ہیں آپ کے لیے مگر اب جواب شادی کے بعد ہی مانگوں گا۔

ابھی خود ہی اندازے لگانا چاہتا ہوں۔"

"صالح"

نہایت مان سے پکارا۔

"جی مسز صالح"

مان سے اس کو اعزاز بخشا۔

"اگر آپ کا سر درد کرے تو پین کلر کی بجائے قہوہ لے لیجئے گا۔ دوائیوں کو عادت نہیں بنانا چاہیئے۔"

اسے محسوس ہوا جیسے وہ ضرورت سے زیادہ پین کلر لیتا ہے۔

"آپ کی اس فکر کی اگر عادت ہو گئی تو؟"

"یہ عادت اپنا لیجئے۔ کیونکہ آپ کی فکر کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔"

استحقاق اور مان بھرا یہ انداز صالح کے دل تک رسائی پا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور کیا کیا اچھا لگتا ہے آپ کو؟"

"مجھے آپ اچھے لگتے ہیں۔ کیا اتنا کافی نہیں"

کمرے کی کھڑکی سے چاند کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"آیت میں آپ کو کسی سے ملوانا چاہتا ہوں۔"

یکلخت آنکھوں میں سرخی لیے وہ اس سے اجازت طلب کرنے لگا۔

"کس سے؟"

آسمان پہ موجود ستاروں کو دیکھتے گویا ہوئی۔

"میرے بابا سے۔ کیا آپ میرے ساتھ ان کی قبر پہ جائیں گی؟ شاید یہ انتہائی عجیب ہو گا آپ کے لیے کہ نکاح کے بعد میں آپ کو کسی اچھی جگہ پہ لے کر جانے کی بجائے قبرستان چلنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔ مگر۔۔۔۔۔۔"

"اگر مگر نہیں۔ میں چلوں گی۔ آپ جہاں بھی لے کر جائیں گے میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

وہ اس کو سرشار کرتی جا رہی تھی اور اسے اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوتا جا رہا تھا۔

"میں کل آپ کی طرف آوں گا اور انکل سے اجازت طلب کر کے آپ کو لے کر جاوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

دونوں کی جانب سے الوداع کہا گیا۔ دونوں نئے جذبات و احساسات سے لبریز اپنے اپنے خیالات کی دنیا میں قید نیند کی وادیوں میں کھو گئے۔

☆☆☆

خوشگوار موسم نے اپنی اجارہ داری سے ہر جانب ہلکی سی ہوا کو پھیلایا۔ اس خوبصورت صبح اٹھ کر فجر کی نماز کے بعد اس نے ریمائنڈر کے طور پہ آیت کو میسج کیا کہ وہ کچھ گھنٹوں تک اس کی طرف آئے گا۔ ناشتہ کر کے وہ نوشین آپا کو مطلع کرتے مصطفیٰ صاحب کی طرف آ گیا۔ اس کی آمد انتہائی غیر متوقع تھی۔ وہ چائے پی رہے تھے جب صالح اندر داخل ہوا کیونکہ دروازہ ریان نے کھولا تھا۔ سب سے دعا سلام کے بعد وہ اصل مدعے پہ آیا۔

"انکل میرے بابا میرے لیے سب کچھ ہیں۔ چند سال پہلے ان کی وفات ہو گئی لیکن وہ ہمیشہ میرے دل میں اپنا مقام قائم کیے ہوئے ہیں۔ جتنا مقام ان کا میری زندگی میں ہے اس لحاظ

سے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی منکوحہ کو بھی ان کی قبر پہ لے کر جاؤں۔ شاید آپ کو اعتراض ہو مگر میں ایک آدھے گھنٹے تک آیت کو ڈراپ کر دوں گا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مجھ پہ بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

نہایت سعادت مندی اور التجائی لہجے سے بولتے اس مرد کی آنکھوں میں جھلکتی نمی ان سے پوشیدہ نہیں تھی۔ یہ بات تو وہ ان کی پوری فیملی سے سن چکے تھے کہ صالح منصور اپنے باپ سے بے حد اٹیچ تھا۔ اس کی تربیت اس کے باپ نے کی تھی۔

"بیٹا وہ آپ کی عزت ہے اور آپ ایک عزت دار انسان ہو۔ میرے لیے یہ کافی ہے۔"

مصطفٰی صاحب نے اس کے شانے پہ تھپکی دیتے شگفتہ بیگم کو آیت کو اطلاع کرنے کو کہا۔

باتوں کا دور چل رہا تھا جب سفید رنگ کے کڑھائی والے سوٹ پہ سیاہ شال سر پہ اوڑھے وہ مصطفٰی صاحب کے پاس آ کر بیٹھی۔ ان سے پیار اور دعائیں لیتے وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے اور صالح نے گاڑی زن سے بھگا لی۔

"کیسی ہیں آپ؟"

ایک نظر اس کے صاف شفاف چہرے پہ ڈالتے اس نے اس کا حال احوال جاننا چاہا۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟"

اس نے خود کو ہشاش بشاش ظاہر کروایا حالانکہ کل فون پہ ہونے والی باتوں کے بعد وہ اندر سے نروس تھی۔

"اپنی لگ رہی ہیں۔"

اس کے جواب پہ اس نے شرما کر چہرے کا رخ ونڈو سائیڈ پہ کر لیا۔

"مجھ سے نہیں پوچھیں گی۔"

اس نے مسکراہٹ دبانے کی کوشش نہیں کی۔

"نہیں"

اس نے گویا مسئلہ حل کر دیا۔ البتہ لہجہ خالصتا ہچکچاہٹ سے لبریز تھا۔

"میں بہت پرسکون ہوں آیت۔ آپ کا ساتھ زندگی کی نوید سنا رہا ہے۔"

اس نے خود اپنے جذبات اس پہ آشکار کیے۔ جس پہ وہ اس کو دیکھ کر رہ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"عنایہ کہہ رہی تھی کہ تعریف فوری ہی کر دینی چاہیئے۔ نہیں؟"

اپنی بات پہ اس کے تاثرات دیکھتے وہ صفائی دیتے ہوئے بولا۔

"اور کیا کہہ رہی تھی عنایہ؟"

اس نے پر تجسس پوچھا۔ کہیں اس کا خفیہ راز تو فاش نہیں ہو گیا۔

"کہہ رہی تھی کہ اس کی آپا بہت پیاری ہیں۔"

سڑک سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھ کر گھمبیر لہجے میں کہا تو وہ ہڑبڑا گئی۔ اس کی ہڑبڑاہٹ پہ وہ گہرا مسکرایا۔

قبرستان میں موجود وہ زندگی سے بیزار انسان اس کی قبر کے پاس زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھے اپنے دل کی تکلیف پہ کراہ رہا تھا۔

"تمہیں خالی ہاتھ کرنا چاہتا تھا۔ خود خالی ہاتھ رہ گیا ہوں۔ تمہارے پیچھے تو تمہاری اولاد ہو گی جن کی نظر میں تم ایک بہترین باپ ہو گے۔ میرا تو نام لینے والا صرف ایک ہی رشتہ بچا ہے جو کبھی بھی مجھے باپ نہیں کہہ سکے گا۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ صالحہ اور میری اولاد جائز

ہے۔ کاش تمہارے دل سے بے وفائی کی اتنی بڑی داستان کو کم کر سکتا۔ افسوس کہ جب تک میرے ساتھ بیتی نہیں مجھے خیال نہیں آیا۔ میں نے اپنا بیٹا اور بیوی کار ایکسیڈنٹ میں ہی کھو دیے جیسے تم نے اپنی بیوی اور تمہاری اولاد نے اپنی ماں کھو دی تھی۔ وہ سب ایک ناٹک تھا کاش کہ یہ سب بھی ایک ڈرامہ ہوتا۔ کاش وہ جلی ہوئی میت میری ہوتی اور میری بیوی اور بیٹا زندہ بچ جاتے۔ تم قبر میں ہو لیکن مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے مجھے کسی نے جیتے جی جان بوجھ کر قبر میں اتار دیا ہے۔ کیا تم جان سکتے ہو میری تکلیف منصور؟ برسوں سے تمہاری فیملی کو توڑنے کی خواہش تھی۔ میں خوش نہیں تھا تو تم کیوں رہتے؟ اگر ایک دوست ٹراما کا شکار ہو تو دوسرا دوست خوش کیسے رہ سکتا تھا؟ تمہاری ہنستی بستی فیملی نے ہمیشہ مجھے میری محرومیوں کی یاد دلائی۔ کیا تھا شروع سے میرے پاس سوائے دولت کے؟ اب بھی تو کچھ نہیں ہے میرے پاس سوائے دولت کے۔ دیکھو منصور میں برباد ہوں۔ لیکن تحسین سعید کو اب تمہاری ہمدردی نہیں چاہیئے۔ تم ہمیشہ میرے ساتھ ہمدردی برتتے تھے۔ تم میرے واحد دوست تھے۔ تم سے پہلے اور تمہارے بعد کوئی دوست نہیں بنا۔ تم کہتے تھے نا کہ دوست

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بنائے نہیں جاتے، دوست تو بن جاتے ہیں۔ ہمارا ساتھ بھی تو خود بخود جڑا تھا۔ مگر میں نے تم سے حسد میں سب برباد کر لیا۔"

وہ رو رہا تھا۔ اس کی قبر کی مٹی کو ہاتھوں میں تھامے اس کا دل شدت سے پھٹ رہا تھا۔

قبرستان آچکا تھا۔ اس نے باہر گاڑی روک کر گاڑی سے باہر نکل کر اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

"میں کھول لیتی۔"

وہ شرمندہ سی بولی۔

"عورت عزت کے قابل ہوتی ہے آیت۔ اس کو جتنی عزت دی جائے اتنی کم ہوتی ہے۔"

یہ وہ کہہ رہا تھا جس نے پوری عمر ایک عورت کی بے وفائی کی سزا کاٹی تھی۔ کوئی شک نہیں تھا کہ منصور ایک اعلی ظرف اور اعلی صفت انسان تھا۔ ورنہ جس انسان نے عورت سے دھوکہ کھایا ہو اس کے منہ سے یہ الفاظ نہایت عجیب لگتے۔ مگر وہ صالح منصور تھا۔۔۔۔

منصور جیسے شریف انسان کا بیٹا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگر اس وقت منصور اس کے دل میں پلنے والے نفرت کے اس بیج کو نہ نکالتا تو یقیناوہ معاشرے کے لیے ایک ناسور بن جاتا مگر وہ معاشرے کے لیے مثال بنا تھا۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے اندر کی جانب بڑھا۔ اپنے بابا کی قبر کے پاس کسی انسان کو بیٹھا دیکھ اسے تشویش ہوئی۔ اس انسان کا رخ دوسری جانب تھا اس لیے وہ جان نہیں پایا کہ وہ کون ہے۔

"آپ ایک منٹ یہاں ٹھہریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اس کو ایک جانب کھڑا ہونے کا بول کر خود قبر کے پاس آیا جہاں کوئی کتبہ بھی موجود نہ تھا۔ یہ حصہ ویران گوشے میں تھا جہاں ان کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔ اس انسان کے شانے پہ ہاتھ رکھتے اس نے اس کو متوجہ کرنا چاہا۔ زمین پہ بیٹھے وجود نے نظر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا۔ دھندلے عکس سے اس کو دیکھتے وہ کھڑا ہوا اور صالح منصور کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔ چہرے کے عضلات تن گئے۔ رگیں نمایاں ہونے لگیں۔ سختی سے لبوں کو بھینچے وہ ضبط کے آخری مرحلے پہ جا کھڑا ہوا۔

"ہمت کیسے ہوئی؟ کیسے۔۔۔ ہمت ہوئی میرے باپ کی قبر کی مٹی کو چھونے کی۔"

اس کو گریبان سے تھام کر وہ اتنے سخت گیر لہجے میں بولا کہ تحسین سعید نے خوف سے اس کو دیکھا۔ اس کی انکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ وہ اسی دن سے ڈرتا تھا اور آج وہ دن آیا بھی تو اس وقت جب دور کھڑی آیت اس کے دھاڑنے پہ سہمی۔ وہ سرپٹ بھاگتے ہوئے اس کی جانب آئی۔

"ت۔۔۔ تم من۔۔ منصور کے بیٹے ہو نا؟"

ہکلا کر بولتے ہوئے وہ اس کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ یا شاید پہچان چکا تھا۔

"دفع ہو جاو یہاں سے"

اس کے گریبان کو جھٹکے سے چھوڑتے وہ پوری شدت سے چیخا تو وہ توازن قائم نہ رکھ پانے کے باعث زمین بوس ہوا۔ اس کے قریب آتی آیت کا سانس پل بھر کو تھم گیا۔ وہ تیزی سے زمین پہ گرے اس وجود کے پاس گئی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے ہمدردی بھرے لہجے پہ صالح منصور نے کرب سے اس کو دیکھا۔

"صالح کیا ہوا؟ کون ہیں یہ؟ آپ کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔ پلیز کچھ بتائیں۔ یہ کون ہے؟"

وہ اس کے پاس آ کر ایک ہی نشست میں اس سے ڈھیروں سوال پوچھ بیٹھی۔

"صالح۔۔۔ تم صالح ہو؟"

برینڈڈ کپڑوں پہ لگی گرد اور دھول کو فراموش کیے وہ تیزی سے زمین سے اٹھا۔

"چلو آیت"

اس کا ہاتھ تھام کر وہ وہاں سے جانے لگا لیکن اس کے قدموں میں گرے اس وجود نے اس کی تمام حسیں مفلوج کر دیں۔ خود کو حواس میں لاتے وہ تیزی سے پیچھے ہٹا۔ آیت سکتے میں اس سارے منظر کو دیکھتی رہی۔

"خدا کا واسطہ ہے مجھے معاف کر دو۔ اپنے باپ سے کہو نا مجھ پہ رحم کرے۔ مجھے مرنا چاہیئے تھا وہ کیوں مر گیا۔ تم جو کہو گے میں کروں گا۔ اپنی ساری جائیداد تمہارے قدموں میں

ڈھیر کر دوں گا۔ لیکن اپنے باپ سے کہو مجھے معاف کر دے۔ اس کی آہ مجھے کھا گئی ہے۔ میں برباد ہو گیا ہوں۔ میرا دل ویران ہو چکا ہے۔ اسے بتاونا میرے پاس کچھ نہیں رہا۔ میرا ایک بیٹا جل کر مر گیا اور دوسرا ذہنی طور پہ مفلوج ہو گیا۔ ساری خطا میری تھی۔ کاش میں اپنے بیٹے کا علاج کروالیتا تو میرا نام لینے والا کوئی تو ہوتا۔ تمہاری ماں۔۔۔"

"مر چکی ہے۔"

شدت ضبط سے کہتے وہ تحسین سعید کو مفلوج کر گیا۔ تحسین سعید اس خاک میں خاک ہوا۔ جو انسان اپنی ماں کو معاف نہیں کر پایا تھا وہ اس کو کیسے معاف کر سکتا تھا؟ وہ جانتا تھا کہ منصور کا ایک بیٹا ان تمام واقعات کے دوران وہاں موجود تھا۔ اسے یاد آیا کہ یہ تو وہی تھا جو صالحہ کی طرح دکھتا تھا۔

سکتے کی حالت میں بیٹھا تحسین سعید یک دم چیخا تھا۔

آیت کا ہاتھ تھامے وہ قبرستان سے باہر چلا آیا۔ گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ بیٹھ گئی۔ دوسری سائیڈ پہ آ کر دروازہ کھول کر خود ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان ہوا۔ چہرہ سرخ ہو رہا تھا تو آنکھیں لال۔ ہاتھوں اور گردن کی ابھری ہوئی رگیں اس کے ضبط کی انتہا بتا رہی تھیں۔

"صالح"

اس کے ہر لمحے کے تاثر کو بغور دیکھتے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر وہ اس کو مخاطب کرنے لگی۔ جس پہ ماضی نے ایک بار پھر وار کر دیا تھا۔

"ریلیکس صالح"

خود کو نارمل رکھتے آیت نے اس کو حوصلہ دیا۔ حالانکہ اس وقت وہ اندر ہی اندر خوفزدہ تھی۔ جانے کیا داستان تھی اس سب واقعے کے پیچھے۔ اس نے چہرے کا رخ اس لڑکی کی جانب موڑا۔

"آئم سوری"

وہ شکستہ بولا تو آیت کا دل کر لایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں آپ کی روح کا حصہ ہوں صالح۔ خود کو اتنی اذیت نہ دیں کہ مجھے تکلیف ہو۔"

اس کی نم آنکھوں کو دیکھ وہ روتے ہوئے بولی تو صالح نے افسوس سے اس کو دیکھا۔ اس کے آنسوؤں کو اپنے انگوٹھے کی پشت سے صاف کرتے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کچھ پوچھو گی نہیں؟"

اس کی آنکھوں میں دیکھتی آیت نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ وہ جو دھڑا دھڑ سوال کر بیٹھی تھی اب ان سیاہ آنکھوں میں ہر جواب کو پڑھ سکتی تھی۔ صالح نے اپنا بایاں ہاتھ پھیلایا تو وہ اس کے کندھے سے سر ٹکا گئی۔ قبرستان کے باہر اس حصے میں مکمل خاموشی اور ویرانی تھی۔ بالکل اس طرح جس طرح کسی وقت صالح کے وجود میں خاموشی اور ویرانی رہا کرتی تھی۔

"میرا سکون ہو تم آیت۔ رب تعالیٰ نے جو سکون اس حلال اور پاکیزہ رشتے میں رکھا ہے میں اس کو محسوس کر سکتا ہوں۔ تمہیں تکلیف پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تمہیں تکلیف سے بچانا چاہتا تھا اسی لیے صرف نکاح کا کہا تھا کیونکہ تمہیں کھونے سے ڈرتا تھا۔ ورنہ روح کے حصے کو خود سے دور تو نہیں نا رکھتے۔"

اس کے چادر سے ڈھکے سر پہ بوسہ دیتے ہوئے وہ جذب میں بولا۔

"جب آپ کو لگے کہ آپ کو مجھ سے اپنی ذات کو مخفی نہیں رکھنا تو میں سنوں گی آپ کو۔ جج نہیں کروں گی۔ بھروسہ کرتی ہوں آپ پہ اور اس بھروسے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہو گی۔"

اس کے شانے پہ سر دھرے اس کے دائیں ہاتھ کو تھامے اس محفوظ پناہ میں وہ اس کو یقین دلانے لگی۔ اور اس پہ یقین ہی تو صالح منصور کو زندگی کی جانب لایا تھا۔

"آج مجھے علم ہو گیا ہے کہ میں اپنے ہر خوف سے لڑ سکتا ہوں۔ جس انسان کو دیکھ کر اسے قتل کرنے کا خیال آئے دیکھو میں اس پہ ہاتھ تک نہیں اٹھا سکا۔ میں جان گیا ہوں کہ میرے بابا کی تربیت جیت گئی ہے۔ اب میں خود کو آیت کے قابل سمجھنے لگا ہوں۔"

وہ جو اس کے کندھے سے سر اٹھا چکی تھی اس کی بات پہ سر جھکا گئی۔

"ایک ساتھ کالج جانا قبول ہے مسز؟"

چند لمحے پہلے کی سخت کیفیت سے نکلتے وہ مسکراتے چہرے سے بولا تو آیت نے سکون کا سانس بھرا۔

"آپ لیٹ تو نہیں کروائیں گے جیسے وین والا کرواتا ہے۔ کیونکہ مجھے اپنی جاب بہت عزیز ہے۔"

ابرو اچکا کر جتاتے انداز میں پوچھا۔ وہ دونوں ہی اس تلخ واقعے سے باہر نکلنے کی تگ و دو کر رہے تھے۔

"بالکل نہیں۔ ہم وقت پہ جایا کریں گے اور اپنا فرض بخوبی سرانجام دیں گے۔"

وہ اس کے ہاتھ کی پشت کو چومتے بولا جس پر وہ جھینپ گئی۔

"گھر چلیں؟"

ونڈو سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل انکل سے ایک آدھ گھنٹے کا کہا تھا۔ اب تو پکا انہوں نے دوبارہ آپ کو کہیں لے کر جانے کی اجازت نہیں دینی۔"

وہ فوراً گاڑی سٹارٹ کر کے ریورس کر چکا تھا۔

"مطلب آپ کو دوبارہ اجازت چاہیئے؟"

وہ شرارتی انداز میں مستفسر ہوئی جس پہ صالح نے نفی میں سر ہلایا۔

یقیناً وہ اپنی روح کے اس حصے کو جلد ہی مکمل اپنے نام کرنا چاہتا تھا۔

دس منٹ میں اس کو گھر ڈراپ کر کے وہ واپس اپنے گھر آیا۔

برسوں کے خوف سے ہمت اور حوصلے سے نمٹتے ہوئے اس کے دل سے ہر ڈر باہر نکل آیا تھا۔ اس کے باپ کی ریاضت ضائع نہیں ہوئی تھی۔ اس محرم کا ساتھ اس کے حوصلے کو بڑھا ضرور گیا تھا۔ پاکیزہ رشتے کے اس احساس نے اس کو تقویت ضرور بخشی تھی۔ مگر اس نے اپنے ڈر اور خوف کا سامنا خود کیا تھا۔ اپنے ہر کرب سے وہ تنہا لڑا تھا۔ کیونکہ کوئی کسی کو ٹراما سے نہیں نکال سکتا۔

ہر انسان کو اپنے لیے یہ کام خود ہی کرنا ہوتا ہے۔

اور صالح منصور نے زندگی کے سب سے بھیانک خوف میں سے ایک کا سامنا کر لیا تھا۔

نہ جانے جو وقت اس کو مزید آزمانے کا ارادہ کیے ہوئے تھا وہ اس کی زندگی میں کیا موڑ لانے والا تھا۔

☆☆☆

ابر آلود موسم نے گرمی کے دنوں میں فرحت بخش ماحول قائم کر کے ہر ذی روح کو تازگی اور ٹھنڈک پہنچائی تھی۔ اسی خوشگوار موسم میں وہ اس وقت ارحا کے گھر موجود تھی۔ اسے اپنی شادی کے لیے برائیڈل ڈریس لینا تھا چونکہ ایک ماہ بعد اس کی رخصتی طے پائی تھی۔ صالح نے ولیمہ کا ڈریس بھی اسی کو پسند کرنے کے لیے کہا تھا جو وہ نوشین آپا اور شائستہ بھابھی کے ساتھ جا کر پسند کر چکی تھی مگر ابھی تک اس نے رخصتی کے لیے جوڑا نہیں لیا تھا۔

"پہلے اپنے نکاح کی تصاویر دکھاؤ شاباش۔"

ارحا بھرم دکھاتے ہوئے بولی۔

"واپس آ کر دکھا دوں گی۔ بلکہ سینڈ کر دوں گی دیکھتی رہنا۔"

وہ جلد بازی میں بولی۔

"ہاں کر دی تم نے سینڈ۔ ایک ہفتہ ہو چکا ہے تمہارے نکاح کو اور محترمہ کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے۔ مجال ہے جو ایک بھی تصویر دکھائی ہو۔"

وہ اس کو لتاڑتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو خود کھینچ لیتی۔"

وہ بھی کہاں کم تھی۔

"جب تمہیں پتا ہے کہ مجھ سے یہ تصویریں نہیں کھینچی جاتیں تو بولنے کا فائدہ۔" اس نے کمر پہ ہاتھ دھرتے جتاتے ہوئے کہا۔

اس پر آیت نے موبائل لاک کھول کر اس کے حوالے کیا کہ لو بھئی جلدی دیکھو اور چلو۔

"یار تمہاری اور صالح بھائی کی جوڑی کتنی کیوٹ ہے نا۔ ایسے جیسے ایک دوسرے کے ساتھ مکمل ہو۔"

تصاویر دیکھتے ہوئے وہ تعریفی انداز میں بولی تو اوپری منزل پہ جانے کے لیے اس کے کمرے کے پاس سے گزرتی صالحہ کے قدم منجمند ہوئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا انہوں نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک نظر اندر دیکھا تو اس لڑکی پہ نظر ٹھہر گئی جو ایک بار پہلے بھی اس سے مل چکی تھی۔اس کو دروازے میں ایستادہ پا کر ارحا نے انہیں مخاطب کیا۔

"آنٹی آئیں نا اندر۔"

"نہیں بس میں گزر رہی تھی۔"

وہ شرمندہ سی ہوئیں۔

"دیکھیں میری دوست کا نکاح ہو چکا ہے اور اب ہم اس کی شادی کی شاپنگ کے لیے جا رہے ہیں۔ لیکن اس نے اب جا کر نکاح کی تصاویر دکھائی ہیں۔ آپ بھی دیکھیں نا۔"

ان کی شرمندگی دور کرنے کی نیت سے وہ آفر کرتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ کبھی تصاویر دیکھنے کی خواہش مند نہ ہوتی مگر صالح کے نام پہ بس اسکا دل چاہا کہ ایک بار وہ یہ تصاویر دیکھ ہی لیں۔ کیا معلوم وہ ان کا ہی صالح ہو۔ وہ دونوں بیڈ پہ براجمان تھیں جبکہ وہ سامنے موجود صوفہ پہ آ کر بیٹھ گئیں۔ارحا نے تصاویر کھول کر ان

کے سامنے کی تو پہلی ہی تصویر کو دیکھتے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی۔ سفید پرنس کوٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس وہ وجاہت سے بھرپور مردان کا بیٹا صالح تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اس تصویر کو دیکھتی رہیں اور آیت ان کو۔ آخر کیسی مشابہت تھی جو اسے اس عورت کے چہرے اور روپ میں محسوس ہوتی تھی۔ سکرین پہ دیکھتے آہستہ آہستہ نمی آنکھوں میں جھلکتے بالآخر رخسار پہ پھیل گئی۔ ارحا اور آیت ان کے آنسوؤں کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"آپ ٹھیک ہیں آنٹی؟"

ارحا فکر مند سی ہوئی۔

"میرے بیٹے کا نام بھی صالح ہے۔"

وہ بولیں تو ان دونوں کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر گئیں۔ وہ دونوں تو صرف یہی جانتی تھیں کہ ان کا ایک بیٹا ہے جو ذہنی معذور ہے۔

"آپ کا بیٹا کہاں ہے؟"

جانے کس خدشے کے تحت آیت نے یہ بات پوچھ لی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ تو وہیں ہے لیکن میں وہاں نہیں رہی۔"

غمناک لہجے میں کہتے وہ صوفہ سے اٹھیں۔اور آیت کے قریب آ کر اس کے سر پہ بوسہ دیا تو وہ حیرت کا مجسمہ بنی گئی۔اسے ان کی جانب سے اس رد عمل کی توقع نہ تھی۔

"ہمیشہ خوش رہنا اور اپنے شوہر کا بہت خیال رکھنا۔وہ سارے جہان کی خوشیوں کا حقدار ہے۔"

اس کے سر پہ پیار دیتیں وہ نم آنکھیں لیے مڑ گئیں اور آیت ان کے اس انداز پہ بہت کچھ سوچنے پہ مجبور ہو گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆

ماضی کے دھندلکوں کو سوچتے وہ گہری سوچ میں مبتلا تھیں۔

احسن سو چکا تھا۔اسکول میں بریک کا وقت ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔وہ فورا کچن میں گئیں اور ضروری سامان بنا کر پیک کر کے ارحا کو بتاتے گھر سے روانہ ہو گئیں۔ان کے لیے ایک یہی سکون کی بات تھی کہ احسن کی نیند بہت پکی تھی۔اسی لیے وہ ارحا کو ایک بار چیک کرنے کا کہہ کر اپنا کام پورا کرنے کے لیے سکول چلی جایا کرتی تھیں۔

"کاش میرے پاس ادویات کے پیسے ہوتے تو احسن کی جانب سے فکر کم ہو جاتی۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو اس کا کیا بنے گا۔"

کنٹین میں چیزیں ترتیب سے رکھتے اس سوچ نے ان کے ذہن کا احاطہ کیا۔ لرزش کرتے ہاتھوں میں نمایاں جھریاں دیکھتے وہ کسی اور ہی سوچ میں غرق تھیں۔

کھانا کم اور صرف ضرورت جتنا ہی مل رہا تھا جس کے باعث ان کی صحت دن بہ دن گرتی جا رہی تھی۔ شدید پریشانی اور پچھتاوے میں مبتلا صالحہ برسوں قبل ہی ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ بن چکی تھیں۔ انہیں اپنی زندگی پہ اعتبار نہیں تھا وہ احسن کو کسی محفوظ پناہ میں دینا چاہتی تھیں۔ مگر کون؟

یہ سوچ اب انہیں پریشان کیے ہوئے تھی۔

☆☆☆

صالح کی کال آئی تو اس نے بلا جھجھک ریسیو کر لی۔ ان کے درمیان تکلف کی حائل دیوار اب تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ وفا، محبت اور عزت کے اس حسین رشتے میں ان دونوں کے درمیان بے پناہ اپنایت سرایت کر چکی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیسی ہیں؟"

اس کی مسحور کن آواز پہ اسے اپنے اندر تقویت اترتی محسوس ہوئی۔

"بہت پیاری"

اس نے شرارتی انداز میں کہا تو صالح کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"کچھ نیا بتائیں۔یہ تو میں بخوبی جانتا ہوں۔"

رائٹنگ ٹیبل کی کرسی سے ٹیک لگا کر شرارت بھرا جواب دیا۔

"اب اپنی تعریف خود کرتی اچھی تھوڑی نا لگوں گی۔"

لب دانتوں میں دبائے وہ مسکرا کر بولی تو وہ مزید مسکرایا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل غالبا آپ یہی کر چکی ہیں۔"

وہ محظوظ سا بولا۔

"کتنا حساب رکھتے ہیں آپ"

وہ منہ بسور گئی تو وہ اس کی بچگانہ بات پہ ہنسا۔

"اچھا رخصتی کے لیے جوڑا لے لیا؟"اچانک کسی یاد کے تحت استفسار کیا۔

"مجال ہے جو تھوڑی سی تعریف ہی کر دیں۔"

دھیمی آواز میں نروٹھے پن سے کہا تو صالح کی آنکھیں خوشی سے کھلیں۔اس کی مسز بہت ہی معصوم تھی۔

"کیا کہا؟"

جانتے بوجھتے پوچھا۔غالبا تنگ کرنے کی نیت تھی۔

"لے لیا ہے جوڑا۔"

وہ ناراضی سے بولی۔

"گڈ۔کس رنگ کا لیا ہے؟"

دوسرا سوال حاضر تھا۔

"بلیک"

یک لفظی جواب۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"نائس۔ ویسے آپ کو کیسے علم ہوا کہ میں بھی بلیک لے رہا ہوں۔"

اپنے سامنے میز پہ موجود کتاب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کبوتروں نے بتایا ہے۔ اور کچھ؟"

وہ ناراض ہو رہی تھی کیونکہ آج صالح منصور صرف اس سے سوالات ہی پوچھ رہا تھا۔

"آیت"

وہ چپ رہی۔ یہ اس کی ناراضگی کا اظہار تھا۔

"مسز!"

اس نے مان سے دوبارہ پکارا۔

"ہوں"

پر شکوہ آواز۔

"کافی خراب سینس آف ہیومر ہے آپ کا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تو وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ اسے پیار بھرے انداز سے کچھ کہے گا اس بات پہ تپ ہی تو گئی۔

"میں آپ کی کال کاٹنے والی ہوں۔"

وہ دھمکی آمیز لہجے میں گویا ہوئی۔

"مسز میں مذاق کر رہا تھا۔"

وہ کرسی سے ٹیک ہٹا کر بولا۔ سچ مہنگا ثابت ہونے والا تھا۔

"میں کیسے مان لوں؟"

شک بھرا انداز اور لہجہ خالصتاً بیویوں والا۔

"اتنا یقین کرتی ہیں تو اتنی سی بات میں شک؟"

بہت مان سے کہا گویا یقین ہو کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہو سکتی۔

"صالح"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے لہجے پہ یک دم ایک شبیہہ آیت کی آنکھوں کے پار جھلکی تو اس نے بے ساختہ اسے پکارا۔

"کہیں" وہ سامع بنا اس کے بولنے کا منتظر ہوا۔

"کچھ نہیں"

کچھ پوچھتے پوچھتے ٹھہر گئی۔

"آیت آپ کو کچھ بھی پوچھنا ہو تو پوچھ سکتی ہیں۔"

اسے محسوس ہو گیا تھا گویا وہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔

"پوچھنا چاہتی ہوں مگر ابھی مناسب نہیں۔ صحیح وقت کا انتظار ہے۔"

"آپ کسی بھی وقت کہہ دیا کریں۔"

"نہیں ہر بات کے لیے ایک موقع ضروری ہوتا ہے۔ غلط وقت پہ صحیح بات بھی کر دی جائے تو مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ بس جب لگے گا کہ اب مناسب ہے تو پوچھ لوں گی۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"کافی سمجھ دار ہیں۔"

تعریفی انداز اپنایا۔

"سینس آف ہیو مر خراب ہے تو کیا عقل بھی خراب ہو جائے گی۔"

ناراضگی ہنوز قائم تھی۔

"مسز صالح آپ کی محبت کافی ہے۔ عقل اور سینس آف ہیو مر کا کیا کرنا ہے میں نے۔" وہ دلگیر لہجے میں اظہار کر گیا۔ مگر بھلا ہو ایسے اظہار کا۔

"مطلب آپ کو سچ میں لگتا ہے کہ میرا سینس آف ہیو مر خراب ہے؟"

سوالیہ انداز۔۔۔ حیران کن تاثرات۔۔۔ شاکی پن کی کیفیت۔

"تعریف کرنی ہے یا سچ بولنا ہے؟"

لب دانتوں میں دبائے شریر لہجے میں بولتا ہوا صالح منصور اپنے خول سے نکل چکا تھا۔

"صالح"

صدمے سے بھرپور بآواز بلند کہا۔

"تنگ کر رہا ہوں آیت۔"

وہ جتانے والے لہجے میں گویا ہوا۔

"مجھے ہی تنگ کرنا ہے۔"

آیت روہانسی ہوئی۔

"اور کس کو کروں؟اب آپ بیوی ہیں تو آپ کو ہی تنگ کروں گا نا۔"

لاجک پیش پیش تھا۔

"کر لیں کر لیں۔ کیا یاد کریں گے کس سخی سے پالا پڑا ہے۔"

دریا دلی سے جتایا۔

"اچھا بتائیں نا۔سیاہ رنگ کیوں منتخب کیا؟"

وہ واپس سوال کی جانب آیا۔

"پھر سے سوال"

وہ برا مان گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سوال نہیں۔جاننا چاہتا ہوں۔"

"شادی کے بعد بتاؤں گی۔"

اٹل لہجے میں کہا۔

"کچھ خاص ہے کیا؟"

رائٹنگ ٹیبل پہ موجود رجسٹر پہ پین سے لائنیں کھینچتے پوچھا۔

"ہے تو بہت خاص"

کھڑکی کے پاس موجود باہر کے مناظر پہ نظریں دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"چلیں انتظار کرتا ہوں۔حالانکہ اب وقت بہت آہستہ اور دھیما گزرتا محسوس ہو رہا ہے۔"

وہ کھویا کھویا بولا۔

"کلاک کے سیل چیک کریں۔"

مسکرا کر نادر مشورہ دیا۔

"چیک کیے ہیں۔مگر یہ گھڑی اور سیل کا مسئلہ نہیں ہے۔"

رجسٹر سے نظریں ہٹا کر جواب دیا۔

"پھر کیا مسئلہ ہے؟"

تجسس کی آمیزش شامل کیے پوچھا۔

"دل کا مسئلہ ہے۔"

وہ گہری آہ بھر کر بولا تو اس کی بات سمجھتے آیت کے چہرے پہ سرخ رنگ نے رونق بکھیری۔ چہرے کے گڑھوں نے عیاں ہوتے مدھم سی مسکراہٹ بکھیرتے اس حسین چہرے کو رعنائیت بخشی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اللہ حافظ"

اس نے تیزی سے کہہ کر کال کاٹی تو صالح مسکرائے بنا نہیں رہ سکا۔

"مسز آپ تو چھوٹی سی بات پہ گھبرا جاتی ہیں۔ ویسے کہتی ہیں کہ تعریف کیا کروں۔"

آنکھوں میں اس کا چہرہ سموئے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ یہ لڑکی اس کے ہر خسارے کو پورا کر گئی تھی۔

☆☆☆

سیاہ رات جس کو آرام کی نیت سے رب العزت نے انسان کو ودیت کیا۔ جس نے انسان کے گہرے رازوں کو خود میں ڈھانپا وہ دھیرے دھیرے ڈھلتی روشن دن کی نوید سنانے لگی۔ پرندوں کے غول اتفاق و اتحاد سے فضا میں پر پھیلائے قابل دید منظر پیش کرنے لگے۔ دور افق پہ موجود بادلوں کے چند ٹکڑوں نے نمودار ہوتے موسم کو خوشگواریت کا احساس دلایا۔ روشن دن کے وقت اس روشن کمرے میں وہ اپنے ڈریس کو دیکھ کر دھیما سا مسکرائی۔ ہاں وہ ایک توہم پرستی کی رسم کو فاش کرنے والی تھی اور یہ چیز اسے سکون دے رہی تھی۔ اس کے گھر والے اس کے ساتھ تھے۔ اس کے ہم سفر کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ ارحا جلد بازی میں دروازہ کھولتے اس کے کمرے میں آئی۔

"جلدی کرو آیت۔ تمہارا ڈریس اور جیولری کہاں ہے میں گاڑی میں رکھوا دوں۔ اور فٹافٹ نیچے آو۔ وقت نہیں ہے۔"

وہ جلد بازی میں لگ رہی تھی۔ جیسے آیت نے اس کی شادی کے فنکشنز میں بھرپور ذمہ داری کا مظاہرہ کیا تھا وہ بھی یونہی کر رہی تھی۔ گویا دوستی کا حق نبھا رہی تھی۔

"ہاں چلو"

پاؤں میں جوتے پہنتے سیاہ چادر اوڑھے وہ اس کے ساتھ ہی نیچے آئی۔ گھر والوں سے پیار لے کر وہ ارحا کے ساتھ اس کی گاڑی میں آئی۔ نوید نے اپنی گاڑی ارحا کے حوالے کر دی تھی تاکہ اس کو آسانی رہے۔ معاذ نے تو کہا تھا کہ وہ آیت کو پارلر سے پک اینڈ ڈراپ دے دے گا مگر ارحا کے ساتھ جانا زیادہ مناسب تھا۔ وہ پارلر کو روانہ ہو گئیں۔

معاذ، مصطفیٰ ماموں کے ساتھ مل کر ہال اور کھانے کے انتظامات دیکھ رہا تھا۔

دوسری جانب وہ جنید کے نرغے میں یرغمال بیٹھا تھا۔

"خبردار جو میرے چہرے کو ہاتھ بھی لگایا تو۔"

وہ انگلی دکھاتے وارننگ دیتے ہوئے بولا۔ کمبخت اسے کس مقام پہ لے آیا تھا۔

"بھائی جلدی کرو شاباش۔ تم سے ایک آدمی قابو نہیں ہو رہا۔"

وہ سیلون کے صحت مند ورکر کو اشارہ کرتے ہوئے افسوس سے بولا۔

"میں تمہاری بائیک کا چرچا سرعام کر دوں گا۔" جان لیوا وارننگ حاضر تھی۔

"تو کر دے بھائی۔ جتنی بار تو نے دھمکی دی ہے نا اس سے اچھا ہے تو ایک بار بتا ہی دے۔"

وہ صاف چڑاتے ہوئے بولا۔ اسے معلوم تھا اس کا دوست اسے کسی کنویں میں نہیں دھکیلے گا۔

"تم نے مجھے لڑکی سمجھا ہوا ہے جو میں میک اپ کرواں۔ شرم نہیں آتی۔" وہ سخت جھنجھلایا ہوا بولا۔ کس گناہ کی سزا تھی یہ حرکت۔

آہ! کس کو شرم کا احساس دلا رہا تھا صالح۔

"آتی ہے میرے بھائی۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ تیری تصاویر لش پش آئے جیسی میری اپنی شادی پہ آئی تھی۔"

تفاخر بھرے لہجے میں بولا گویا نوبل پرائز لے چکا ہو۔

"ایک نمونہ کافی ہے دنیا میں۔ ہٹو پیچھے۔"

وہ اس کو پرے کرتا کرسی سے اٹھا۔ ورنہ انہونی ہوتے دیر ہی کتنی لگتی ہے۔

"خود ہی تو آئے ہو اب نخرے نہ کرو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جنید یک دم ہی سنجیدہ ہوا۔اتنی مشکل سے تو اسے اب تک قابو کیا تھا مگر وہ تھا کہ بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔

"تم ہیئر کٹ کے لیے اچھے سیلون کا بول کر لائے تھے اور یہاں میک اپ کا پلان بنائے بیٹھے ہو۔اتنا شوق ہے تو خود ہی کروالو۔"

وہ اس کو لتاڑتے باہر کی جانب بڑھا۔ور کر عجیب نظروں سے جنید کو دیکھنے لگا۔

"تم بھی مجھے ہی گھورو۔اتنی صحت کا فائدہ اگر ایک بندے کو قابو نہیں کر سکے۔پتا نہیں تم لوگوں کا سیلون اتنا کیسے چلتا ہے۔قائل کرنا تو آتا نہیں ہے کسٹمر کو۔"

وہ صالح کے جانے کے بعد ور کر کو سنا کر ہی باہر آیا۔

"بندہ دوست کا مان ہی رکھ لیتا ہے۔"

وہ گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑے صالح سے مخاطب ہوا۔

"تمہارے مان رکھنے لگا تو تم میری عزت کا جنازہ نکال دو گے۔"

فون پہ ضروری پیغامات کو دیکھتے جواب دیا۔

"قدر ہی نہیں ہے۔"

وہ افسوس بھرے لہجے میں بولا۔

"اوور ایکٹنگ نہ کرو اور چلو۔"

وہ اس کو گاڑی میں بیٹھنے کا بول کر خود گاڑی میں بیٹھا۔ جنید کاظمی نے گاڑی زن سے بھگائی۔

"دل چاہ رہا ہے محلے کے کسی نائی کے پاس چھوڑ کر آوں تمہیں۔"

وہ دانت پیستے بولا۔

"مہربانی ہو گی۔"

اس نے کوئی خاص اثر نہیں لیا۔ جس پہ وہ اس کو ڈھیروں سناتا ڈرائیو کرنے لگا۔

دوستوں کی اس دوستی میں ایک دوسرے کا ساتھ زندگی کے ہر کٹھن وقت میں بہار کی مانند تھا۔ اور بہار میں یہ دوستی اپنی رعنائیاں بکھیرتی سب سے خوشبودار پھول کی مانند تھی۔

☆☆☆

خوبصورت سفید پھولوں سے سجا شادی کا ہال اپنی دلکشی میں بے مثال تھا۔ ساری سجاوٹ آیت کی فرمائش کے مطابق سفید رنگ سے ہی کی گئی تھی۔ سفید ٹائلز، سفید کرسیاں، سفید

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میزیں گویا ہر شے کو اس صاف رنگ سے سجایا گیا تھا۔ وہ بغیر بینڈ باجے کے بارات لے کر آیا۔

مکمل سیاہ تھری پیس کے ساتھ سیاہ ٹائی اور سیاہ ہی شوز پہنے وہ وجاہت سے بھرپور مرد سب سے منفرد اور ہینڈسم دکھ رہا تھا۔ صاف چمکتی رنگت پہ ہلکی بڑھی بیئرڈ اس کو گریس فل بنا رہی تھی۔ نفاست سے سجائے گئے بال اس کو بے انتہا ہینڈسم لک دے رہے تھے۔ سب کی نگاہیں اس وجیہہ مرد سے ہٹنے سے انکاری تھی۔ وہ محفل کی جان بنا کسی کی جان نکالنے کے ارادے رکھتا تھا۔ مصطفٰی صاحب اور شگفتہ بیگم نے معاذ کی فیملی کے ساتھ مل کر ان کا استقبال کیا۔ جیا کی آمد پہ معاذ کے چہرے پہ دلفریب مسکان نے احاطہ کیا۔ ٹی پنک کامدار میکسی جس پہ بے انتہا نفیس کام ہوا تھا اسے زیب تن کیے، دوپٹے کو دائیں کندھے پہ سیٹ کیے بھورے بالوں کو کرل ڈال کر چھوڑے بھاری آویزوں سے کانوں کو سجائے وہ ہوش ربا روپ میں معاذ کے دل کی دھڑکن تیز کر گئی۔ معاذ کی جانب نگاہ اٹھتے ہی وہ ان آنکھوں میں دیکھنے کی سکت نہ رکھ پائی اور تیزی سے منظر عام سے غائب ہوئی۔ معاذ نے اس کی جلد

بازی اور ہڑبڑاہٹ پہ بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ اگلے ماہ ان کا نکاح اور ساتھ ہی رخصتی طے ہو چکی تھی۔ اسی لیے جیا اب اس سے بہت ہچکچاتی تھی۔

سب اپنی اپنی باتوں میں مگن تھے جب سارے ہال کی بتیاں بجھا دی گئیں۔ سپاٹ لائٹ روشن ہوئی تو وہ گہرے سیاہ رنگ کے لہنگے پہ سیاہ لانگ کرتی پہنے جس پہ سیاہ ہی کام ہوا تھا اس پہ سیاہ باریک کا مدار دوپٹے کو سر پہ ٹکائے، سلور نفیس اور ہلکی سی جیولری پہنے، سیاہ ہیلز کو پاؤں کی زینت بنائے، نیچرل میک اپ سے مزین ایک منفرد دلہن دکھ رہی تھی۔ آیت کا یہ دمکتا روپ صالح منصور کو گھائل کر گیا۔ دل کو چھو لینے والی مسکان نے اس کے چہرے کو چھوا۔ ہال میں چہ مگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اور وہ دونوں ہی اس کی وجوہات سے باخبر تھے۔ مکمل اعتماد سے قدم قدم چلتے وہ سٹیج کی جانب بڑھنے لگی۔

"بارات پہ اتنا منحوس رنگ پہن رکھا ہے۔"

کسی کی اونچی سرگوشی اس کی سماعت میں گھلی۔ جس پہ ایک جاندار مسکراہٹ نے اسکے چہرے کا احاطہ کیا۔

"ہائے زارا یہ تیری جیٹھانی کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔اس نے اپنی رخصتی پہ یہ کونسا رنگ پہن رکھا ہے۔"

زارا کی ماں کی آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ آیت کے کانوں تک پہنچتی۔اس کی مسکراہٹ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

"پتا نہیں آج کل کی نوجوان نسل کو کیا ہو گیا ہے۔ بھلا اتنی خوشی کے موقع پہ سوگ والا رنگ کون پہنتا ہے۔"

ان سب کی باتوں کو سراسر نظر انداز کرتے وہ مسکرا کر پراعتماد چال چلتی سٹیج کے پاس پہنچی تو صالح منصور نے اپنا مضبوط ہاتھ آگے بڑھاتے اپنی محرم کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ مکمل سیاہ رنگ میں ملبوس دونوں وجود ایک دوسرے کے ہمراہ مکمل دکھ رہے تھے۔

"بلیک کوئین"

صالح نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ شرما گئی۔

فی میل کیمرہ مین ہائر کی گئی تھی جو اس کپل کی تصاویر اتارنے لگی۔

"زارا تیری جیٹھانی نے تو لگتا تیرے جیٹھ پہ جادو کر دیا ہے۔ جس کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا اس کے چہرے سے مسکراہٹ نہیں ہٹ رہی۔ بڑا میسنا نکلا یہ تو۔ کہہ رہا تھا شادی نہیں کروائے گا اور اب دیکھو کیسے خوش ہے۔"

زارا کی ماں کو اپنی بیٹی کے اس مقام پہ نہ ہونے کا دکھ کھائے جا رہا تھا۔

"خدا کا واسطہ ہے ماما کیوں کسی کی خوشیوں کی دشمن بنی ہوئی ہیں۔ صالح بھائی کو ہنستا مسکراتا دیکھ ساری فیملی بے حد خوش ہے۔ آپ کسی کے نصیب سے نہیں لڑ سکتے۔ اس لیے جو جیسا ہے اس پہ خوش رہیں۔ حسد کی آگ راکھ کر دیتی ہے۔ اللہ میری بہن کو بہت اچھا جوڑ دے گا۔ آپ فکر نہیں کریں۔"

زارا نے سمجھ داری سے بات سمیٹی تو اس کی ماں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

کسی وجود نے اس گفتگو کو سن کر بے چینی سے لب کاٹے۔

صالح کے برابر بیٹھی نوشین اس کے اور آیت کے صدقے واری جا رہی تھیں۔ ان کی تو دعائیں قبول ہو گئی تھیں۔ وہ خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ فیملی فوٹو کا وقت ہوا تو جواد کے ساتھ شائستہ بھابھی آ کر کھڑی ہوئیں۔ صوفہ کے پیچھے زارا اور شہروز کھڑے ہوئے۔ نوشین آپا کے ساتھ تیمور بھائی نے صوفہ کے برابر کی نشست سنبھالی۔ صوفہ پہ موجود صالح اور آیت نے مسکرا کر سامنے دیکھا تو کلک ہوا۔ اور اسی کلک پہ سیاہ عبایا میں ملبوس وجود کے دل کو دھچکا لگا۔ دو آنسو ٹوٹ کر گال پہ پھسلے۔ سامنے منظر کو دیکھتے اس وجود نے دو قدم پیچھے کی جانب لیے اور پھر مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتے کئی لوگوں کے ساتھ ٹکراتے وہ ہال سے باہر آ گیا۔

صالح کی فیملی کے بعد آیت کی فیملی کے ساتھ فوٹو کلک کی گئی۔ جیا آیت کے برابر آ کر بیٹھی تو معاذ بھی کیمرہ مین بن گیا۔ جیا نے اسے گھوری سے نوازا تو وہ فون نیچے کر گیا۔ آیت ان کی معصومانہ حرکات دیکھتے کھلکھلائی۔ ماہین اور جنید ان کو مبارکباد دینے آئے تو ماہین انہیں دعوت دینا نہیں بھولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر تیری تصاویر لش پش نہ آئیں تو مجھے نہ کچھ کہنا۔"

وہ اس کے پاس بیٹھتے اس کے کان میں بولا تو صالح نے ابرو اچکائی۔

"مجھے نہیں چاہئے لش پش تصاویر۔"

وہ لش پش پہ خاصا زور دیتے اسے زچ کرتے ہوئے بولا۔

"اتنی جلدی بدل گیا ہے تو۔"

وہ روہانسا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

"مسٹر سائیکیٹرسٹ یہ اوور ایکٹنگ کس کالج سے سیکھی؟"

وہ مستفسر ہوا۔

"یہ تو پیدائشی ٹیلنٹ ہے۔ بس کبھی غرور نہیں کیا۔"

وہ فرضی کالر جھاڑتے ہوئے بولا۔ صالح نے افسوس سے اسے دیکھا۔ پتا نہیں اسے ڈاکٹری ڈگری کس نے دے دی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان کے جانے کے بعد ریان اپنا نیا فون لے کر اس کے برابر آ کر بیٹھا اور عنایہ کو آیت کے ساتھ بٹھا کر سیلفیز لینے لگا۔

کچھ دیر میں کھانا کھل گیا تو سب مہمان کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ عنایہ اور ریان ان کے ساتھ ہی بیٹھے کھانا کھانے لگے۔ آیت نے اپنے برابر بیٹھی سفید فراک میں ملبوس عنایہ کے ماتھے پہ بوسہ دیا تو آنکھوں میں نمی چھلکی۔ عنایہ میں اس کی جان بستی تھی۔ صالح اس کی کیفیت سمجھ سکتا تھا۔

"ڈونٹ وری آیت۔ ہم وقتاً فوقتاً عنایہ سے مل لیا کریں گے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو عنایہ بہت عزیز ہے۔ اگر آپ کہتی ہیں تو آپ عنایہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہیں۔ مجھے یا گھر میں کسی کو کوئی ایشو نہیں ہو گا۔"

وہ اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے تسلی آمیز لہجے میں بولا۔ جس پہ بمشکل آنسو نگلتے آیت نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہم ہر ویک اینڈ گھر جایا کریں گے۔ جب آئس کریم کھانی ہو گی عنایہ کو ساتھ لے کر جائیں گے۔ ریان کے سکول کی تقسیم انعامات پہ شرکت کیا کریں گے۔"

وہ فرمائشیں کرتی گئی اور صالح اس کی معصوم خواہشات پہ من و عن سر ہلاتا گیا۔ گہری مسکان نے اس کے چہرے کو جاذبیت بخشی ہوئی تھی۔

رخصتی کا وقت ہوا تو وہ چاہتے ہوئے بھی اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پا رہی تھی۔ عنایہ کو جب معلوم ہوا کہ اس کی آپا اس کو چھوڑ کر جا رہی ہیں تو وہ رونا شروع ہو چکی تھی۔ اور وہ اسے گود میں بٹھائے اپنے ساتھ لگائے خود بھی رو پڑی۔ اس منظر کو دیکھ ہر آنکھ اشک بار ہوئی۔ شگفتہ بیگم نے عنایہ کو الگ کرنا چاہا تو وہ مزید رونے لگی۔

"عنایہ آپ اپنی آپا اور بگ برو کے ساتھ جاو گے؟"

صالح نے اس کے سامنے ہتھیلی پھیلا کر پوچھا۔ جس پہ اس نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اس کی ہتھیلی پہ اپنا چھوٹا سا ہاتھ رکھا۔ صالح نے مصطفٰی صاحب سے درخواست کی کہ عنایہ کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی جائے۔ جیا نے چونکہ آیت کے ولیمہ کی پارلر کی

اپانٹمنٹ اسی سیلون میں کروائی تھی جہاں سے وہ تیار ہوتی تھی اس لیے اس نے بھی صالح کی طرف ہی رکنا تھا۔جیا نے بھی تسلی کروائی کہ وہ عنایہ کو اپنے پاس سلا لے گی اور آیت بھی چونکہ اچانک گھر چھوڑ کر ڈسٹرب ہو گی اس لیے عنایہ کی موجودگی اسے خوش رکھے گی۔

مصطفیٰ صاحب نے اس کی درخواست کو مسترد نہیں کیا۔

صالح کی طرف ان کا بھرپور استقبال کیا گیا اور پھر اسے صالح کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

عنایہ اس کے ساتھ لگ کر بیٹھی رہی اور جلد ہی نیند میں جھول گئی۔جیا بھی پاس ہی موجود تھی۔عنایہ کے سوتے ہی وہ اس کو لیے گیسٹ روم میں چلی آئی۔

سیاہ لباس میں ملبوس صالح دروازہ کھولتے اندر آیا تو آیت نے ایک چور نظر اس پہ ڈالی۔وہ اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ اسکا دل چاہ رہا تھا کہ دیکھتی ہی جائے۔وہ تو اسے عام سے حلیے میں بھی سب سے پیارا لگتا تھا اور اب تو وہ تیار تھا اور اس کا محرم بھی تھا۔صالح نے دروازہ بند کر کے اس کی جانب دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی جس پہ اس نے ایک پرسکون سی سانس کھینچی۔وہ اس کو سلام کرتا بیڈ پہ اس کے قریب بیٹھا جس پہ آیت نے مدھم سی آواز میں سلام کا جواب

دیا۔صالح نے ایک مکمل نظر اپنے سامنے بیٹھی اپنی بیوی پہ ڈالی پھر بیڈ سے اٹھا اور الماری کی طرف بڑھا۔ آیت نے نگاہیں جھکا رکھی تھیں۔ وہ قدم جماتا اس کے پاس پہنچا اور پھر ایک سیاہ چادر کھولتا اس کے سر پہ ٹکا گیا۔

"منہ دکھائی کا تحفہ آپ کی شان کے مطابق"

اس کے کان کے پاس سرگوشی کرتے وہ اسے مسحور کر گیا۔شاک سے نکلتے اس نے خود پہ پھیلی اس سیاہ چادر کو دیکھا تو آنکھوں نے بغاوت کرتے آنسوؤں کا راستہ بنایا۔اس کے سامنے بیٹھتا صالح اس کے ان تشکر آمیز آنسوؤں کو پہچانتا ان کو اپنی پور پہ چننے لگا۔

Clubb of Quality Content

"صالح"

اتنے پیار سے اس کا نام لیا کہ وہ مسکرا اٹھا۔

"جی مسز صالح"

اس کے مومی ہاتھوں کو تھامتے بہت مان سے پکارا۔

"کیوں ہیں اتنے اچھے؟"

نم آنکھوں اور چہرے پہ دھیمی مسکان سجا کر معصومانہ سوال پوچھتی وہ صالح کو بہت اپنی لگی۔

"آپ کیوں ہیں اتنی پیاری؟"

اسی کا سوال اسی کو لوٹایا۔

"میرے دل پہ چڑھے خول کو کیسے پاش کر دیا آپ نے؟"

وہ الجھن زدہ سا اس سے پوچھ بیٹھا۔ گویا اپنی کیفیات پہ خود ہی جز بز تھا۔

"کیا کوئی کسی کے دل کو اتنا بے اختیار بھی کر سکتا ہے جتنا آپ نے میرے دل کو کر دیا ہے آیت۔"

اس کے روشن دمکتے چہرے پہ نظریں ٹکائے وہ سحر زدہ سا بولا۔

"آپ کی محبت میں تو پہلے ہی سرینڈر کر دیا تھا۔ پھر حق مہر کی اس فرمائش پہ آپ نے مجھے زیر کر دیا ہے۔ اب زبر اور پیش کا تو سوال ہی ختم ہو چکا ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے ہاتھ کی پشت کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتے وہ مسلسل بول رہا تھا اور آیت مصطفیٰ یک ٹک اس کے پر نور چہرے پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔

"زندگی اتنی حسین ہو سکتی ہے یہ تو میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔"

وہ خاموش ہوا تو آیت نے لب وا کیے۔

"یہ چادر؟"

وہ اس کے ان دو الفاظ پہ ساری بات جان گیا۔

"جو لڑکی حق مہر میں قرآن کی تلاوت مانگ سکتی ہے اس کا تحفہ ادنی سا زیور تو نہیں ہو سکتا تھا نا۔"

اس کے سر پہ چادر درست کرتا وہ شائستگی سے بولا تو آیت کو خود پہ رشک آیا۔

"ایک راز بتاؤں۔"

اس کے ہاتھ میں پہنی چوڑیوں سے چھیڑ خانی کرتے وہ رازدانہ انداز میں بولا۔ جس پہ آیت نے دھیمے سے خم سے مثبت اشارہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کو اس سیاہ چادر میں دیکھ کر دل ڈوب سا جاتا ہے۔ آپ اس چادر میں مجھے دنیا میں سب سے حسین محسوس ہوتی ہیں۔"

وہ بولا تو آیت کے ذہن میں جھپاکے ہوئے۔ وہ جب بھی صالح سے ملی تھی سیاہ چادر میں ہی ملی تھی۔

"تو کیا آپ؟"

وہ شاکی پن کی کیفیت میں سوال بھی ادھورا چھوڑ گئی۔

"آپ تو روز اول سے ہی اپنی سی لگی تھیں۔ مگر اس روز جب آپ سڑک پہ بائیک سے ٹکرانے والی تھیں بس اس روز آپ کو بچاتے میں خود کو بچا نہیں سکا۔"

وہ مطمئن سا بولا۔ جیسے خود کو نہ بچا کر وہ بہت خوش تھا۔ اور آیت اس کی بات سمجھتی بے یقینی کی کیفیت میں آئی۔ اسے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ صالح کی محبت کب پروان چڑھی۔ یا شاید اسے کب اپنی محبت کا ادراک ہوا؟

"آپ کو سیاہ رنگ پسند ہے؟"

وہ بات بدلنے کو بولی۔

"جب سے آپ کو سیاہ چادر میں دیکھا بس سب سے حسین رنگ یہی لگنے لگا۔"

وہ بے ساختہ بولا تو آیت جھینپ گئی۔

"لیکن آپ کو غالبا پرپل زیادہ پسند ہے۔"

وہ کچھ مناظر کو سوچتے مسکرا کر بولا۔

"نہیں تو آپ کو ایسا کیوں لگا؟"

"بس ایسے ہی"

اس نے ٹالنا چاہا مگر سامنے آیت تھی۔

"ایسے کچھ نہیں ہوتا۔ صحیح سے بتائیں۔"

وہ اتنے پیارے انداز میں بولی کہ صالح کو اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا۔

"آپ بچپن سے ہی اتنی کیوٹ ہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے جواب کی منتظر آیت تو اس تعریف پہ بوکھلا ہی گئی۔ دانتوں سے لب کاٹنے لگی تو گڑھے کبھی ظاہر ہوتے تو کبھی چھپ جاتے۔ وہ ان کو محویت سے دیکھتا رہا اور پھر دل کی صدا پہ لبیک کہتے اپنی دو انگلیوں سے دائیں گڑھے کو چھوا تو آیت سن ہوئی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان گڑھوں کو چھو سکوں گا۔"

وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔ سارا خون نچڑ کے آیت کے چہرے پہ آ گیا تھا۔

"آپ تلاوت سنائیں گے؟ مجھے آپ کو قریب سے سننا ہے۔"

اس کے جملے کے جواب میں آیت کا کہا جملہ اس پہ ڈھیروں سکون اتار گیا۔ جس پہ صالح نے اس کے سر پہ چادر کو اچھے سے پھیلا کر خود اس کے برابر بیٹھ کر بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر اس کے گرد اپنا بازو پھیلائے دھیمی آواز میں تلاوت کرنے لگا۔ اس کے کندھے پہ سر ٹکائے قرآن کی بیش بہا قیمتی آیات کو اپنے محرم کی آواز میں سنتی وہ سکون کی وادی میں گم ہوئی۔

صالح منصور کے لیے آیت کا ساتھ دعا کی مقبولیت تھا اور آیت کے لیے صالح منصور کا ساتھ دعا کی مانند تھا۔

☆☆☆

فجر کی اذانوں سے ماحول میں چھایا سکون دلفریب تھا۔ رات کی تاریکی کو چیرتی سورج کی روشن کرنیں جلد ہی نمودار ہونے کے درپے تھیں۔ کامیابی کی پکار پہ لبیک کہنے کو صالح منصور کی آنکھیں خود بخود کھلیں۔ آج وہ بغیر الارم کے جاگ گیا تھا۔ کیونکہ کل اسے نیند کی گولیاں کھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ الحمد للہ پڑھتے اس نے اپنے پہلو میں لیٹی رحمت دیکھی جو گہری اور پرسکون نیند میں تھی۔ وہ مسکرایا۔ اللہ نے اس کی زندگی کی ہر کمی اور تشنگی آیت مصطفٰی کی صورت اسے عطا کر دی تھی۔ وہ جتنا شکر ادا کرتا اتنا کم تھا۔ صالح کہنی کے بل لیٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دھیمے سانس بھرتی وہ لڑکی اسے لفظ محبت سے آشنا کروا گئی تھی۔ اس نے اس کے گھنگھریالے بالوں سے چھیڑ خانی کی۔ پھر وال کلاک پہ نگاہیں ڈالتے اسے اٹھانا چاہا۔

"آیت"

اس کے گالوں کو اپنی انگلیوں سے چھوتے اسے پکارا۔ وہ ہنوز گہری نیند میں تھی۔ شاید شادی کی تقریب نے اسے زیادہ ہی تھکا دیا تھا۔

"آیت" اس نے دوبارہ پکارا۔

"آیت اٹھ جاو۔" اس کے بالوں کو سہلاتے اسے جگانا چاہا۔

"ماما آج میں نے کالج سے چھٹی کرنی ہے۔" نیند میں بولتے ہوئے وہ صالح کو مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

"آپ آلریڈی کالج سے چھٹیاں لے چکی ہیں مسز" اس کے ماتھے کو لبوں سے چھوتے وہ مسکراتے ہوئے بولا تو آیت نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ اس کا لمس محسوس کرتے اس کا چہرہ سرخ ہوا۔ وہ واپس آنکھیں بند کر گئی۔

"فجر کا وقت گزر جائے گا۔ اس لیے جلدی سے اٹھ جائیں۔ میں مسجد جا رہا ہوں۔" وہ اس کے قریب بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا آیت نے بستر سے اٹھتے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"صالح" نیند بھری آواز میں پکارا تو وہ وہیں رکتے اس کی طرف پلٹتے ہمہ تن گوش ہوا۔

"آپ میری کس نیکی کا اجر ہیں؟" اس کے چہرے کو بنا پلک جھپکائے دیکھتے اس نے پوچھا۔

وہ وہیں اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"اجر تو ختم جاتے ہیں آیت"

"اس اجر کے دائمی پن کے لیے میں ہمیشہ دعاگو رہوں گی۔" اس کے بالوں کو ماتھے سے پرے ہٹاتے وہ دلگیر لہجے میں بولی۔

"اب ایسی باتیں کرو گی تو مشکل ہو جائے گا۔" وہ بے بسی سے بولا۔ تو آیت متفکر ہوئی۔ وہ تو اس کی زندگی میں آسانی بننا چاہتی تھی۔

"میرا ایک پل بھی آپ کے بغیر رہنا۔" اس نے جملہ مکمل کیا۔

"صالح" اس نے خائف ہوتے اس کے سینے پہ ہلکا سا مکہ مارا تو وہ کھل کر مسکرایا۔

"آپ میں تو جان بھی نہیں ہے۔" اس نے اس کے مکے کی نزاکت کے پیش نظر اسے تنگ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ تو کب سے آپ کو دے دی۔"اس کے جواب نے صالح منصور کو لاجواب کر دیا۔

"میں جا رہا ہوں۔ ورنہ آپ کی باتیں آج مجھے آپ کا قیدی بنا دیں گیں۔"وہ فوراً سے بیشتر کھڑا ہوا۔

"تو کیا میری قید منظور نہیں؟"اس کے الفاظ نے اسے روک لیا۔

"آپ کی غلامی بھی منظور مسز صالح"

"اب آپ فوراً جائیں ورنہ ہم دونوں ایک دوسرے کے اسیر ہو جائیں گے۔"بیڈ سے اٹھتے اسے پشت سے آگے کو دھکیلتے اس نے چہک کر کہا تو وہ اس کے نازک ہاتھوں کے لمس پہ مسکرا کر رہ گیا۔

وہ وضو کرنے کے لیے باتھ روم گھسا تو آیت جی جان سے مسکرائی۔

ایسا مرد جن کی قسمت میں درج ہو مسکراہٹیں ان کے چہرے کا لازمی جزو بن جاتی ہیں۔

☆☆☆

سنہری کرنوں کے ساتھ یہ روشن دن کسی کی زندگی کے نئے سفر کی نوید تھی۔ پیلے رنگ کا کرتا پہنے جس پہ سفید رنگ کی ہلکی سی کڑھائی تھی اس کے ساتھ ہم رنگ ٹراوزر پہنے اور ہم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رنگ دوپٹے کو شانے پہ پھیلائے وہ آئینے کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی جب عنایہ، جیا کے ہمراہ اندر داخل ہوئی اور آتے ہی اس کے گلے لگی جس نے اپنی لاڈلی کو دیکھتے دو زانو ہو کر بانہیں پھیلائیں۔ صالح کمرے کے اندر آیا تو اس کو ہنستا دیکھ مسکرایا۔

"آیت بھابھی آپ کی عنایہ تو بہت ہی سویٹ ہے۔ ہم نے ڈھیر ساری باتیں کیں۔ اور اس نے مجھے بالکل بھی تنگ نہیں کیا۔"

عنایہ کے گال کھینچے ہوئے جیا نے مسکرا کر بتایا۔

"بگ برو آ گئے آپا۔"

وہ چہکتی ہوئی ان کی توجہ صالح کی جانب مرکوز کر گئی جس پہ آیت نے ہلکی سی مسکان چہرے پہ سجائے اس کی جانب دیکھا تو اس نے سر کے خم سے مسکرا کر اس کو جواب دیا۔

"کیسی ہے ہماری عنایہ؟"

وہ ان کے پاس آتا مخاطب ہوا۔

"میں بہت اچھی ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے معصوم جواب پہ صالح کا قہقہہ بلند ہوا۔

"معلوم ہے بھئی کہ عنایہ بہت اچھی ہے۔"

وہ بولا تو عنایہ نے بھی اپنے دانتوں کی نمائش کی۔ آیت نے اپنے ہم سفر کو دیکھا جو اس کے ساتھ ساتھ اس سے جڑے ہر رشتے کے ساتھ بہت نرم دل تھا۔

"آپ لوگ باتیں کریں۔ میں نیچے چلتی ہوں۔ شائستہ بھابھی اور زارا بھابھی کو مدد چاہیئے ہو گی۔"

وہ فوراً سے پیشتر ان کو خدا حافظ کہتے کمرے سے چلی گئی۔ آیت، عنایہ کو لیے بیڈ کی جانب بڑھی۔ ان کے ساتھ ہی صالح رائٹنگ ٹیبل کی کرسی کو گھسیٹتا بیڈ کے برابر لے کر آیا اور پھر وہ تینوں مسکرا کر باتیں کرنے لگے۔ آیت کی ہنسی کی چھنکار سے صالح اس کے صبیح چہرے پہ نظریں جمائے اس کو دیکھتا رہا۔ یہ منظر وہ ہر لمحہ دیکھ سکتا تھا۔ اور دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کی نظر صالح پہ گئی تو اس کو خود کو تکتا پا کر اس نے ابرو اچکائی جس پہ وہ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا۔

سب نے خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا۔ معمول کے برخلاف زارا نے ہر کام میں بھرچڑھ کر حصہ لیا۔ عنایہ تو شائستہ بھابھی کے بیٹے حاشر کے ساتھ ہی لگی رہی۔ ولیمہ چونکہ شام کا تھا تو آیت کو ڈھیر سارا آرام کرنے کا کہا گیا تاکہ وہ فریش رہے جس پہ وہ آرام کرنے چلی گئی۔

☆☆☆

جگنوؤں کی طرح اندھیرے میں روشنی کرتی یہ رات ان کے لیے بہت خوش کن ثابت ہوئی۔ سی گرین رنگ کی لانگ کا مدار میکسی کے ساتھ اسی رنگ کے کامدار بارڈر والے دوپٹے کو سر پہ سیٹ کیے اپنے ہم رنگ ٹو پیس میں ملبوس صالح کے ہمراہ بیٹھی وہ بے حد خوبصورت دکھ رہی تھی۔ سی گرین تھری پیس کے ساتھ سفید شرٹ اور سفید ہی ٹائی پہنے وہ وجاہت کا روپ لگ رہا تھا۔ دونوں کے چہرے پہ پھیلا اطمینان ان کے اندر کے سکون کی گواہی دے رہا تھا۔ نہایت احسن طریقے سے ولیمہ کی تقریب تکمیل کو پہنچی۔ آیت، عنایہ کو پیار سے سمجھا چکی تھی جس کے باعث وہ اب خوشی خوشی اپنی آپا کو الوداع کہہ رہی تھی۔

تھکاوٹ کے باعث سب اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو اسے آئینے کے سامنے جیولری اتارتے پایا۔ وہ گلا کھنکھارتا اس کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیسا لگ رہا ہوں؟"

وہ شرارتی انداز میں بولا تو آیت نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔

"اب کیا صرف بیوی کی ہی تعریف ہو۔ کیا شوہر کا دل نہیں ہوتا۔"

وہ معصوم لہجے میں بولتے ہوئے اس کا رخ اپنی جانب کر گیا۔

"جانتے ہیں میں نے کل سیاہ رنگ کا انتخاب کیوں کیا؟"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے مستفسر ہوئی۔ اس کے چہرے پہ رونق مچل رہی تھی جس پہ صالح نے اس کے بالوں کی لٹ کو پیار سے کان کے پیچھے اڑسا۔

"آپ بتائیں"

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔ جس پہ آیت اس کا ہاتھ تھامے بیڈ تک آئی اور اس کو بٹھاتے اس کے برابر آ بیٹھی۔

"میں نے بہت سے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ سیاہ رنگ کسی خوشی کے موقع پہ نہیں پہنتے۔ کچھ لوگ اس رنگ کو بد شگونی کہتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں کہ اس رنگ کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ گویا خوشی کے موقع پہ اسے منحوس رنگ قرار دیا جاتا ہے۔ میں اس ٹرینڈ کو تبدیل کرنے کی خواہش کیا کرتی تھی۔ میں دنیا کو دکھانا چاہتی تھی کہ آیت نے اپنی زندگی کے سب سے خوبصورت وقت میں سیاہ رنگ پہنا اور اس کی زندگی کے حسین وقت میں کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ بولتی گئی اور صالح اپنی قسمت پہ رشک کرتا گیا۔ اس کے چہرے سے پھوٹتی روشن کرنیں صالح کو مسحور کر رہی تھیں۔

"کچھ کہیں گے نہیں؟"

وہ امید طلب نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے تجسس سے گویا ہوئی۔ جس پہ صالح نے بس خاموشی سے اس کو اپنے ساتھ لگا گیا۔ اور یونہی اس کو لیے بیڈ کی طرف آ گیا۔

"میں حقیقت پسند ہوں آیت۔ یہ نہیں کہوں گا کہ برے وقت کو آپ تک آنے نہیں دوں گا کیونکہ برا وقت ہر ایک کی زندگی میں آجاتا ہے۔ لیکن ایک وعدہ ضرور کرتا ہوں کہ ہر وقت ہر لمحہ آپ صالح منصور کو اپنے ہم قدم پائیں گیں۔ آپ کی ہر خواہش کا احترام مجھ پہ لازم ہے۔ آپ کے ہر فیصلے میں آپ مجھے اپنی سب سے بڑی سپورٹ پائیں گی۔ جو فیصلہ آپ نے سیاہ رنگ پہن کر کیا اور اسکے پیچھے جو آپ کی سوچ تھی یقین جانیں اس کو جاننے کے بعد دل نے علی الاعلان کہہ دیا ہے کہ آیت صالح جیسی کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ انمول ہیں۔ آپ تحفہ ہیں میرے رب کی جانب سے۔"

اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتے وہ آخری الفاظ بولا تو اس کے لہجے میں سرشاری کے ساتھ نمی کا عکس جھلکا۔ آیت نے ان آنکھوں میں اپنے لیے اتنی عزت دیکھی تو دل میں رب کا ڈھیروں شکر ادا کیا۔

"صالح جیسا بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔"

اس کے کندھے پہ سر ٹکائے وہ اس کی انگلیوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔

"آپ بالکل اپنے نام کی طرح ہیں۔"

وہ سکون سے بولی مگر یہ الفاظ صالح کو ماضی میں دھکیل گئے۔ اپنے بابا کی آواز۔۔۔۔ماما کی بے وفائی

ماضی کے دلخراش واقعات کو سوچتے یک لخت اس کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ آیت نے اچانک سر اٹھایا تو اس کے شدت ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے پریشان ہوئی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر درجہ حرارت محسوس کرتے وہ فکر مندی سے گویا ہوئی۔

"بس تھکاوٹ ہو گئی ہے۔ پر سکون سونا چاہتا ہوں۔"

وہ بولا تو لہجے میں برسوں کی تھکاوٹ محسوس ہوئی۔

"آپ چینج کر کے آئیں۔ آپ کے مسئلے کا حل بھی ہے میرے پاس۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کو بیڈ سے اٹھاتے ہوئے بولی جس پہ وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا۔ چینج کر کے سادہ سے ٹراوزر اور ٹی شرٹ میں باہر آیا تو آیت کو بیڈ پہ بیٹھے پایا۔ اس کے اشارے کو سمجھتے اس نے اس کی گود میں سر رکھ لیا۔ اس کے گود میں سر رکھتے ہی آیت نے اپنی مخروطی نرم و نازک انگلیوں کو اس کے بالوں میں پھیرنا شروع کیا۔ اس لمحے اسے شدت سے اپنے بابا کی یاد نے گھیرا۔ وہ بھی تو اسے پر سکون کرنے کے لیے اس کا سر اپنی گود میں رکھے اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرا کرتے تھے۔ اس کی سیاہ آنکھیں بند تھیں مگر وہ نمی ان آنکھوں سے باہر بھی جھلکنے لگی۔ آیت جو اس کے حسین اور پر نور چہرے پہ نظریں ٹکائے بیٹھی تھی اس نمی کو بالکل بھی نظر انداز نہیں کر سکی۔

"آپ کو پتا ہے صالح۔ میری ماما کہتی تھیں کہ سر میں انگلیاں پھیرنے سے بہت سکون ملتا ہے۔ مگر میں یقین نہیں کرتی تھی۔ لیکن ایک روز میرا سر عجیب سی درد کا شکار ہوا پھر ماما نے بھی یونہی انگلیاں پھیریں تو مجھے اتنا سکون ملا کہ میں ہر روز ماما سے فرمائش کرنے لگی کہ یہ تھیراپی تو مجھے روز چاہیئے۔"

وہ اس کا دھیان بھٹکانے کے لیے اسے باتوں میں مشغول کرنے لگی۔

"آپ کو بھی یہ تھیراپی پسند آئی ہے نا؟"

آیت کے سوال پہ اس نے ہلکا سا سر ہلا کر جواب دیا۔

"آپ روزانہ مجھ سے یہ تھیراپی کروا سکتے ہیں۔ مگر میری ایک شرط ہے بھئی۔"

وہ آفر دیتے ہوئے آخر میں شرط رکھنا نہیں بھولی۔

"ہر شرط منظور ہے۔ یہ والا ڈائیلاگ نہیں بولنا اچھا۔"

ساتھ میں تنبیہہ بھی کر دی گئی جس پہ وہ مسکرایا تو آیت نے سکون سا سانس بھرا۔ صد شکر وہ اس کا دھیان بھٹکانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"پھر کیا کہوں؟"

وہ معصوم سے انداز میں بولا تو آیت کا دل چاہا اس کے صدقے واری جائے۔ اس نے چہرہ نیچے کرتے اس کے بکھرے بالوں پہ اپنے لب رکھے۔ اسی دوران اس کے گھنگھریالے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بالوں نے صالح کے چہرے کو چھوا تو وہ بے ساختہ شکر ادا کر گیا۔ یہ لمحات اس کی زندگی کا حاصل تھے۔

"آپ کچھ نہ کہیں بس میری شرط سنیں۔ آپ مجھے نا صرف قرآن پاک کی تلاوت سکھائیں گے۔ بلکہ ہم دونوں مل کر عربی بھی سیکھیں گے تاکہ قرآن کو صحیح سے سمجھنے کی کوشش کر سکیں۔ یہ کتاب ہمیں سمجھنے کے لیے ہی تو عنایت کی گئی ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

وہ حسین سی شرط بتاتے آخر میں سوالیہ انداز میں گویا ہوئی۔ وہ جو آنکھیں موندے اس کی شرط سن رہا تھا اس کی اتنی معصوم اور پیاری سی خواہش پہ اس کی گود سے سر اٹھاتا اٹھ بیٹھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے وہ ان پہ بوسہ دے گیا۔

"ہم ضرور عربی سیکھیں گے۔ بس اللہ پاک ہمیں توفیق بخشے۔"

آیت نے فوری آمین کہا تو صالح واپس اس کی گود میں سر رکھ گیا جس پہ آیت دوبارہ اس کے سر میں اپنی انگلیاں پھیرتے خوشگوار لمس سے اس کو پر سکون کرنے لگی۔ وہ تھوڑی

ہی دیر میں نیند کی وادی میں چلا گیا۔ اور آیت ان آنسوؤں اور نمی کے پیچھے کی وجہ کے بارے میں سوچنے لگی۔ کچھ مسنگ تھا۔ کچھ نامکمل تھا۔ کوئی حصہ ادھورا تھا۔ اسی لیے تو صالح منصور کی آنکھیں رنگ بدل جایا کرتی تھیں۔ اس نے اللہ پاک سے اپنے محرم کے سکون کی دعا مانگی۔

☆☆☆

وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے گھنگھریالے بالوں کو سنوار رہی تھی جب صالح نے اس کے ہاتھ سے برش پکڑا۔ اپنی پشت پہ اس کا عکس دیکھتے اس کے لبوں کو مسکان نے چھوا۔ صالح نے خاموشی سے اس کے بالوں میں برش پھیرنا شروع کیا۔ وہ آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھ کر سرشار ہوئی۔

"گھنگھریالے بال آپ پہ بہت سوٹ کرتے ہیں۔" ہنوز اس کے بالوں کو دیکھتے وہ دھیمی سی سرگوشی کی مانند بولا۔

"اور کیا کیا سوٹ کرتا ہے مجھ پہ؟" رخ موڑتے اس کی طرف دیکھتے آیت نے شرارت سے

پوچھا۔

"تعریف سننی ہے؟"

وہ اس کی شرارت جان گیا تو ابرو اچکا کر پوچھا۔

"نہیں" اس نے سہولت سے انکار کیا۔

"کیوں؟" لاعلمی سے استفسار کیا۔

"آپ کی آنکھیں ہر لمحہ میری تعریف کرتی ہیں۔ اور یہ کسی لفاظی باتوں کی محتاج نہیں ہے۔"

اس نے اترا کر کہا۔

"آپ نے میری آنکھوں میں جھانکنا کب سے شروع کیا؟"

"جب سے آپ سے محبت ہوئی۔" اس کے بالوں کو بکھیرتے خوشگوار احساس سے جواب دیا۔

"اور وہ کب ہوئی؟" اس کی شرارتوں سے لطف اٹھاتے شریر لہجے میں پوچھا۔

"یہ ایک راز ہے۔" اس کے کان کے پاس چہرہ کرتے رازدانہ انداز میں کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آیت" وہ ناراضی سے بولا۔

"بالکل بچے لگ رہے ہیں۔" وہ اس کے گال کھینچ کر بولی تو وہ جھینپ گیا۔

"شرما بھی رہے ہیں۔" وہ مزید شوخ ہوئی۔ اس کا صالح بہت باحیا تھا۔ بیوی کے تعریف کرنے پہ ہی سرخ ہو رہا تھا۔

"آپ جو نہیں شرما رہیں تو میں نے سوچا یہ فریضہ بھی میں ہی انجام دے دوں۔" وہ روٹھا روٹھا بولا تو آیت کے دل کے تار چھیڑ گیا۔

"ناراض بھی ہو رہے ہیں۔" زیر لب ہنسی دباتے اس کے ہاتھ سے برش پکڑ کر اس کے بالوں میں پھیرتے ہوئے کہا۔

"آپ سے ناراض نہیں ہو سکتا۔" اس کے چہرے کو دیکھ کر دل کی گہرائی سے جواب دیا۔

"پیارے بھی لگ رہے ہیں۔" اس کے بالوں کو سنوارنے کے بعد وہ اپنی ہی جون میں بولی تو صالح نے بے ساختہ اس کے گال پہ بوسہ دیا۔ لمحہ بھر میں وہ سمٹ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بلش کر رہی ہیں۔" وہ اس کے گالوں کی سرخی کو دیکھ کر محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔ آیت نے نظریں جھکا لیں۔

"سمٹ بھی رہی ہیں۔" وہ اس کی جھجھک کو خاطر میں لائے شرارت سے بولا۔

"یہ غلط ہے۔" اس کے سینے پہ مکہ جڑتے اس نے شرم چھپانے کو کہا۔

"الزام بھی مجھ پہ ڈال رہی ہیں۔" اپنے سینے پہ موجود اس کے ہاتھوں کو اپنی نرم اور محفوظ گرفت میں لیتے کہا۔

"تو کیا آپ بے قصور ہیں؟"

"میں تو شریف سا انسان ہوں محترمہ" اس نے دل پہ ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔

"تو میں کیا بے شرم ہوں؟ اور یہ محترمہ کیا ہوتا ہے؟" آیت نے آنکھیں دکھائیں۔

"آپ ہوتی ہیں محترمہ"

"میں مسز صالح ہوتی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے فخریہ جتایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ میرے لیے اعزاز ہے۔"اس کی آنکھوں پہ باری باری اپنے لب رکھتے اسے اس کی اہمیت جتائی تو وہ سکون سے اس کے سینے پہ سر ٹکا گئی۔صالح نے اپنے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد باندھا۔اس پناہ گاہ میں آیت نے خود کو دنیا میں سب سے خوبصورت تصور کیا۔

☆☆☆

آج دونوں کی جنید کی طرف دعوت تھی۔میرون رنگ کی ٹیل فراک کے ساتھ تنگ پائنچے والا ٹراوزر پہنے وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔گھنگھریالے بالوں کو جوڑے کی شکل میں باندھے وہ میک اپ کو آخری ٹچ دے رہی تھی جب صالح اس کی پشت پہ آ کر کھڑا ہوا۔اس کے کندھے پہ ٹھوڑی ٹکاتے اس نے آئینے میں آیت کا عکس دیکھا۔

"ائیر رنگز نہیں پہنیں گیں؟"وہ اس کے خالی کانوں کو دیکھ کر مستفسر ہوا۔

"نہیں۔میں حجاب کروں گی۔"اس کی جانب مڑتے ہوئے جواب دیا۔صالح نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"آیت"

"ہوں" وہ اس کی نظروں کی تپش سے فرار حاصل کرتی چہرہ جھکا کر بولی تو صالح نے اس کی ٹھوڑی کو اپنی انگلیوں سے تھامے اس کا چہرہ اپنے روبرو کیا۔

"ریڈی ہیں؟"

"ہوں" نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھیں۔

"آپ جانتی ہیں۔۔۔۔ آپ نے صرف ایک ہی آنکھ پہ لائنر لگایا ہے۔" دھیمی آواز میں شرارت سے کہا یہ جملہ سمجھنے میں آیت کو چند سیکنڈز لگے۔ پھر وہ ہونقوں کی طرح مڑی اور شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔

"یا اللہ! ابھی میں ایسے ہی چلی جاتی۔"

"میں آپ کو ایسے جانے دے سکتا تھا۔"

"شکر ہے آپ نے بتا دیا ورنہ۔۔۔۔" وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔ ایک آنکھ پہ آئی لائنر اور دوسری آنکھ بغیر آئی لائنر کے۔ وہ کافی مضحکہ خیز صورتحال تھی۔ وہ آئی لائنر پکڑے اب دوسری آنکھ پہ بھی ویسی ہی باریک لکیر کھینچ رہی تھی جیسے پہلی آنکھ کے پپوٹے پہ کھینچی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھی۔صالح اس کی جلد بازی پہ مسکرایا۔وہ اسے کھڑا دیکھتا رہا جب تک وہ آئی لائنر مشن میں کامیاب نہ ہو گئی۔

"ذرا دیکھ کر بتائیں دونوں آنکھوں پہ ایک جیسا ہی لگا ہے نا۔"اس کے سامنے آ کر آنکھیں بند کر کے اسے دکھاتے ہوئے وہ تسلی چاہتی تھی۔

"آیت اس پہ کوئی ایوارڈ تھوڑی نا ملنا ہے۔ٹھیک ہی لگا ہے۔"اس صورتحال میں اسے یہی سوجھا۔اب وہ کیسے بتاتا کہ لائنر کی لائنیں ہیں کوئی انٹری ٹیسٹ کا پرچہ نہیں جو اتنی توجہ دی جائے۔

"ٹھیک ہی؟اس کا مطلب ٹھیک نہیں لگا۔ایک تو پتا نہیں مجھے آج تک لائنر بیلنس کرنا کیوں نہیں آیا۔"وہ واپس شیشے کی طرف مڑ کر ایک ایک کر کے آنکھ بند کر کے جائزہ لینے لگی۔

"آیت میری جان بالکل ٹھیک لگا ہے۔میری بیوی تو ایکسپرٹ ہے۔"اس نے آیت کو شانوں سے تھام کر اپنے روبرو کرتے کہا۔وہ اپنے بیوی کو پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"آپ دل رکھ رہے ہیں نا۔" وہ لب باہر کو نکال کر بولی۔

"وہ تو پہلے ہی آپ کے پاس رکھ دیا ہے۔" اس کی لائنز سے سجی آنکھوں پہ بوسہ دیتے کہا تو وہ خود میں سمٹ گئی۔

"میں نے سوچا نہیں تھا کہ آپ اتنے رومانوی ہو سکتے ہیں۔" اپنی ہچکچاہٹ چھپانے کو کہا۔

"کیوں میں انسان نہیں ہوں۔ اور جب بیوی آیت ہو رومانس تو خود ہی آجاتا ہے۔"

"ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" وہ اس کی نظروں سے کنفیوز سی بولی۔

"بالکل میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ اب چلیں ورنہ جنید طعنے دے دے کر مجھے تنگ کر دے گا۔"

"آپ کا دوست آپ کو سیٹ رکھتا ہے۔" وہ خائف سی بولی۔

"سیٹ نہیں بیگم اپ سیٹ کہیں۔" اس نے تصحیح کی۔ چہرے پہ بے چارگی چھا گئی۔

"میں بتاؤں گی جنید بھائی کو۔" اس نے دھمکی دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ لو میرے ہاتھ جڑے۔اس نمونے کو بتا کر کیوں اپنے شوہر کا قتل کروانا ہے۔"وہ سچ میں اس کے آگے ہاتھ جوڑ گیا۔

"اللہ کتنا ڈرتے ہیں آپ ان سے۔"وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"تمہاری سوچ سے بھی زیادہ۔اور اب جلدی سے حجاب لے کر نیچے آجاو۔میں بھابھی کو بتا کر گاڑی میں انتظار کرتا ہوں۔"

"چلیں۔میں بس پانچ منٹ میں آئی۔"

جنید کے گھر ان کی شادی کے بعد کی پہلی دعوت تھی۔

☆☆☆

وہ جنید کے گھر آئے تو ماہین اور جنید نے ان کا بہت اچھے سے استقبال کیا۔

"آنٹی کہاں ہیں جنید؟"صالح نے ان کی غیر موجودگی بھانپتے استفسار کیا۔

"وہ خالہ کی طرف گئی ہیں۔"ماہین نے جواب دیا۔

"وہ ہوتیں تو ان سے بھی ملاقات ہو جاتی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نے کونسا دوبارہ تمہیں گھر نہیں آنے دینا۔ پھر کبھی آ کر امی سے مل لینا۔" جنید اور کسی بات کا سیدھے سے جواب دے دے۔ ہو ہی نا جائے۔

جنید نے آیت کو مخاطب کیا۔

"بھابھی اگر یہ آپ کو کبھی تنگ کرے تو مجھے بتائیے گا میں اسے سیٹ کر لوں گا۔" سیٹ والی بات پہ دونوں کی نظریں ملیں۔ اور کیسے انہوں نے اپنی ہنسی روکی یہ وہی جانتے تھے۔

"جی جی بھائی آپ کے پاس ہی آوں گی۔ آپ ان کو اچھے سے سیٹ کر لیتے ہیں۔" صالح کو جتاتی نظروں سے دیکھتے اس نے جنید کو جواب دیا۔

"سو تو ہے۔" وہ بھی فخریہ گویا ہوا۔ گویا اپنے کارنامے پہ شدید اترایا ہو۔

"اب سمجھ میں آیا صالح بھائی شادی کیوں نہیں کروا رہے تھے۔" ماہین نے گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا۔

"کیوں؟" آیت نے تجسس سے پوچھا۔

"آپ جیسے ہیرے کی تلاش میں جو تھے۔"

وہ ماہین کی بات پہ سرخ ہو گئی۔ صالح کو اس کے نام پہ اس کے حسین چہرے پہ آنے والی یہ سرخی بے حد پسند تھی۔

"اچھا میں کھانا ٹیبل پہ رکھتی ہوں۔ آپ سب باتیں کریں۔" ماہین معذرت کرتے اٹھی۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" آیت بھی صوفے سے اٹھی۔

"ارے نہیں گڑیا ادھر ہی بیٹھو۔"

"ماہین بھابھی اب آپ پرایا کر رہی ہیں۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"چلو چلو اٹھو جلدی سے۔ کوئی مہمان نہیں ہو۔" ماہین نے فوراً بات بدلی۔

"میری ماہین دو سیکنڈ میں بات اپنے حق میں کر لیتی ہے۔" جنید نے اپنی بیوی کو دیکھتے فخریہ کہا۔

"تم سے ہی یہ گر سیکھیں ہیں۔" بیوی نے بھی شوہر کی تعریف میں کمی نہیں کی۔

"قدر کیا کرو۔" وہ نصیحت دینے لگا۔

"اچھا اچھا" ہاتھ جھلا کر کہتے وہ منظر عام سے غائب ہوئی۔

وہ دونوں کچن میں جا کر سامان ٹیبل پہ ترتیب دینے لگیں۔ ہلکی پھلکی باتوں کا دور بھی جاری تھا۔

"تمہاری یہ کھلکھلاہٹ، تمہاری آنکھوں کے مسکرانے اور تمہیں پر سکون دیکھنے کی تمنا پوری ہو گئی۔ تمہیں ایسے دیکھ کر آج دل کو قرار آ گیا ہے۔" صالح کے چہرے کو دیکھ کر اس نے اپنے دل کے جذبات کی عکاسی کی تو وہ مسکرایا۔

"اللہ سے دعا ہے وہ تمہیں ہر دکھ سے نجات دے دے۔" صالح کو یوں دیکھ جو خوشی جنید کاظمی نے محسوس کی تھی اس کی کوئی حد نہیں تھی۔

"تم جیسے دوست کے ہوتے دکھ بھی راحت بن جاتے ہیں جنید۔ تم سے دوستی میری زندگی کا بہترین فیصلہ تھی۔ تم نے ہر قدم مجھ پہ یہ ثابت کیا ہے کہ صالح منصور کے لیے جنید کاظمی کی موجودگی کتنی لازم و ملزوم ہے۔" صالح نے اس کے ہر عمل پہ اس کو سراہا۔

"چل اب سینٹی نہ کر۔" وہ اس کے کندھے پہ دھموکا جڑتے ہوئے جذباتی سا بولا تو صالح نے اسے گلے لگا لیا۔

"دوستی کا فرض نبھانے پہ اگر کوئی ایوارڈ ہوتا تو میں وہ تمہیں دیتا۔"صالح نے دل سے الفاظ ادا کیے۔

"فیس تک تو دیتے نہیں ہو میری۔ایوارڈ دو گے۔"وہ شرارت سے بولا تو صالح کا قہقہہ گونجا۔آیت اور ماہین ان کو یوں دیکھ کر حیران ہوئیں۔جو صوفے پہ ایک دوسرے سے بغل گیر ہنس رہے تھے۔"کونسا رومانس ہو رہا ہے بھئی؟"ماہین نے چھاپا مارتے کہا تو وہ دونوں بیک وقت پیچھے ہوئے۔

"استغفراللہ"دونوں نے یک زبان کہا تو آیت اور ماہین کی ہنسی نے پورے سماں میں کھلکھلاہٹ بھر دی۔وہ دونوں اپنی بیویوں کی نظروں سے گھبرا کر ایک دوسرے سے کوسوں فاصلے پہ ہوئے۔

بیچارے مفت میں ہی مشکوک ہو گئے تھے۔

☆☆☆

آج سورج نے طلوع ہوتے ہی کئی رازوں کو دیکھنے کی ٹھان لی تھی۔ ہوائیں بھی چھپکے چھپکے تانکا جھانکی کرنے لگیں۔ پرندوں نے افسوس سے اس گھر کو دیکھا جہاں راز اپنے پر پھیلائے فنا ہونے کو تیار تھے۔

آنٹی آپ کا پارسل آیا ہے۔"

نیچے سے ارحا نے بلند آواز میں کہا تو صالحہ کمرے سے نکلتے سیڑھیاں اترتے نیچے آئی۔

ثمامہ کے رونے کی آواز سنتے ارحا نے واپس اپنے کمرے کی راہ لی۔

"میرے لیے پارسل آیا ہے؟"

وہ حیران نظروں سے پوسٹ مین کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ ان کو کون جانتا ہے جو پارسل بھیجے؟

"آپ صالحہ ہی ہیں نا؟"

پوسٹ مین نے سوالیہ پوچھا جس پہ صالحہ نے سر کو ہاں میں جنبش دی۔

"کس نے بھیجا ہے پارسل؟"

"تحسین سعید"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ نام۔۔۔وہ کم از کم اس نام کو نہیں سننا چاہتی تھیں۔ایک خوف کی لہر ان کے جسم میں دوڑ گئی۔ بمشکل دستخط کرتے انہوں نے پارسل تھاما۔جانے کن قدموں سے چلتے بالآخر وہ کمرے میں پہنچیں۔احسن اپنے سامنے چند کھلونے بچھائے کھیلنے میں مصروف تھا۔وہ اپنی عمر کے حساب سے ذہنی طور پہ کافی پیچھے تھا۔ایک نظر اپنے جینے کی واحد امید پہ ڈالتے انہوں نے کپکپاتے ہاتھوں سے پارسل کھولا۔صرف ایک ہی تو رشتہ تھا ان کے پاس۔وہ اسے نہیں کھونا چاہتی تھیں۔

"یا اللہ! میں نے اپنے کیے کی بہت سزا کاٹی ہے۔میں مزید کوئی صدمہ نہیں برداشت کر سکتی۔پلیز احسن کو میرے پاس رہنے دیں۔"

دل میں دعائیں مانگتے انہوں نے پارسل کا لفافہ چاک کیا۔اندر صرف کاغذات ہی موجود تھے۔ان کا دل خوف کا شکار ہوا۔

"کہیں احسن کی کسٹڈی کے پیپرز تو نہیں؟"

منہ میں بڑبڑاتے انہوں نے مرے ہاتھوں سے ڈاکومنٹس میں سے پہلے کو تھاما۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"احسن ٹرسٹ" کاغذات پہ نگاہ دوڑاتے جوں جوں وہ تحریر پڑھتی گئیں حیرت کے مارے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ناممکن"

نفی میں سر ہلاتے وہ یقین کرنے سے قاصر تھیں۔ وہ کئی بار اس تحریر کو پڑھ چکی تھیں مگر دماغ یقین کرنے سے انکاری ہو رہا تھا۔

"میں کیسے مان لوں کہ میری اولاد ہے۔"

تحسین کے ماضی میں کہے جملے کی بازگشت اس کی حسوں کو جامد کر رہی تھی۔ اس نے نگاہیں باقی کاغذات پہ دوڑائیں تو ایک لفافہ ملا۔ اس کو چاک کیا تو گمان ہوا کہ کوئی خط ہو گا۔ دھڑکتے دل سے اس نے اس لفافے کو بھی چاک کر دیا۔

"صالحہ!

میں جانتا ہوں کہ تم یقین نہیں کر پا رہی ہو گی کہ میں نے اپنی ساری جائیداد بیچ کر احسن ٹرسٹ کے نام سے ذہنی معذور بچوں کے لیے ادارہ کھول دیا ہے۔ جس کی پاور آف آٹرنی

تمہیں دی ہے۔ یہ ادارہ میں نے احسن کے نام کیا ہے کیونکہ وہی اس کا حقدار ہے۔ یہ حق اولاد کو ملتا ہے۔ اور احسن میری اولاد ہے۔ میں سالوں اس بات کو جھٹلاتا رہا مگر یہ بات تم بھی جانتی تھی اور میں بھی کہ احسن ہماری اولاد ہے۔ کاش کہ میں منصور کو بتا پاتا کہ احسن ہماری ناجائز اولاد نہیں ہے۔ وہ سب تو جھوٹ تھا جو تم نے میری محبت میں بولا تھا۔ شادی سے پہلے ہمارے تعلقات نے کبھی حدود کو نہیں توڑا تھا۔ مگر منصور کو دھوکہ دے کر ہم نے اچھا نہیں کیا۔"

حیرتوں کے پہاڑ سے نیچے آتی صالحہ ان الفاظ پہ زمین میں گڑتی چلی گئی۔

"احسن تو ہماری شادی کے دو سال بعد پیدا ہوا تھا مگر میں پھر بھی جان بوجھ کر یہ کہتا رہا کہ یہ ناجائز ہے۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ صالحہ کبھی اس حد تک نہیں جا سکتی۔ ہاں میں مانتا ہوں کہ منصور کے نکاح میں ہوتے ہوئے تم میری محبت میں گرفتار ہوئی بلکہ شاید یہ کہنا درست ہو گا کہ تم میری دولت سے متاثر ہو گئی۔ یا پھر شاید میں نے تمہیں اتنا بہلایا کہ تم راہ راست سے بھٹک گئی۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کونسی چیز حاوی تھی جس نے تمہیں بے وفائی پہ

اکسایا مگر میں اپنی غلطی ماننا چاہتا ہوں کہ میں نے منصور کو تباہ کرتے ہوئے خود کو برباد کر لیا۔ مگر مجھے سزا بھی تو مل گئی۔ میں ساری عمر احسن کو ناجائز کہتا رہا اور قدرت نے یہ کیسا طمانچہ میرے منہ پہ دے مارا کہ جس کو میں اپنی سگی اولاد کہتا رہا جس کی موت کے بعد میں زندگی سے بیزار ہو گیا وہ تو میری اولاد ہی نہیں تھا۔"

ان الفاظ پہ صالحہ سن ہوئی۔

"اپنے بیٹے کو اپنے پاس سرونٹ کوارٹر میں رکھا کرو۔ خبردار جو یہ مجھے اس گھر میں نظر آیا۔ یہ گھر میرا اور میرے بیٹے ولید کا ہے۔"

کسی کی متکبرانہ آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"جس ولید پہ میں جان چھڑکتا تھا۔ چند روز پہلے اس کے اصلی باپ نے مجھے ساری حقیقت بتائی تو مجھے مکافات عمل پہ یقین آ گیا۔"

اس حقیقت کو جاننے کے بعد صالحہ کے آنسو اس صفحے پہ گرنے لگے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نے کسی سے حسد میں اس کی بیوی کو مہرہ بنایا تھا اور دیکھو میری بیوی بھی بے وفا نکلی۔ مگر منصور خوش قسمت تھا کہ اس کی بیوی نے اس کے نکاح میں ہونے کی لاج رکھی تھی۔"

آنکھیں دھندلاتی جا رہی تھیں۔ پڑھنے میں دقت ہونے لگی۔

"تم ہمیشہ پوچھتی تھی کہ میں نے یہ سب کیوں کیا۔ تو آج میں یہ بھی بتا دیتا ہوں۔" گلے میں گلٹی ابھری۔

"میں ایک بروکن فیملی چائلڈ تھا۔ میری ماں امریکن عیسائی خاتون تھی اور میرا باپ پاکستانی مسلمان۔ میرے باپ کو امریکہ کی نیشنلیٹی چاہیئے تھی اور میری ماں کو کوئی مشرقی مرد جو اس سے وفا کرتا۔ دونوں نے شادی کر لی۔ میری پیدائش کے چند سال بعد جب مجھے تھوڑا ہوش آیا تو ہر وقت مذہب اور پیسے کی بدولت ان کو جھگڑتے پایا۔ دونوں ایک دوسرے کے مذہب کو تنقید کا نشانہ بناتے۔ میری ماں میرے باپ کو لالچی کہتی۔ اور سچ ہی کہتی تھی کیونکہ اس نے لالچ میں ہی شادی کی تھی۔ دولت اور امریکہ کی نیشنلیٹی کا لالچ۔ دونوں نے ہمیشہ مجھے نظر انداز کیا۔ میرا باپ ہر سال پاکستان کا چکر لگاتا تھا۔ اس بار میں نے ضد

کی تو وہ مجھے اپنے ساتھ لے آیا۔ میں پاکستان آیا تو میری ملاقات منصور سے ہوئی۔ میں اس وقت پندرہ برس کا تھا۔ منصور اسی محلے میں رہتا تھا جہاں میرے دادا کا گھر تھا۔ ہماری بہت اچھی دوستی ہو گئی۔ وہ نرم مزاج کا مالک تھا۔ وہ میری آنکھوں کی ویرانی جان گیا اور مجھے اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گیا۔ اس کے والدین اسی کی طرح نرم مزاج اور شائستہ تھے۔ انہوں نے مجھے بہت پیار دیا۔ میں نے ان کے گھر جانا شروع کر دیا۔ اور یہ سلسلہ قائم ہو گیا۔ میں نے واپس پاکستان جانے سے بھی انکار کر دیا اور اپنے دادا کی طرف رہنے کی ضد کی۔ میرے باپ کو ویسے بھی مجھ سے کوئی خاص سروکار نہیں تھا اور نہ ہی ماں کو پرواہ تھی تو وہ مجھے چھوڑ گئے۔ میرا دل اس وقت شدید ٹوٹا جب میں نے جانا کہ میرے والدین اس بات پہ بہت خوش ہیں کہ ان کی مجھ سے جان چھوٹ گئی۔ ہماری عمر بڑھتے دوستی بھی بڑھتی چلی گئی۔ میں نے منصور کو سب بتا دیا۔ اس نے دکھ کا اظہار کیا اور مجھے زیادہ تر اپنی صحبت میں رکھنے لگا۔ اس کے گھر جاتے ہوئے مجھے احساس کمتری ہونے لگا۔ اس کے والدین اسے اور اس کی بہن کو بہت پیار کرتے تھے۔ ان کی باہمی محبت دیکھ کر میرا دل

بھاری ہونے لگتا۔ رفتہ رفتہ یہ احساس کمتری حسد میں مبتلا ہوتا گیا۔ میں تکلیف میں تھا تو وہ کیوں سکون میں تھا۔ دوست تھا تو مجھے اس ٹراما سے نکالتا۔ مگر وہ صرف ہمدردی ہی کرتا رہا۔ جب میں نے جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھا تو پلین کریش میں اپنے والدین کی موت کے بعد میں بہت اذیت سے گزرا۔ اس نے میرا حوصلہ بندھایا، مجھے صبر کی تلقین کی، میرے ساتھ رہا۔ مگر کیا یہ کافی تھا؟ ساری اذیتیں میرے ہی حصے میں کیوں تھیں؟ وہ کیوں زندگی کے کسی غم کا شکار نہیں ہوا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اسے بھی کسی غم کا شکار کروں گا۔ اس کے والدین کی وفات کے بعد مجھے لگا کہ اب وہ جانے گا کہ اذیت کیا ہوتی ہے۔ اب اسے احساس ہو گا کہ اس وقت سب کو اس کی طرح دکھی ہونا چاہئے۔ مگر وہ تو بہت ہی صابر نکلا۔ وہ خاموشی سے اس صدمے کو برداشت کر گیا۔ میرے والدین کی جائیداد میں سے جتنا حصہ میرا تھا وہ بہت زیادہ تھا۔ برسوں بعد میں واپس امریکہ چلا گیا۔ آہستہ آہستہ ہمارا رابطہ بے حد کم ہو گیا۔ اس نے مجھے اپنی شادی کی اطلاع دی تو مجھے پھر اس سے حسد ہوا۔ میں اپنی ماں کے کھلے ماحول کو دیکھنے کے بعد کسی عورت کی طرف مائل نہیں ہو سکا تھا۔ میں

ناخوش تھا۔ میں بے سکون تھا۔ بالآخر کئی سالوں بعد میں واپس پاکستان لوٹا۔ منصور نے مجھے اپنے گھر دعوت دی تو پہلی بار تمہیں دیکھا۔ تم مجھے بہت منفرد لگی۔ پہلی بار کسی عورت پہ میں نے اپنا دل ہارتا محسوس کیا تھا۔ تمہیں منصور کے ساتھ دیکھ میرا دل چاہا کہ میں کسی بھی طرح تمہیں اپنے ساتھ لے جاوں۔ مگر خود پہ ضبط کرتے میں واپس امریکہ چلا گیا۔ منصور مجھ سے رابطے میں ہی تھا۔ اس نے اپنے بچوں کی تصاویر بھی بھیجیں۔ میں دن بہ دن حسد کی اس آگ میں جلتا رہا۔ وہ مجھ سے اپنی خوشی بانٹا کرتا تھا مگر مجھے یہی لگتا تھا جیسے وہ میری محرومیوں کا مذاق اڑاتا ہو۔ اور پھر میری حد ختم ہو گئی اور میں واپس پاکستان لوٹ آیا۔ مگر اس بار منصور کو نیچا دکھانے، اس کا گھر برباد کرنے اور تمہیں لے جانے کے لیے۔"

سسکیوں بھری آواز میں غم اور افسوس شامل ہوا تو کمرے کی ہر شے اس کے دکھ میں شامل ہوئی۔

"ہماری شادی کے پہلے دو سال میں تمہارے ساتھ خوش رہا کیونکہ میرا منصور سے بدلہ بھی پورا ہو گیا تھا اور مجھے تم یعنی پہلی نظر کی محبت بھی مل گئی تھی۔ مگر مجھے یہی لگتا تھا گویا تم صرف دولت کی وجہ سے میرے ساتھ ہو۔ جب جب مجھے یہ احساس ہوتا کہ تم منصور کی بیوی تھی میرا دل چاہتا کہ تمہیں فوری طلاق دے دوں۔ کیا مجھے کوئی چیز مکمل میری نہیں مل سکتی تھی؟"

اس نے آنکھوں کو بے دردی سے صاف کیا کیونکہ دھند لاہٹ کے باعث اب مزید دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"احسن کی پیدائش پہ میں نفسیاتی سا ہو گیا۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اسے اٹھاؤں یا اپنا نام بھی دوں۔ تمہاری منصور کے ساتھ گزری زندگی کو سوچ کر میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوتے رہتے اور پھر میں نے تمہیں ٹارچر کرنا شروع کر دیا۔ کنول کے میری زندگی میں آنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ میں تمہیں تکلیف دینا چاہتا تھا۔ کنول بظاہر تو میرے ساتھ بہت خوش تھی مگر وہ ایک بد کردار عورت نکلی۔ مجھے اس کے سکینڈل موصول ہوتے تھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مگر میں توجہ نہیں دیتا تھا کیونکہ میرے لیے ولید اہم تھا۔ مگر میں تو جان ہی نہیں سکا کہ جس ولید کی خاطر میں اس عورت کی ہر بات مانتا ہوں وہ تو میری اولاد ہی نہیں تھا۔"

ہچکیوں سے روتی صالحہ سے مزید پڑھنا اذیت ناک ہو رہا تھا۔

"میں نے ہمیشہ منصور کو غلط سمجھا۔ اس کے خلوص اور ہمدردی کو آگ میں جھونک کر ہمیشہ اس سے حسد کیا۔ اور اسی حسد کی آگ نے مجھ سے ہر ایک رشتہ چھین لیا۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں صالحہ۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ کاش کہ میں منصور سے بھی معافی مانگ سکتا۔ کاش اللہ مجھے اتنی مہلت دے دیتا کہ منصور کی قبر پہ جانے کی بجائے میں اس کے پاؤں پڑ جاتا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟

"منصور۔۔۔۔ قبر؟"

اس نے خط کو زور سے مٹھی میں بھینچا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی تہہ ساکت ہو گئی۔

"اللہ پلیز یہ نہیں۔ مجھے اتنی بڑی سزا نہیں ملنی چاہیئے۔ میں مر جاوں گی۔"

اچانک اس کے ذہن میں صالح کی رخصتی کے وقت کی فیملی فوٹو یاد آئی جب وہ چھپتے چھپاتے محض ایک جھلک اپنے بچوں کی دیکھنے آئیں تھیں۔ منصور کو تو اس نے اس وقت دیکھا ہی نہیں تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت وہاں نہ ہو۔"

دل جھوٹی دلیلیں گھڑ رہا تھا۔ ذہن کو جھٹلانا چاہتا تھا۔ اس نے بیڈ پہ بیٹھے احسن کو جلدی سے اٹھایا اور چادر سے سر ڈھانپتے سرپٹ نیچے بھاگی۔ ارحا کے کمرے کے دروازے پہ لگاتار دستک دی تو اس نے پریشانی سے دروازہ کھولا۔

"کیا ہوا آنٹی؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟"

وہ حواس باختہ سی صالحہ کو دیکھتے پریشان ہوئی۔

"مجھے اپنی دوست کے گھر کا پتا دے دو۔"

وہ احسن کا ہاتھ پکڑے التجائی لہجے میں گویا ہوئی۔

"میری دوست؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ حیرت سے بولی۔ان کو اس کی دوست سے کیا کام پڑ سکتا تھا۔

"ہاں۔۔۔ہاں وہ جس کی شادی میرے صالح سے ہوئی ہے۔مجھے صالح کے گھر کا پتا دے دو۔"

وہ منت بھرے لہجے میں بولیں۔چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ان کا پورا جسم کپکپاہٹ کا شکار تھا۔

"آپ کا صالح؟"

ارحا نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"پلیز ایڈریس دے دو۔"

وہ منت بھرے لہجے میں بولیں تو مختلف سوچوں میں گھری الجھی سی ارحا نے صفحہ پہ پتا لکھ دیا۔وہ اس کے ہاتھ سے پتا تھامتے فوری وہاں سے باہر کی جانب بھاگیں۔ارحا کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔کیا اسے آیت کو اس بارے میں بتانا چاہیئے؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

الجھن زدہ سی ارحا نے مرکزی دروازے کو دیکھا جو وہ جلدی میں کھلا ہی چھوڑ گئیں تھیں۔

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔

☆☆☆

ان کی شادی کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا اور آج نوشین آپا بھی ان کی طرف آئیں ہوئیں تھیں۔

زارا نے شہروز سے بات کی تھی کہ وہ واپس مل کر سب ذمہ داریاں نبھانا چاہتی ہے۔ سب اس کے فیصلے پہ پر مسرت ہوئے۔ وہ چاروں کچن میں موجود کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ یہ دعوت زارا کے خوش کن فیصلے کے باعث رکھی گئی تھی۔ آج پوری فیملی مکمل ہو رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"آیت تم کمرے میں جاو۔ ہم سب دیکھ لیں گے۔"

نوشین آپا نے اب کی بار دوبارہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو ٹی پنک سوٹ میں ملبوس سر پہ ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے کٹنگ بورڈ پہ چکن کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کر رہی تھی۔

"میں کمرے میں جا کر کیا کروں گی۔ یہ میرا بھی تو گھر ہے۔ مل کر کام کریں گے تو زیادہ مزہ آئے گا۔"

چہرے پہ آئی لٹ کو کانوں کے پیچھے اڑستے وہ محبت بھرے لہجے میں بولی۔ جس پہ سب نے مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی۔ اوپر آیت کا فون بج بج کر ہلکان ہو چکا تھا مگر ایک تو فون سائلنٹ پہ تھا اور دوسرا کمرے میں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔

سب مرد حضرات لاونج میں بیٹھے گفتگو میں مشغول تھے۔ کبھی سیاسی موضوع چھڑ جاتا تو کبھی کاروباری۔ شام کا یہ کھانا یقینا بہت اچھا ہونے والا تھا۔

"بھابیوں میری بھوک سے بری حالت ہو چکی ہے۔ کب ملے گا کھانا؟"

شہروز دہائی دیتے ہوئے بولا۔

"ہاں تو آپ کو کس نے کہا تھا کہ دوپہر کا کھانا نہ کھائیں۔ آپ کو نسا کسی شادی میں جا رہے تھے کہ بھئی گھر سے نہیں کھا کر جانا۔"

زارا ٹیبل سیٹ کرنے کے لیے کچن سے باہر آئی اور اس کو سنانے لگی۔ جس پہ سب دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے۔ اور شہروز نے دل میں سوچا 'اور کرو لو میرج۔'

"مزے مزے کے کھانے چھوڑ کر میں ٹینڈوں پہ اکتفا نہیں کر سکتا تھا۔ سوری"

وہ بھی اصل وجہ کی جانب آیا۔

"تمہیں تو ٹینڈے خاصے پسند نہیں ہیں شہروز؟"

تیمور بھائی اس کو چھیڑتے ہوئے بولے۔

"اگر میں ٹینڈے کھالیتا ہوں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہر روز ٹینڈے ہی بنالو۔" وہ ناراض سا بولا۔ جس پہ سب ہی مسکرائے۔

کھانا تیار ہو چکا تھا۔ چاروں مل کر ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا سیٹ کرنے لگیں۔ شائستہ بھابھی اور نوشین آپا کے بچے آپس میں کھیلنے کودنے میں مصروف تھے۔ ایک رکشہ عین اس آشیانے کے سامنے آکر رکا جسے تنکا تنکا جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ احسن کا ہاتھ اور وہ خط تھامے وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھیں۔ وہ اس وقت اس حد تک خوف اور بے چینی کا شکار تھیں کہ دیکھ ہی نہیں سکیں کہ جس منصور کو وہ دولت کی ہوس میں دھتکار چکی تھیں اس کا اور اس کی اولاد کا یہ شاندار گھر بالکل ان کے خوابوں کی دنیا جیسا تھا۔

"آجائیں سب۔ کھانا ریڈی ہے۔"

آیت نے لاونج میں آ کر اعلان کیا جس پہ سب سے پہلے شہروز تیزی سے صوفہ سے اٹھا۔ اس کی تیزی دیکھ سب قہقہہ لگا گئے۔ اسی وقت دروازے پہ زور زور سے دستک ہوئی تو نوشین آپا کے بڑے بیٹے نے جا کر مرکزی دروازہ کھولا۔ وہ احسن کو اپنے ساتھ لیے تیزی سے چلتے ہوئے اندرونی دروازے کی جانب بڑھی جبکہ نوشین آپا کا بیٹا پیچھے سے آنٹی آنٹی کہتا رہ گیا۔ وہ سب صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے جب ایک وجود کو اندر آتا ان کی طرف بڑھتا دیکھ کچھ پہ سکتہ طاری ہوا تو کچھ نا سمجھی سے دیکھنے لگے۔ صالح کا تو سانس ہی تھم گیا تھا۔ وہیں وہ ایک دم ہوش میں آئیں۔ یہ کیا کر چکی تھیں وہ؟ وہ ان کے ہنستے بستے گھر میں انتشار برپا نہیں کر سکتی تھیں۔ دماغ نے کہا کہ مڑ جائے مگر دل نے ڈپٹ دیا۔ خط کی آخری سطروں نے ان کے دماغ اور دل دونوں کو صدمے سے دوچار کر دیا تھا۔ انہیں بس یہ تسلی کرنی تھی کہ منصور زندہ ہے اور وہ ان سے معافی مانگ سکتی ہیں۔

"آنٹی آپ یہاں؟"

سب سے پہلے آیت کی حیرت ختم ہوئی اور وہ نا سمجھی سے ان سب کو بت بنا دیکھ گویا ہوئی۔

"آپ جانتی ہیں انہیں؟"

صالح نے بمشکل آیت سے پوچھا۔

"یہ تو ارحا کے گھر اوپری پورشن میں کرایہ دار ہیں۔ اپنے معذور بیٹے کے ساتھ رہتی ہیں۔"

اس نے احسن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جس پہ سب کی نگاہیں اس بچے کی جانب اٹھیں جو لگ بھگ تیرہ برس کے قریب تھا۔ حیرت سے ادھر ادھر دیکھتا وہ بچہ اپنی ماں کے پہلو میں چھپا ہوا تھا۔ صالح کے دل میں گویا کسی نے خنجر پیوست کیا۔

"ماما"

کب سے اس چہرے کو غور سے دیکھتے شہروز نے بے ساختہ کہا تو آیت پہ گویا سکتہ طاری ہوا۔ تو کیا اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا؟ جس چیز کو پوچھنے کے لیے وہ ہمت اکٹھی کر رہی تھی اور مناسب وقت کے انتظار میں تھی تو کیا وہ مناسب وقت یوں اچانک آ دھمکا تھا؟ نوشین کی آنکھوں میں بے اعتباری تھی۔ جواد سن کھڑا تھا۔

بھلا مردہ لوگ جن کو اپنے ہاتھ سے دفنایا ہو وہ بھی زندہ ہو کر سامنے آتے ہیں؟

ماضی کی آوازوں نے نوشین کو حال سے گھسیٹا۔

"مجھے بتائیں بابا کہ آخر کونسی چیز ہے جس کو خوابوں میں دیکھ کر یہ ڈرتا ہے؟ آخر کیا چیز ہے جو اس کو ڈراتی ہے؟ اس کی اس حد تک سنجیدگی کے پیچھے کیا وجہ ہے؟ کیوں یہ ہمیں لے کر اتنا حساس ہے؟ کیوں آپ اس کو ابھی تک اپنے ساتھ سلاتے ہیں؟ آخر کیا وجہ ہے بابا؟ آج میں جانے بغیر نہیں جاوں گی۔ میرا بھائی ہے صالح۔ اس کی یہ حالت مجھے دکھ پہنچاتی ہے۔ وہ تو بہت شرارتی تھا بابا۔ کہاں ہیں اس کی شرارتیں؟ اگر آپ اسے ماما کی وفات سے منسلک کریں گے تو بھی میں نہیں مان سکتی۔ وہ ہماری بھی ماں تھی ہم سب سنبھل گئے مگر وہ کیوں نہیں۔ کچھ ایسا ہے جو آپ نے چھپایا ہے ہم سے؟ آپ کو خدا کا واسطہ ہے آج مجھے حقیقت بتا دیں بابا۔ آپ کو خدا کا واسطہ ہے۔"

نئی نویلی دلہن نوشین بالآخر پھٹ پڑی تھیں۔ وہ اپنے بھائی کی اس حالت کو قطعاً نظر انداز کرنے کی متحمل نہیں تھیں۔

"آگہی روشن دن کو سیاہ رات میں تبدیل کر دیتی ہے۔ میں نہیں چاہتا جس کی وجہ سے صالح آج تک نارمل زندگی نہیں جی پا رہا تم بھی اس کا سامنا کرو۔"

خدا کے واسطے پہ انہوں نے ایک بار پھر اپنی بیٹی کو اس تکلیف سے بچانے کے لیے قائل کرنا چاہا۔

"میں سب سننے کی سکت رکھتی ہوں بابا۔ چھوٹی عمر میں ماں کو کھویا ہے اور اپنے بھائیوں کے لیے ماں بنی ہوں۔ میں سب برداشت کر سکتی ہوں۔"

وہ اٹل لہجے میں بولی۔

"تمہاری ماں زندہ تھی نوشین"

وہ بے بس ہو کر بولتے بیڈ پہ ڈھے گئے۔ وہ کبھی اس راز سے پردہ نہیں اٹھانا چاہتے تھے۔ ہر بار ٹال دیا کرتے تھے مگر آج انہیں لگا کہ ان کے بعد کوئی ہونا چاہیئے جو صالح کو سمجھ سکے۔

"کی۔۔۔۔ کیا مطلب؟ کب؟"

اس عجیب انکشاف پہ انہیں کچھ سمجھ نہ آیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ میت تمہاری ماں کی نہیں تھی۔"

وہ شکستہ سے بولے۔انہیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ بات انہیں خود اپنی اولاد کو بتانی پڑ جائے گی۔

"کیا کہنا چاہ رہے ہیں آپ؟"

"صالحہ زندہ تھی اس وقت۔یہ سب ایک ناٹک تھا دنیا کے سامنے۔ایک گناہ کو چھپانے کی کوشش"

"کیا مطلب؟کونسا گناہ؟ماں۔۔کہاں ہیں ماما؟"

"تمہاری ماں میرے نکاح میں ہوتے ہوئے امید سے تھی وہ بھی تحسین کی اولاد کی"

یہ الفاظ جیسے نشتر کی مانند ان پہ برسے تھے۔

"کون تحسین؟کیا آپ کا وہ دوست؟"

ماضی کے لمحات کو سوچتے انہوں نے حیرت زدہ سا پوچھا۔

"ہاں میرا دوست جسے میں اپنا مخلص دوست سمجھتا تھا۔اس نے میری ہی عزت پہ نظر رکھی۔میں کس سے شکوہ کرتا اس بیوی سے جس نے سالوں کی محبت کو نظر انداز کر کے

حلال اور حرام کی تمیز بھی بھلا دی یا اس دوست سے جس جیسے دوست سے بہتر تھا کہ میں تنہا ہی رہتا۔" وہ ضبط کے آخری درجے تک تنہا رہے تھے۔

"وہ سب وہ حادثہ وہ کیا تھا؟"

"میں نے محبت کی تھی تمہاری ماں سے۔ اس کے کردار پہ انگلی اٹھتی یہ ناقابل برداشت تھا میرے لیے۔ وہ میرے ساتھ رہنے کو تیار نہیں تھی ورنہ شاید اس کی غلطی کا ازالہ ہو جاتا۔ وہ ہر صورت تحسین کے ساتھ ہی جانا چاہتی تھی۔ وہ بھول چکی تھی کہ اس کے تین بچے حقیقت سے لاعلم اس کے منتظر تھے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تین مطلب؟"

"صالح اس وقت وہیں موجود تھا جب ساری حقیقت آشکار ہوئی۔ وہ معصوم تھا نوشین لیکن تمہاری ماں نے اس کی معصومیت چھین لی۔

پھر اس نے تحسین کے کہنے پہ ہی یہ ڈراما کرنے کو کہا۔"

وہ رو پڑے تھے۔اپنی محبوب بیوی کی بے وفائی اور بیٹے کی اذیت نے انہیں آج پھر رلا دیا تھا۔بلکہ کونسا وقت تھا جب وہ اذیت میں نہیں ہوتے تھے۔بھلا جس کی فیملی بکھر گئی ہو جس کا گھر ٹوٹ گیا ہو۔جس کی بیوی اسے چھوڑ گئی ہو۔جس کی اولاد نے جینا چھوڑ دیا ہو۔کیا وہ خوش ہوا کرتے ہیں؟

"آپ نے ان کا ساتھ کیسے دے دیا بابا؟"

وہ اپنے باپ کے ظرف پہ حیران تھی۔

"صالح بھی مجھ سے یہی پوچھتا ہے۔مگر میں اس کو کیسے سمجھاؤں کہ جب عورت آپ کے نکاح میں ہوتے ہوئے آپ کے وجود سے انکاری ہو جائے۔جب کسی دوسرے مرد کے ساتھ کے لیے وہ اپنی اولاد کو بھی پس پشت ڈال دے تو اس کو روکا نہیں جا سکتا۔"

"کیا وہ زندہ ہیں؟"جانے کس آس کے تحت پوچھا۔

"نہیں معلوم"وہ نظریں جھکا گئے۔

"میں بتاتی ہوں آپ کو۔وہ آج تک میرے دل میں زندہ تھیں۔مگر آج وہ مر چکی ہیں

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ وہ ہمارے لیے اب کبھی بھی زندہ نہیں ہو سکتیں۔ میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ مجھے فخر ہے کہ مجھے آپ جیسا باپ ملا۔ آپ ہمیشہ میرے آئیڈیل رہے ہیں۔ آپ چاہتے تو دوسری شادی کر کے ہمیں نظر انداز کرتے مگر آپ نے پوری عمر ہم پہ لگا دی۔ ہمارے سامنے ہماری ماں کا امیج قائم رکھا۔ ہمیں ایک نارمل زندگی دی اور خود تنہا اس اذیت میں جلتے رہے۔"

وہ اپنے باپ کا ہاتھ تھامے روتے ہوئے بولی۔ اور وہ اپنی بیٹی کے الفاظ پہ تڑپ گئے۔

"تنہا نہیں کہو نوشین۔ میرا بیٹا میرے ساتھ جلا ہے اس آگ میں۔ میں شاید تمہاری ماں کو معاف کر دیتا مگر جو اس نے صالح کے ساتھ کیا ہے میں اسے اب کبھی بھی معاف نہیں کر سکتا۔ میرا بچہ سسکتا ہے نوشین وہ ڈرتا ہے۔ کہاں سے لاؤں میں اپنا پرانا صالح۔ اس میں تو زندگی کی رمق کی نہیں رہی۔"

ان کا دل پھٹ رہا تھا۔ کاش کہ ان کی اولاد کو کبھی آگاہی نہ ملتی۔ کاش کہ وہ تنہا اس آگ میں جلتے۔ کاش وہ صالحہ سے اتنی محبت نہ کرتے۔ یا پھر صالح کے کہے مطابق کاش وہ ان کو مار دیتے۔ کاش کہ وہ خود ہی مر جاتے۔

کتنے کاش تھے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی کاش تو پورا نہیں ہوا تھا۔

"وعدہ کرو مجھ سے نوشین کہ میرے صالح کا خیال رکھو گی۔ وہ عورت پہ بھروسہ نہیں کر سکتا۔ لیکن تم اسے عورت ذات سے بدظن نہیں ہونے دو گی۔ وعدہ کرو کہ جب بھی تمہاری ماں واپس لوٹے گی تم اسے دھتکارو گی نہیں۔"

وہ التجائی لہجے میں بولے اور ان کی ہر بات کے جواب میں ہاں میں سر ہلاتی نوشین نے آخری بات پہ نفی میں سر ہلایا۔

"میں انہیں کبھی قبول نہیں کرو گی بابا۔"

وہ اٹل لہجے میں بولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مت کرو میری بیٹی۔ وہ ماں ہے تمہاری۔ بیس سال میں نے اس کے ساتھ گزارے ہیں میں جانتا ہوں وہ اپنے نام کی طرح ہے۔ وہ بھٹک گئی تھی راہ راست سے مگر مجھے یقین ہے وہ میرے لیے نہ سہی مگر اپنی اولاد کے لیے ضرور واپس آئے گی۔ وہ بہت محبت کرتی ہے تم سب سے۔ وہ صرف بھٹکی ہے نوشین۔ وہ بری نہیں ہے۔ وہ صالحہ ہے۔ وہ کہتی تھی کہ وہ امید سے ہے مگر میرا دل نہیں مانتا۔ اس نے مجھے رپورٹس بھی دکھائی تھیں مگر میں نے یقین نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں اسے۔ وہ اپنے نام کی طرح ہے۔"

وہ روئی تھی بے انتہا روئی تھی۔ اپنی ماں کی بے وفائی پہ۔۔۔ اپنے باپ کے صبر پہ۔۔۔ اپنے بھائی کی اذیت پہ۔

وہ کئی ماہ ٹراما سے گزری۔ لیکن نئی زندگی میں وہ اپنے شوہر، سسرال اور بچوں میں مشغول ہو گئی تو تکلیف کم ہو گئی تھی۔ باپ کی موت نے جواد اور شہروز پہ تو جو صدمہ ڈالا ہی تھا مگر صالح اور نوشین تو اپنے باپ کو کھو کر ٹوٹ ہی گئے تھے۔ کتنا عرصہ انتظار کیا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انہوں نے اپنے باپ کی خواہش کے پورا ہونے کا۔۔۔ کتنے عرصے بعد انہوں نے صالح کے چہرے پہ سکون دیکھا تھا۔ مگر کیا اتنی ہی تھی اس کے سکون کی مدت؟

شہروز آگے بڑھ رہا تھا اور صالح بے دم سا ہو کر صوفہ پہ ڈھے گیا۔ آیت بھاگ کر اس کے پاس آئی۔ سب کی توجہ صالح کی جانب گئی تو شہروز نے بھی اپنے قدموں کا رخ موڑتے صالح کی جانب کیا۔ اپنے بھائی کے پاس کھڑا ہوتے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے وہ صورت حال سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے تو صرف تصاویر میں ہی اپنی ماں دیکھی تھی۔ اس کی ماں تو اس کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی مر چکی تھی تو یہ اس کی ماں کیسے ہو سکتی تھی؟ اسے یقیناً غلط فہمی ہوئی تھی۔

"ماما۔۔۔ لیکن آپ زندہ؟"

جواد اپنی ماں کے قریب جا کر ان کے چہرے کو غور سے دیکھتے پوچھنے لگا۔ نوشین نے ضبط سے دانت بھینچے ہوئے تھے۔

"منصور؟ کہاں ہے منصور؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس وقت ان کی ماں نہیں بلکہ منصور کی بیوی کی حیثیت سے آئی تھیں۔ انہیں لگ رہا تھا کہ آج بھی وہ منصور کے بارے میں جاننے کا حق رکھتی ہیں۔

"بابا کہتے تھے کہ آپ اپنی اولاد کی خاطر واپس لوٹیں گیں۔ مگر عجیب ہے نا کہ آپ اس انسان کا پوچھ رہی ہیں جس کی ہر اذیت کے پیچھے صرف آپ تھیں۔"

نوشین نے شدت ضبط سے سرخ پڑتے چہرے سے کہا۔ ان کی بات سنتا ہر شخص حیرت کا پتلا بنا رہا سوائے صالح کے۔ زارا پہلے تو حیرت سے ان کو دیکھتی رہی مگر پاس موجود بچوں پہ نظر پڑتے ہی ان کو فورا اوپری منزل پہ جانے کا کہا جس پہ سب بچے تابعداری کا ثبوت دیتے اوپر چلے گئے۔

"منصور کے بارے میں بتا دو پلیز۔"

وہ ہاری ہوئی لگ رہی تھیں۔ شاید انہیں ادراک تھا کہ وہ پوری دنیا میں منصور سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کر پائی تھیں۔ حتی کہ اپنی اولاد سے بھی نہیں۔

"آپا یہ ماما کیسے ہو سکتی ہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صالح کے پاس سے ہٹتے شہروز ان کا بازو پکڑ کر بولا۔ جبکہ صالح تو گویا ان کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ ان پندرہ سالوں میں اس نے کبھی اپنی ماں کی تصویر بھی نہیں دیکھی تھی مگر ان کا ایک ایک نقش اسے ازبر تھا۔ وہ اپنی ماں جیسا ہی تو تھا۔ ہر بار خود کو آئینے میں دیکھتے وہ اپنی ماں کو بھی تو دیکھتا تھا۔ آیت اس کی محویت نوٹ کر رہی تھی۔

اچانک وہ صوفے سے اٹھا۔ سب کی نگاہیں اسی کی جانب اٹھیں۔

"میں سب سے بڑی گنہگار تمہاری اور منصور کی ہوں صالح۔ اپنی ماں کو معاف کر دو"

وہ اس کو دیکھتے اس کے پاس آ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے منت سے بولیں۔ چہرہ جھری زدہ ہونے کے ساتھ زخموں کی آماجگاہ تھا۔ آنسوؤں نے ان کے چہرے کو مزید قابل رحم بنا دیا تھا۔

"کر دیا آپ کو معاف۔ کیا اب آپ ہماری زندگیوں سے اسی طرح چلی جائیں گی جس طرح پندرہ سال پہلے چلی گئی تھیں؟"

وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو صالحہ کو اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

"ایسا نہیں کرو۔ میں محبت کرتی ہوں تم سب سے۔ وہ میری نادانی تھی۔"

وہ کر لائیں۔ اس کا ہاتھ تھامنا چاہا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"گناہ تھا۔"

نوشین بولی تو انہوں نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔ زمین پہ موجود ایک کھلونے کو ہاتھوں سے ٹٹولتے احسن کو وہ ان کے روبرو لے کر آئیں۔

"احسن تیرہ سال کا ہے۔ اور میرا اور تحسین کا بیٹا ہے۔ وہ سب جھوٹ تھا جو میں نے تحسین کی باتوں میں آ کر بولا تھا۔ تم۔۔ تم سب یہ خط پڑھ سکتے ہو۔ میں بھٹکی تھی مگر بد کردار نہیں تھی۔"

وہ صفائی دیتے ہوئے بولیں۔

"بابا بھی یہی کہتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے آپ اپنے نام کی طرح ہیں۔ وہ مجھے بھی یہی کہتے تھے کہ میں اپنے نام کی طرح ہوں۔ مگر وہ خود کبھی جان ہی نہ پائے کہ وہ ہی تو ان ناموں کی لاج رکھنے والے تھے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بولا تو آیت کو ولیمے کی رات اس کی بات پہ اس کی آنکھوں کا نم ہونا یاد آیا۔ تکلیف کی لہر نے اس کی روح کو جھنجھوڑا۔ اس کی روح کے حصے نے کتنے غم تنہا جھیلے تھے۔

"بابا اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ شاید ان کا ضبط یہیں تک تھا۔"

وہ شدت کرب سے بولا۔ گلے میں کانٹے ابھرے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ اس کی بات سنتی صالحہ اسی لمحہ زمین بوس ہوئی تھی۔ ہاتھ میں مروڑ تروڑ کر پکڑا وہ خط بھی ساتھ ہی زمین بوس ہوا۔

اپنی شاندار کوٹھی کے گرینڈ بیڈ روم میں ایک آخری نظر اس تصویر پہ ڈالتے اس وجود نے اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑی پسٹل کا رخ اپنی کنپٹی کی جانب کیا تھا۔

حیرت تھی نا کہ سب سے پہلے ان کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے والا صالح ہی تھا۔

تیمور، شائستہ، شہروز، جواد اور زارا کو کچھ سہی سے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ آیت کا ذہن شل ہو رہا تھا۔

"ایمبولینس کو کال کرو۔"

وہ چیخا تھا۔ اپنی ماں کی نبض چیک کرتا وہ تڑپا تھا کیونکہ نبض کی رفتار بے حد سست ہو چکی تھی۔ آیت نے کانپتے ہاتھوں سے پاس پڑا اس کا فون پکڑتے ایمبولینس کو کال ملائی۔

جواد، شہروز، نوشین اور صالح چاروں اپنی ماں کے پاس زمین پہ بیٹھے رونے لگے تھے۔ پندرہ سال پرانا واقعہ دوبارہ رونما ہو رہا تھا۔

"ماما۔۔۔ماما" وہ ان کے چہرے کو تھپکتے مسلسل پکار رہا تھا۔ کیسی تڑپ تھی اس پکار میں۔ گھر کی ہر شے اس شخص کی اذیت کی گواہ ہوئی۔

پچھلی بار وہ خاموش تھا کیونکہ جانتا تھا کہ اس کی ماں زندہ ہے۔ مگر اب اپنی ماں کو یوں دیکھ کر وہ ان کو جھنجھوڑ رہا تھا۔

سائرن کی آواز کے ساتھ ہی ایمبولینس گھر کے اندر داخل ہوئی۔ سٹریچر اتار گیا تو تینوں بھائیوں نے مل کر اپنی ماں کو سٹریچر پہ لٹایا۔ وہ چاروں ایمبولینس میں بیٹھے تو ایمبولینس کا رخ ہسپتال کی جانب مڑا۔ اپنے کھلونے میں مشغول احسن نے یک دم رونا شروع کیا تو آیت نے اس کو اپنے ساتھ لگائے تھپکنا شروع کیا۔ شائستہ، زارا اور آیت کے آنسوؤں نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان کا چہرہ بھگو ڈالا تھا۔ تیمور نے آگے بڑھتے زمین سے اس کاغذ کے ٹکڑے کو اپنی جیب میں اڑسا۔

"تیمور بھائی مجھے صالح کے پاس لے جائیں پلیز"

وہ بھیگی آواز میں التجائیہ بولی۔

"مگر۔۔۔"

"پلیز بھائی۔ وہ بہت تکلیف میں ہیں۔"

وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

"تیمور بھائی ہم بچوں کے پاس ہی رکتے ہیں۔ آپ پلیز آیت کو لے جائیں۔"

آیت کی حالت دیکھتے شائستہ بھابھی بولی جس پہ وہ سر ہلا گئے۔ زارا نے آنسو پونچھتے اس سے احسن کو لیا۔ حاشر رو رہا تھا جس پہ شائستہ بھابھی نے اپنے بیٹے کو اپنی بانہوں میں بھرا۔

دوپٹے کو سر پہ دوہرا کرتے آیت تیزی سے گاڑی میں بیٹھی۔ دل میں اپنے محرم اور اس کی ماں کے لیے دعا مانگی۔

☆☆☆

ہسپتال کے سرد اور وحشت ناک ماحول میں آئی سی یو کے باہر موجود وہ چاروں بہن بھائی گزرے وقت کو سوچ رہے تھے۔ جواد اور شہروز حقیقت سے لاعلم تھے مگر یہ جانتے تھے کہ آئی سی یو کے اندر ان کی ماں موجود ہے۔ نوشین اور صالح جو حقیقت سے واقف تھے اس وقت وہ بھی بس یہی جانتے تھے کہ ان کی ماں اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔

اس شاندار کوٹھی میں ایک تیز آواز کے بلند ہو کر ختم ہوتے ہی کسی کا وجود دھڑام زمین پہ گرا تھا۔ خون کے چھینٹے اڑ کر دور دور تک پھیلے تھے۔ کسی کا انجام اس کے اپنے ہاتھوں ہی لکھا تھا۔ کسی نے زندگی کی ڈور کو بے دردی سے خود ہی کھینچ ڈالا تھا۔

ڈاکٹر باہر آیا تو وہ چاروں ان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آپ میں سے مریض کے رشتہ دار کون ہیں؟"

"ہم سب ان کی اولاد ہیں۔"

نوشین آپا نے بھیگے لہجے میں کہا۔

"آپ کی والدہ کو نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ وہ ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں۔ ان کہ صحت بہت خراب ہے۔ دعا کریں کہ وہ ریکور کر جائیں۔ ورنہ اس کیس میں کومہ کے امکانات ہوتے ہیں۔"

ڈاکٹر جواد کا کندھا تھپکتا آگے بڑھ گیا اور وہ سب خاموشی سے لب بھینچ گئے۔ صالح وہاں سے چلتا ہسپتال کے قدرے خاموش اور ویرانی بھرے حصے میں چلا آیا۔ اندھیرے میں ڈوبے اس حصے میں اسے اپنا وجود بھی تاریک لگنے لگا۔ جواد بھائی ان کے لیے پانی لینے کی غرض سے کنٹین کی جانب بڑھے۔ نوشین آپا آئی سی یو کے باہر موجود بنچ پہ بیٹھ گئیں۔

شہروز اپنی آپا کی برابر والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

آیت، تیمور بھائی کے ساتھ ہسپتال پہنچی تو ارد گرد نگاہ دوڑاتے ہی اس نے صالح کو دیکھ لیا۔ وہ تیز قدموں سے چلتے تنہا آنکھیں موند کر بیٹھے شکستہ سے صالح کے پاس آئی۔ اس کے پاس بیٹھے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا تو اس نے آنکھیں وا کیں۔ ان آنکھوں میں چھپی داستان کو پڑھتے وہ یک دم ہی رو پڑی۔ صالح نے اس کے گرد بازو پھیلایا۔

"آنٹی؟" یک لفظی سوال پوچھا۔

"دعا" یک لفظی جواب۔ نظریں آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی تھیں۔

"وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔"

وہ تسلی آمیز لہجے میں بولی جس پہ صالح نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ اب کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتیں۔"

اس پہ آیت نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"وہ جان چکی ہیں کہ وہ بابا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو چکی ہیں۔ وہ اپنی اولاد کی آنکھوں میں بے اعتباری دیکھ چکی ہیں۔ وہ اب خود کو ہار بیٹھی ہیں۔"

"صالح آپ سب انہیں معاف کر دیں۔"

"کیا ہماری معافی ان کا پچھتاوا دور کر پائے گی؟"

اس نے شکستہ حال پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔ آپ سب کی معافی چاہے ان کو پچھتاوں سے نہ نکالے لیکن ان کے غم کو کم ضرور کر دے گی۔"

"ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ وہ کومہ میں جا سکتی ہیں۔"

وہ گم صم سا بولا۔

"وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ انہیں کچھ نہیں ہو گا۔ آپ دعا کریں۔"

وہ اس کے ماتھے پہ بکھرے بال سنوارتے ہوئے بولی۔

"ان شاء اللہ"

"ان شاء اللہ۔ آپ ہمت کریں۔ باقی سب کے پاس چلیں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامے ہسپتال کے اندر بڑھا۔ آیت نے نوشین آپا کو حوصلہ دیا۔ تیمور نے سب بھائیوں کو تسلی دی۔ صالح اٹھ کر منظر عام سے غائب ہوا۔ آیت پریشانی میں اس کے پیچھے گئی تو اسے پرے روم جاتا دیکھ گہرا سانس بھرا اور واپس نوشین آپا کے پاس چلی آئی۔

تھوڑی دیر میں ڈاکٹر باہر آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ کومہ میں جا چکی ہیں۔ آپ دعا کریں کہ جلد از جلد وہ ریکور کر جائیں۔ انہوں نے جینے کی تمنا چھوڑ دی ہے۔ وہ سروائیو ہی نہیں کرنا چاہ رہیں۔"

ڈاکٹر کی باتیں ان کے سر پہ آسمان گرا گئیں۔

"کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟"

جواد نے ڈاکٹر سے استفسار کیا۔ صالح بھی واپس آ گیا تھا۔

"مل سکتے ہیں۔ کوشش کریں کہ آپ انہیں زندگی کی جانب لے کر آئیں۔ جتنی ان میں جینے کی خواہش ہو گی اتنی ہی جلدی وہ کومہ سے باہر آئیں گی۔ کوشش کریں کہ جس انسان سے وہ زیادہ اٹیچ ہیں ان کو اندر بھیجیں۔"

ڈاکٹر کہہ کر چلا گیا۔ جواد نے اپنے بھائیوں اور نوشین کی جانب دیکھا۔

"میں اور شہروز ہر بات سے لاعلم ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ دونوں نے ہم سے یہ بات کیوں چھپائی۔ بابا نے بھی ہمیں اس بارے میں کچھ کیوں نہیں بتایا۔ لیکن جو باتیں میں سمجھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پایا ہوں اس کے مطابق بابا کے بعد صالح ہی ہے جو ماما کو اس کنڈیشن میں حوصلہ دے سکتا ہے اور صالح ہی ہے جس کا حوصلہ اس وقت ماما کو چاہیئے۔"

وہ منصور کی تربیت میں رہے تھے۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی بات سمجھتے صالح نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ سفید بستر پہ موجود وہ وجود نقاہت زدہ اور انتہائی بے بس تھا۔ ایک ہاتھ پہ برنولا لگا کر سفید مادے کو جسم میں داخل کیا جا رہا تھا۔ اس کے قدم لڑکھڑائے۔ وہ اپنی ماں کو اس حالت میں دیکھنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ وہ ان کے بیڈ کے پاس موجود کرسی پہ بیٹھ گیا۔ کافی دیر ذہن تانے بانے بنتا رہا۔ زبان ہلنے سے انکاری ہو گئی تھی۔

"میں نے سوچا تھا کہ جب کبھی میرا آپ سے سامنا ہو گا۔ میں اپنا دامن بچا لوں گا۔"

وہ ان کے نقاہت بھرے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے بالآخر بولا۔

"مجھے لگتا تھا میں مان چکا ہوں کہ آپ سچ میں۔۔۔ مر چکی ہیں۔"

وقفہ لیتے ہوئے بمشکل الفاظ ادا کیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ نے کہا کہ آپ سب سے زیادہ میری اور بابا کی گنہگار ہیں۔ آپ چاہتی ہیں کہ ہم آپ کو معاف کر دیں۔ مگر کیا آپ جانتی ہیں کہ بابا آپ کو معاف کر چکے تھے۔"

وہ بولا تو لہجہ بھیگا تھا۔ سامنے پڑے وجود کے دل کو کچھ ہوا۔

"میں جانتا ہوں آپ سب سن رہی ہیں۔ آپ چاہتی تھیں نا کہ میں ڈاکٹر بنوں۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ مگر میں نے آپ سے اور خود سے بدلہ لیا۔ میں ڈاکٹر نہیں بنا۔ کیونکہ میں ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا جو آپ چاہتی تھیں۔"

صالحہ کی بند آنکھوں سے چند قطرے چہرے پہ پھسلے۔

"میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ مجھے کیوں یہ آگاہی دی گئی۔ کیا میں سکون سے نہیں رہ سکتا تھا مگر پھر آہستہ آہستہ سمجھ آ گئی۔"

وہ اپنے چہرے پہ آئے آنسوؤں کو صاف کرنے لگا۔

"اللہ تو کسی پہ اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور ہر انسان کو دوسرے انسان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اگر بابا تنہا اس سچ کو برداشت کرتے تو یہ ان کے ساتھ زیادتی ہوتی۔ اللہ نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کا سہارا بنایا۔ جیسے آپ کو اور احسن کو۔"

وہ رکا اور صالحہ کے چہرے پہ پھسلے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"صالح نے بھی اپنی ماما کو اسی دن معاف کر دیا تھا جس روز اس کے بابا نے اپنی بیوی کو معاف کیا تھا۔"

وہ روتے ہوئے بولا تو صالحہ کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہوئی۔

"ہمیں آپ کی ضرورت ہے ماما۔ پندرہ سال ہم اس رشتے کو ترسے ہیں۔"

وہ اپنی ماں کا ہاتھ تھامے دھندلائی آنکھوں سے بولا۔ صالحہ کی انگلیوں نے جنبش کی۔ صالح نے اس جنبش کو محسوس کرتے خوشی اور حیرت کی ملی جلی کیفیت سے ان کے چہرے کی جانب دیکھا۔

"آپا۔۔۔ جواد بھائی، شہروز"

وہ بآواز بلند بولا تو وہ سب بھاگتے ہوئے اندر آئے۔ آیت بھی ان کے ہمراہ اندر آئی۔ جبکہ تیمور بھائی دوا لینے ڈسپنسری تک گئے تھے۔

"ماما"

شہروز بھرائے لہجے میں بولا۔ نوشین آپا ان سب کو تمام واقعات سے آگاہ کر چکی تھیں۔

"پلیز اٹھ جائیں۔ ہمیں آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے۔"

جواد بولا تو آواز رندھ رہی تھی۔

"ہم نے بابا کو کھویا ہے۔ اب اپنی ماں کو نہیں کھو سکتے۔ پہلے تسلی تھی کہ آپ جہاں بھی ہوں گی خوش ہوں گی مگر وہ خط۔۔۔"

نوشین اس سے زیادہ نہیں بول سکی۔ تیمور بھائی نے ان سب کے سامنے وہ خط پڑھا تو ان پہ سارے دریچے کھلتے گئے تھے۔

"آپ واپس کیوں نہیں آئیں؟ کیا آپ کو اپنی اور بابا کی تربیت پہ بھروسہ نہیں تھا؟"

جواد بولا تو انہوں نے اپنا سر ہلانے کی کوشش کی۔ مگر ہلا نہیں پائیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سب بھول جائیں ماما۔ ہم مل کر زندگی گزاریں گے۔ ہنستی مسکراتی۔ احسن ہمارا بھائی ہے۔ ہم سب ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ احسن کو ہم سب کو آپ کی ضرورت ہے۔"

صالح ان کو یقین دہانی کروانے لگا۔ پچھتاوں میں گھری صالحہ کو وہ امید مل چکی تھی جو انہیں ڈوبتے کو پار لگا سکتی تھی۔ انگلیوں میں جنبش بڑھنے لگی۔ آہستہ آہستہ آنکھیں وا ہونے لگیں۔ سب اسی منظر کے منتظر تھے۔ سب کے اٹکے سانس بحال ہونے کو تھے۔ ڈاکٹر نے ان سے یہی کہا تھا کہ چاہے تو وہ چند منٹوں تک کومہ سے باہر آجائیں چاہے تو چند ہفتوں تک۔ یہ ان کے جینے کی خواہش پہ منحصر تھا۔ اور ہاں صالحہ اب اپنی اولاد کے ساتھ جینا چاہتی تھیں۔ ان کی گہری سیاہ آنکھوں کے کھلتے ہی سب نے شکر ادا کیا۔ سب پہ نگاہیں دوڑاتے ہوئے صالحہ بری طرح رونے لگیں۔ وہ اپنی اولاد کو جان سے چاہنے والی کیوں اور کیسے اتنی خودغرض ہو گئی تھی؟ صالح نے سب سے پہلے ان کا ہاتھ تھام کر چوما تو وہ روتے روتے مسکرا اٹھیں۔

"میرا صالح"

وہ اتنے پیار سے بولیں کہ صالح کے دل میں سکون سا پھیل گیا۔

"میرے بچے"

وہ ان کو دیکھتے ہوئے بہت مان اور پیار سے بولیں تو ان کے چاروں بچے ان کے پاس آتے ان پہ گہری چھاؤں کر گئے۔

"ماما"

سب کی زبان سے نکلتا یہ مامتا سے بھرپور لفظ ان کو تقویت پہنچانے لگا۔ تیمور جو تھوڑی دیر قبل ہی اندر داخل ہوا تھا اس کی آنکھوں نے اس منظر کو دیکھتے خوشی سے جھلکتی نمی کو پونچھا۔ وہیں آیت کے چہرے پہ کبھی ہنسی کے رنگ پھیلتے تو کبھی وہ ان کی تکلیف پہ درد محسوس کرتے رو پڑتی۔ اتنی عجیب کیفیت اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ پندرہ سال بعد ان کا ملاپ ہوا تھا۔ پندرہ سال سب نے اپنی سکت کے مطابق تکالیف برداشت کی تھیں۔ زندگی نے ان کھوئے رشتوں کو ملا کر ان پہ بڑا احسان کیا تھا۔

اور تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

☆☆☆

گھر کے گرینڈ بیڈ روم میں بیڈ پہ موجود صالحہ کے ارد گرد ان کے سارے بچے اور بہوئیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ کبھی نوشین کے بچوں کو پیار کرتیں تو کبھی جواد کے۔ دو دن ہسپتال میں رہنے کے بعد انہیں گھر لے آئے تھے۔ سب نے انہیں دل سے معاف کر دیا تھا۔ وہ اتنی بیش بہا نعمتوں پہ نم آنکھیں لیے ہوئے تھیں۔ کہاں وہ اپنی اولاد تک کو ترس رہی تھیں اور کہاں وہ معصوم بچے اب انہیں نانو اور دادو کہہ کر پکار رہے تھے۔ سب گھر والوں کو تمام حقائق کا علم ہو چکا تھا۔ پھر بھی انہوں نے انہیں دل سے قبول کیا تھا۔ مرکزی دروازے پہ دستک ہوئی تو شہروز دروازہ کھولنے گیا۔ وہ ایک سوٹڈ بوٹڈ آدمی کو لیے کمرے میں داخل ہوا جہاں سب ہی ہنستے مسکراتے نظر آ رہے تھے۔ سب نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔

"میں اعجاز اختر ہوں۔ تحسین سعید کا سیکرٹری۔"

اس نے اپنا تعارف کروایا تو سب کے چہرے پہ دوڑتی مسکراہٹ سمٹی۔

"سر چونکہ اس دنیا سے جانے سے قبل مجھے ساری ہدایات دے کر گئے تھے تو وہ آپ تک پہنچانا میرا فرض تھا۔"

صالحہ کو احسن ٹرسٹ کے حوالے سے تفصیلات دینے کے بعد وہ بولا تو وہاں موجود سب نے صدمے سے اس کو دیکھا۔

"دنیا سے جانے سے قبل؟"

صالحہ نے بے یقینی سے استفسار کیا۔

"تین دن پہلے سر نے خود کو شوٹ کر لیا تھا۔ اور یہ تصویر جائے وقوعہ سے ملی ہے۔"

ان کی جانب ایک تصویر بڑھاتے ہوئے وہ کچھ افسردہ سا تھا۔ وہ سالوں سے تحسین کے ساتھ رہا تھا۔ اس کا باس اس کے ساتھ بہت اچھا رہا تھا۔ اس تصویر کو دیکھتے صالحہ کا چہرہ زرد پڑا۔ تصویر کے پیچھے لکھے الفاظ پہ سب کی نظر پڑی تھی جہاں "بیسٹ فرینڈز" لکھا تھا۔ صالحہ کا ہاتھ بے دم سا ہو کر بیڈ پہ گرا تو سب نے اس تصویر کو دیکھنا چاہا اور اپنے باپ کے ساتھ اس کی تصویر نے سب کو ہی ورطہ حیرت میں ڈالا۔ جواد نے جلدی سے سائیڈ ڈرا سے وہ خط نکالا۔ وہ آخری لائن کو غور سے پڑھ ہی نہیں پائے تھے۔

"جب تک تم یہ خط پڑھو گی۔ میں یہاں سے جا چکا ہوں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

تحسین سعید"

جواد نے قدرے بلند آواز میں یہ لائن دہرائی۔ وہ سب تو یہ سوچے بیٹھے تھے کہ وہ واپس امریکہ جا چکا ہو گا۔ مگر یہ اس نے کیا کر لیا تھا؟ حرام موت کو گلے لگا کر اپنی موت بھی مشکل کر لی تھی۔

"یہ کیا کر دیا تم نے تحسین؟"

افسوس اور دکھ بھرے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس عمل پہ یقین کرنے سے قاصر تھیں۔

کاش کہ وہ اس سطر کو اس وقت ہی پڑھ لیتیں تو شاید وہ اس کو روک پاتی۔ مگر منصور کی موت کے بارے میں پڑھنے کے بعد تو وہ آگے ایک لفظ بھی نہیں پڑھ سکی تھیں۔ ان کی حالت کے پیش نظر سب ہی وہاں سے چلے گئے۔ اب وہ تنہا کمرے میں تھیں۔ اس تصویر کو ہاتھ میں تھامے وہ کبھی منصور کے چہرے کو دیکھتیں تو کبھی تحسین کے۔

"معافی مانگی تھی تو اتنا تو یقین رکھتے کہ معافی مل جائے گی۔ تم نے غلط کیا تھا مگر توبہ کر لی تھی۔ کیوں اپنی توبہ کو خراب کر لیا؟"

وہ اس تصویر سے سوال کر رہی تھیں۔

ایک اور بوجھ ان کے کاندھوں پہ ڈال دیا گیا تھا۔ ضمیر کی اس عدالت میں وہ خود کو معاف کرنے سے قاصر تھیں۔ پہلے منصور، پھر ان کی اولاد اور اب تحسین۔

وہ سوچنے لگیں کہ ان کے ایک غلط فیصلے نے کتنی زندگیوں کو برباد کر دیا تھا۔

کاش کہ ہم انسان نتائج کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا سیکھ جائیں۔ کاش کہ حلال کو چھوڑ کر حرام کے پیچھے بھاگنے والی عادت سے پیچھا چھڑا لیں۔ کاش کہ اپنی زندگی کی محرومیوں کا بدلہ ہم کسی دوسرے انسان سے لینا چھوڑ دیں۔ کاش کہ ہم اپنے نصیب پہ اکتفا کرنا سیکھ جائیں۔

کاش ہائے کاش۔۔۔۔۔۔

☆☆☆

گھر میں برپا ہڑبڑی اور افراتفری میں سب ایک دوسرے کو جلدی تیار ہونے کا کہہ رہے تھے۔ آج معاذ اور جیا کی شادی کی تقریب تھی۔ ڈارک گرین کلر کی شرٹ جس پہ شیشوں کا نفیس سا کام ہوا تھا ساتھ ہم رنگ ٹراوزر اور گرین ہی دوپٹے کو شانوں پہ پھیلائے، سر پہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حجاب اوڑھے، لائٹ سے میک اپ کے ساتھ وہ بے پناہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ صالح نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کو دیکھا تو مسحور ہو گیا۔

"ماشاءاللہ"

اس نے بے ساختہ کہا تو آیت جھینپ گئی۔

"مسز صالح آپ تو سادگی میں بھی بے مثال لگتی ہیں۔ اور اس طرح تو دل کی دھڑکنیں ہی منتشر کر دیتی ہیں۔"

کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب موڑتے وہ اس کے پیارے سے چہرے کو وارفتگی سے تکتے ہوئے بولا۔ لہجے میں بے پناہ محبت اور عزت تھی۔

"یہ آپ نے میرے ساتھ میچنگ ضرور کرنی ہوتی ہے۔"

اس کی تعریف کو پرے کرتے اس کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ جو ڈارک گرین شلوار قمیض میں ملبوس تھا اس کی بات پہ مسکرایا۔

"کیا اچھا نہیں لگ رہا یہ کلر؟"

وہ خود کی جانب دیکھتے ہوئے مستفسر ہوا۔

"لوگوں نے ہمیں سگے میاں بیوی کا خطاب دے دینا ہے صالح۔"

وہ پریشان حال بولی اور اس کی بات پہ صالح کا قہقہہ بلند ہوا اور وہ کافی دیر یونہی ہنستا چلا گیا یہاں تک کہ بے پناہ ہنسنے کے باعث اس کی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا۔

"سگے میاں بیوی؟ آر یو سیریس"

آیت کی بات ہضم کرنا اس کے لیے کافی مشکل ثابت ہو رہا تھا مگر سامنے کھڑی آیت کے سنجیدہ تاثرات پہ اس نے فوری ہنسی کو بریک لگائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اوکے اوکے۔ آئم سوری"

وہ سرینڈر کرتے ہوئے بولا۔ مگر ہنسی ضبط کرنا ابھی بھی مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ یک دم پھر سے ہنسی پھوٹی تو اس بار آیت نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"میں کتنا فضول بول جاتی ہوں سچ میں"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔

"سینس آف ہیومر اچھا ہو رہا ہے نا"

صالح نے جوابی کاروائی کی جس پہ وہ مزید ہنسنے لگی۔

ان کے چہرے پہ پھیلی مسکراہٹ دیکھ کر آسمان میں موجود ستاروں نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی۔

☆☆☆

ہال میں پھیلی سرگوشیاں اس لمحے تھم گئیں جب کمیل اور اپنے بابا کے ساتھ چل کر آتی وجیہہ نے وہاں قدم دھرا۔ معاذ صدیقی کو اپنے جسم کے ہر حصے سے خوشی پھوٹتی محسوس ہوئی۔ ابھی چند لمحے قبل وہ اس لڑکی کو اپنا ہم سفر بنا چکا تھا۔ اس کی تو خوشی دیدنی تھی۔ اس ایک ماہ اس نے کافی سوچا کہ جیا کو آیت کے بارے میں ماضی کی اپنی فیلنگز کے بارے میں بتا دے۔ مگر وہ خاموش رہا اور اسے ہمیشہ اس راز کو راز ہی رکھنا تھا۔ ہمسفر کو یہ تکلیف دے کر وہ اس کے اور اپنے بیچ کوئی خلا نہیں چاہتا تھا۔ جس راز سے پردہ اٹھانے کے بعد اس کے اور اس کے پیارے رشتوں کے درمیان کوئی بدمزگی ہوتی وہ ایسا کوئی راز فاش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

وہ اس کی ایک معصوم سی غلطی تھی جس سے اس نے توبہ کر لی تھی۔ تو جس راز کو قدرت نے راز رکھا تھا وہ اس کو از خود فاش نہیں کر سکتا تھا۔ آیت کے لیے اس کے احساسات جیا کے ساتھ منگنی ہوتے ہی تبدیل ہو گئی تھی۔ وہ اپنی کزن کو صالح کے ساتھ مسکراتا دیکھ بہت خوش اور مطمئن تھا۔ اسے قدرت کے فیصلوں اور حکمتوں پہ یقین آچکا تھا۔

اس کا ہاتھ تھام کر اپنے برابر بٹھایا تو وہ شرماتی لجھاتی اس کے ساتھ بیٹھی۔ دل کی دھڑکنیں الگ ہی لے پہ دھڑک رہی تھیں۔ اس کی بچپن کی محبت پہ اب اس کا پورا حق تھا۔ وہ جتنا چاہے اسے دیکھ سکتی تھی۔ جتنی دیر چاہے اس سے باتیں کر سکتی تھی۔

Clubb of Quality Content

"بیوٹیفل لیڈی"

گھمبیر لہجے میں اس کے کان میں سرگوشی کی تو اس تعریف پہ وہ نظریں جھکا گئی۔ ڈارک ریڈ لہنگے میں ملبوس جس پہ گولڈن کام نے رعنایت بخشی ہوئی تھی ساتھ ہلکی سی جیولری پہنے وہ مسز معاذ بنی بیٹھی تھی۔ ناک میں پہنی نتھ نے اس کے چہرے کو ایک نئے حسن سے

متعارف کروایا تھا۔ معاذ صدیقی تو اس کو نہار نہار کر نہیں تھک رہا تھا۔ پورا فنکشن اس کا دھیان اس کے سجے سنورے روپ پہ ہی رہا۔

صالحہ سب بچوں کے ساتھ ٹیبل پہ بیٹھے مسکرا کر آنے والوں سے مل رہی تھیں۔ جب سب کی فیملیز کو ان کے بارے میں علم ہوا تھا تو سب نے ہی ان کو دل سے قبول کیا تھا۔ کئی لوگوں نے باتیں بھی بنائی تھیں مگر جب بنیاد مضبوط ہو تو بیرونی سازشیں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ جیا تو بہت خوش تھی۔ آخر کو ماں کے بعد خالہ کے رشتے کا مل جانا اسے تسکین دے رہا تھا۔ صالحہ نے احسن کو دیکھا جو جواد اور شائستہ کے بچوں سے کافی مانوس ہو چکا تھا۔ ایک ماہ میں ہی اس کی ذہنی حالت میں کافی سدھار آ گیا تھا۔ یہ دوا، پیار اور توجہ کا نتیجہ تھا جو وہ سب اس پہ نچھاور کر رہے تھے۔ ایک نظر احسن پہ ڈالی اور دوسری اس کے پاس کھڑے کسی سے بات کرتے صالح پہ

ان دونوں میں بہت مماثلت تھی۔ نقوش کی نہیں، قسمت کی۔

وہ تیرہ برس کا تھا تو اس نے ماں کے رشتے کو کھویا اور احسن تیرہ برس کا ہوا تو باپ کو کھویا۔ اس نے پندرہ سال بعد ماں کے رشتے کو دوبارہ محسوس کیا تھا۔ اور احسن نے زندگی میں پہلی بار بھائی بہن کے رشتوں کو جانا تھا۔ وہ اس منظر پہ ہی نگاہیں ٹکائے ہوئے تھیں جب صالح کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے احسن نے اس کی توجہ باقی بچوں کی جانب مبذول کروائی جن کے ہاتھوں میں آئس کریم موجود تھی۔ اس کے اشارے کو سمجھتے صالح نے اس کا ہاتھ تھاما اور اس کو لیے ٹیبل کے پاس آیا جہاں آئس کریم موجود تھی۔ اس کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھتے اس کو آئس کریم پکڑاتے صالح نے اس کے گال کھینچے جس پہ وہ مسکرایا۔ احسن کے نقوش بالکل اپنے باپ جیسے تھے۔ لیکن ان کے لیے وہ عزیز تھا کیونکہ وہ ان کا بھائی تھا، صالحہ کا بیٹا تھا۔

صالحہ نے سکون سے آنکھیں موندیں۔ ان کی اولاد پر سکون ہو چکی تھی۔ سالوں کا بوجھ سر کا تھا مگر من ابھی تک بھاری ہی تھا۔

جانے وہ کب اس بوجھ سے آزاد ہوتیں۔

☆☆☆

رخصتی بخیر و عافیت سر انجام پائی۔ موتیے کے پھولوں سے سجے اس خوبصورت کمرے میں بیٹھی جیا شدید نروس تھی۔ دروازے پہ کلک ہوئی تو ارد گرد دیکھتی جیا نے فوراً نگاہیں جھکائیں۔ سیاہ شیروانی میں ملبوس معاذ صدیقی اس کو دیکھتا آنکھ تک نہیں جھپکا رہا تھا۔

"جیا"

بیڈ پہ اس کے روبرو بیٹھتے وہ شدت جذبات سے بولا تو جیا نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جہاں وہ پر شوق نظروں سے اسی کو نہار رہا تھا۔ وہ فوراً سر جھکا گئی۔ اپنے داہنے ہاتھ میں موجود شے کو اپنے پیچھے کرتے وہ اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ اپنے روبرو کر گیا۔

"شکر کرتا ہوں میں کہ بچپن میں کبھی تم سے فری نہیں ہوا۔ شکر کرتا ہوں کہ کبھی تمہیں نظر بھر نہیں دیکھا۔۔۔"اس کی بات پہ جیا ہرٹ ہوئی۔ اسے تو لگا تھا کہ وہ محبت کے بول بولے گا۔

"باخدا اگر ایک بار بھی تمہیں نظر بھر کر دیکھ لیتا تو ایک پل بھی تمہیں دیکھے بغیر سکون نہ آتا۔"

اس کے اگلے الفاظ پہ جیا کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔

"جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے گلے ہوں گے کہ میں کبھی تمہارے ساتھ ہنس کر نہیں بولا تھا۔۔۔"

"مجھے کوئی گلہ نہیں ہے۔"

وہ مزید کہتا کہ جیا نے اسے ٹوک دیا۔

"آپ کزن تھے میرے اور میرے لیے نامحرم ہی تھے۔شادی سے قبل ہماری فرینک نیس نہ ہونا ہی بہتر تھا۔"

وہ پر اعتماد سی بولی تو معاذ نے اس کی نتھ کا موتی ٹھیک کیا۔

"آئی لو یو جیا۔نہیں جانتا کہ کب محبت ہوئی مگر بس ہو گئی۔الفت سی ہو گئی ہے تم سے۔ تمہارا ساتھ ضروری سا ہو گیا ہے۔تم لازم و ملزوم ہو گئی ہو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بولتا جا رہا تھا اور جیا یک ٹک اس کا اظہار سنتی جا رہی تھی۔ چہرے پہ مسکراہٹ گہری ہوتی گئی۔ اچانک وہ خاموش ہوا اور اپنی پشت پہ بیڈ پہ ہاتھ مارتا کچھ تھامتا اس کے سامنے کر گیا۔

"آئی لو یو سو مچ جیا"

سیاہ گلاب اس کو پیش کرتے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔ وہ جو شرمائی لجھائی سی بیٹھی تھی اس سیاہ گلاب کو دیکھتے پہلے حیرت اور پھر صدمہ در آیا۔

"یہ پھول کہاں سے لائے ہیں؟"

وہ سوالیہ انداز اپنائے بولی۔

"کیا صرف چچا ہی تمہاری خواہشات پوری کر سکتے ہیں۔ تمہارا معاذ نہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ انداز جتانے والا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اینڈ فار یور انفارمیشن۔ میں نے ترکی سے ہی بیج امپورٹ کروا کر گارڈن میں سیاہ گلاب کا پودا خود اپنے ہاتھوں سے تمہارے لیے لگایا تھا۔ یہ اس کا پہلا پھول ہے۔ جو تمہارے لیے حاضر ہے۔"

وہ چہک کر بولا۔

"یا اللہ! یہ آپ نے کیا کر دیا معاذ؟"

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ ہاتھوں میں موجود چوڑیوں نے پورے کمرے میں شور برپا کیا۔

"کیا ہوا جیا؟"

وہ پریشان ہی تو ہو گیا۔ سیاہ پھول وہیں بیڈ پہ گر کر اپنی قسمت کو رویا۔

"آپ کو کس نے کہا تھا کہ پھول توڑتے۔ آپ مجھے اس پودے کے پاس لے جاتے اور کہتے جیا دیکھو تمہارے لیے لگایا پر نہیں آپ نے پھول ہی توڑ دیا۔"

وہ رو دینے کو ہوئی۔ جانے کیوں لیکن کبھی کبھار وہ زیادہ ہی حساس ہو جاتی تھی۔ معاذ کو وہ وقت یاد آیا جب پھول اور پودے کے ٹوٹنے پہ وہ رو دی تھی۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا اچھا سوری۔ آئندہ نہیں توڑوں گا۔ پکا پرامس۔ پلیز رونا نہیں جیا"

وہ اپنے کان پکڑ کر التجائیہ بولا تو پھول کے صدمے میں ہلکان ہوتی جیا اس کو دیکھ کر مسکرائے بنا نہیں رہ سکی۔

"کتنے کیوٹ لگ رہے ہیں آپ"

وہ بے اختیاری میں بول گئی مگر جب احساس ہوا تو نظریں ادھر ادھر دوڑانے لگی۔

"سچ میں؟"

وہ شرارت بھرے لہجے میں بولا جس پہ وہ جھینپ گئی۔

"کیا کیوٹ لگ رہا ہوں؟"

وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے بولا۔

"صرف کان پکڑ کر"

وہ بھی دوبدو بولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ تمہارے سامنے کیوٹ رہنے کے لیے اب مجھے ساری عمر کان پکڑنے پڑیں گے۔"

اپنے ہاتھوں کو توبہ توبہ والے انداز میں ادھر سے ادھر کرتے وہ صدمے کے زیر اثر آیا۔

"بالکل"

وہ شرارتی مسکراہٹ سجائے اٹل لہجے میں گویا ہوئی۔

"نہیں کرو یار"

وہ معصومیت سے بولا جس پہ اس کے بال بکھیرتی جیا کھل کے مسکرائی۔

نکاح کے پاک رشتے میں بندھے یہ دونوں وجود ایک دوسرے کی محبت کو دل میں سمائے ایک نئی زندگی کے سفر کو خوش آمدید کہہ چکے تھے۔

☆☆☆

منصور کی قبر پہ موجود صالحہ اس کی قبر کی مٹی کو اپنے ہاتھ میں لیے گم صم سی تھیں۔ وہ کئی بار یہاں آچکی تھیں مگر ان کا دل ہی نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہاں سے واپس جائیں۔ اب بھی وہ

صالح کو گاڑی تک جانے کا بول کر خود یہیں موجود تھیں۔صالح کافی دیر سے گاڑی کے پاس کھڑا اپنی ماں کا انتظار کر رہا تھا بالآخر وہ واپس آیا۔

"ماما"

ان کی توجہ خود کی جانب مبذول کروائی اور ہاتھ آگے کیا جس کو تھام کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ایک آخری نظر قبر پہ ڈالتے انہوں نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔اپنے گرد پھیلے صالح کے بازو کو تھام کر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگیں۔وہ دن بہ دن بیمار ہوتی جا رہی تھیں۔ان کا علاج بہت اچھے ہسپتال سے کروایا جا رہا تھا۔مگر پچھتاوے کا زہر ان کو مسلسل بے جان کر رہا تھا۔

"صالح میری بات مانو گے؟"

اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے انہوں نے مان سے پوچھا جس پہ صالح نے مثبت سر ہلایا۔وہ قبر سے قدرے دور آ چکے تھے۔صالحہ نے واپس قبر کی جانب رخ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

موڑا۔ان کی نظروں کے تعاقب میں صالح نے بھی وہیں نظریں جمائیں جہاں اس کا باپ گہری ابدی نیند سو رہا تھا۔

"وہ دیکھو وہاں منصور کی قبر کے پاس جگہ ہے۔"

وہ اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوئیں تو صالح نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"مجھے یہیں دفنانا صالح"

وہ سنجیدہ تھیں اور صالح ساکت ہو گیا۔

"ایسی باتیں نہیں کیا کریں ماما۔ہم دوبارہ اپ کو نہیں کھونا چاہتے۔"

ان کے گرد بازو پھیلائے وہ نم آنکھوں سے بولا۔

"مجھے منصور یاد آتا ہے صالح۔بہت یاد آتا ہے۔اس کی باتیں۔۔۔اس کا لہجہ کچھ نہیں بھولتا۔میں اس سے ملنا چاہتی ہوں صالح۔بہت شدت سے انتظار ہے۔"

ان کے چہرے پہ گہرا حزن و ملال تھا۔

"آپ بابا سے بہت محبت کرتی ہیں ماما۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان کو اپنی بانہوں کے حصار میں لیے وہ قبرستان سے باہر بڑھتے ہوئے بولا۔

"اونہوں۔۔۔ تمہارے بابا جیت گئے۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ میں کبھی انہیں محبت میں مات نہیں دے سکتی۔ وہ سچ کہتے تھے۔"

ماضی کے مناظر اور واقعات کو سوچتے وہ اسے حقیقت سے آگاہ کرنے لگیں۔ گاڑی کے پاس پہنچ کر صالح نے انہیں گاڑی میں بٹھایا اور گھر کی جانب رخ موڑا۔

☆☆☆

وہ سب صالحہ کے کمرے میں جمع تھے۔ صالحہ نے پاور آف اٹرنی اپنے تینوں بیٹوں کے سپرد کر دی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ "احسن ٹرسٹ" کو مکمل توجہ سے چلایا جائے۔ یہ کئی زندگیوں کے لیے ایک امید تھا۔

وہ بھاری دل سے بیڈ پہ بیٹھا لیپ ٹاپ پہ کچھ کام کر رہا تھا۔ آیت نے اس کے پاس بیٹھتے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"آپ پریشان ہیں صالح"

وہ پوچھ نہیں رہی تھی بتا رہی تھی۔ صالح نے لیپ ٹاپ کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور اس کے گرد بازوؤں کا حصار قائم کیا۔

"ماما کی طبیعت دن بہ دن خراب ہوتی جا رہی ہے آیت۔"

وہ پریشان تھا اور بہت تھا۔

"آپ اللہ سے اچھی امید رکھیں۔"

وہ اس کی دعا تھی جو ہمیشہ اسے اپنے ہر معاملے میں اللہ سے رجوع کرنے کی تلقین کرتی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"احسن کی طبیعت اب کیسی رہتی ہے؟ کیا پروگریس ہے؟"

وہ احسن کو لے کر بھی بہت فکر مند تھا۔

"وہ بہت جلد ریکور کر رہا ہے۔ اپنی عمر کے حساب سے وہ پیچھے ہی ہے مگر اب بالکل بھی تنگ نہیں کرتا۔ باتیں سمجھ جاتا ہے۔ اور اب تو کھانے کی فرمائشیں بھی کرتا ہے۔"

وہ بتاتے ہوئے آخر میں پر شوق سی بولی جس پہ صالح نے اپنے شانے پہ دھرے پہ اس کے سر پہ بوسہ دیا۔

"یہ سب آپ کی اور بھابیوں کی محبت اور محنت ہے آیت۔"

"یہ سب رشتوں کا احساس ہے صالح جو احسن کو محسوس ہوتا ہے۔ وہ تنہا رہتا تھا اسی لیے دن بہ دن اس کی ذہنی حالت خراب ہوتی گئی مگر اب اس کا ذہن صحیح سے پروسیسنگ کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ ڈاکٹرز نے کافی حوصلہ افزا باتیں کی ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی احسن باقی بچوں کی طرح شارپ ہو جائے گا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔"

صالح کے چہرے سے خوشی پھوٹی۔ آیت نے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔ یہ اس کے پیار کرنے کا انداز تھا جس پہ صالح ہمیشہ سرشار ہو جایا کرتا تھا۔

کون کہتا ہے کہ صرف عورت کو ہی اظہار محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرد کو بھی یہ ڈوز ملتی رہنی چاہیئے۔ ایسے ہی ایک خوش حال گھرانہ تشکیل پاتا ہے۔

☆☆☆

وہ کافی دیر سے صالح کو اپنے ساتھ مال میں گھما رہی تھی۔

"اب گھر چلیں آیت۔ تم اس کنڈیشن میں اتنا کیسے چل رہی ہو۔"

وہ نہایت فکر مندی سے بولا۔

"چپ کر جائیں۔ ابھی تھوڑی سی تو شاپنگ کی ہے۔"

وہ اس کو خاموش کرواتے ہوئے بولی۔ ایک لڑکی مسلسل اس کپل کو دیکھ رہی تھی۔ بالآخر

وہ اپنے چند ماہ کے بچے کو پکڑے ان کے پاس آئی۔

"آپ صالح ہیں نا؟"

وہ کنفرم کرنا چاہ رہی تھی۔ صالح نے چند لمحے اس کو دیکھنے کے بعد پہچان لیا تھا۔

"جی" نگاہیں جھکا کر جواب دیا۔

"ماشاءاللہ آپ کا کپل بہت ہی پیارا ہے۔"

وہ دونوں کو دیکھتے رشک سے بولی۔ جس پہ صالح نے فقط ہاں میں سر ہلایا اور آیت اس لڑکی کو

گھورنے لگی۔ اسی لمحے اس عورت کا شوہر پاس آیا اور اپنی بیوی کے ہاتھ سے بچے کو لیتے اس

کا ہاتھ پکڑے واپس مڑ گیا۔ وہ دونوں کافی خوش لگ رہے تھے۔ صالح کے چہرے پہ یک دم ہی مسکراہٹ آئی۔

"یہ کون تھی؟ اس کو آپ کا نام کیسے معلوم ہوا؟"

وہ شکی نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ڈونٹ ٹیل می آیت کہ تم مجھ پہ شک کر رہی ہو۔"

صالح صدمے سے بولا۔

"ارے آپ پہ نہیں اس عورت پہ کر رہی ہوں۔"

وہ دور جاتی روبینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"وہ اپنے شوہر سے ساتھ ہنستی مسکراتی چلی گئی ہے اور تم اس پہ شک کر رہی ہو۔"

"تو میرے شوہر کو کیوں گھور رہی تھی۔"

وہ پوزیسو ہو رہی تھی۔

"ان کی لو میرج ہے مسز"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ دور جاتی روبینہ اور اس کے برابر چلتے شوہر کی جانب دیکھ کر اسے اطلاع دینا نہ بھولا۔

"آپ کو کیسے پتا؟"

کمر پہ ہاتھ رکھے تفتیشی انداز اپنایا۔

"کیونکہ اس نے اسی شخص کے لیے مجھ سے منگنی توڑی تھی۔"

وہ اپنے تئیں بول گیا مگر آیت کے بدلتے رنگ دیکھ اسے کچھ غلط ہونے کا اندیشہ ہوا۔

"آپ کی منگیتر؟"

اس سے مزید بولا نہیں گیا۔

"ایک دن کی بھی نہیں"

صالح نے فوراً صفائی دی۔

"ایک دن۔۔۔ مطلب آپ کی ایک دن کسی سے منگنی رہی اور آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

شاک سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ صدمے سے بولی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں نے کہا تو ہے آیت کہ ایک دن بھی نہیں رہی۔ بس میں ایمو شنل بلیک میل ہو گیا تھا۔"

اس کا ہاتھ تھام کر کہتے ہوئے وہ یقین دہانی کروا رہا تھا۔

"اور جو میں ایمو شنل ہو رہی ہوں اس کا کیا؟"

وہ سوں سوں کرتے بولی۔ آج کل اس کے موڈ سونگ ہو جاتے تھے۔

"آیت میری جان۔۔۔ تمہارے علاوہ کسی لڑکی پہ ایک التفات کی نظر بھی نہیں ڈالی میں نے کبھی۔ تم میری پہلی، آخری اور اکلوتی محبت ہو مسز۔ تم تو صالح کا سکون ہو۔"

اس کے گرد بازو پھیلا کر اس کے کان میں کہتے ہوئے وہ اسے شاپنگ مال سے باہر لا کر گاڑی میں بٹھا گیا۔

"اور بھی کوئی منگیتر ہے تو بتا دیں ابھی؟"

وہ مصنوعی غصے سے بولی۔

"آہ! آیت یہ منگنی بھی صرف ایک فارمیلٹی تھی۔ نامیرا اس سے کوئی واسطہ تھا نا اس کا مجھ سے۔ وہ جس کو چاہتی تھی اسی کی بیوی ہے۔ اور یقین مانو مجھے خوشی ہوئی کہ اس کے والدین نے بالآخر ان کی محبت کو غربت کی بھینٹ نہیں چڑھایا۔"

اس کے ہاتھ پہ تھپکی دیتے ہوئے اس نے واپس گھر کی راہ لی۔ پورا راستہ آیت اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ صالح اس کی خود سے محبت پہ مسکراتا رہا۔

☆☆☆

لمبی اور چوڑی سڑک کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دائیں جانب کی سڑک پہ ایک سرمئی رنگ کی گاڑی چند اکا دکا گاڑیوں کے بیچ فاصلہ عبور کر کے منزل کی طرف گامزن تھی۔

وہ ماہین کو ہسپتال ڈراپ کرنے جا رہا تھا جب بائیں جانب کی سڑک پہ دو ہیوی بائیکس ایک دوسرے کو کراس کرنے کے چکر میں بہت تیز رفتار میں جا رہی تھیں۔ سڑک تو خالی تھی مگر ان کی یہ بے احتیاطی انہیں کسی بڑے نقصان کا شکار کرنے کو کافی تھی۔

جنید اور ماہین نے بیک وقت ان تیز رفتار جانشینوں کو جاتے دیکھا۔ جنید کے لبوں پہ مسکان آ

گئی لیکن ماہین کا موڈ سخت خراب ہوا۔

"پتا نہیں ایسے کام کر کے ان لوگوں کو کونسا سکون ملتا ہے۔ پھر یہی لوگ ہڈیاں تڑوا کر ہمارے پاس آتے ہیں۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ ان کے پلستر لگانے کی بجائے دو چار ڈنڈے میں بھی دے ماروں۔" وہ نوجوان نسل کی ان حرکات سے سخت نالاں تھی۔

"شوق ہو گا نا۔" اس نے اپنے تئیں ان کی وکالت کی۔

"ایسے شوق پالنے والا فضول ہی ہو سکتا ہے۔" ماہین تو شدید چڑی ہوئی تھی۔

"دیکھو ماہین شوق تو شوق ہوتا ہے نا۔" وہ اسے سمجھانے کی نیت سے بولا۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اس کا شوہر بھی یہی شوق پالے ہوئے تھا۔

"تم ان کی اتنی حمایت کیوں کر رہے ہو؟"

اس نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ خود ڈاکٹر ہو کر وہ ایسے لوگوں کی حمایت میں کیسے بول سکتا تھا۔

"ارے یار ایسے شوق ہونگے تو ہی تو تم ڈاکٹروں کی چاندی ہو گی۔" جنید نے فوری پینترا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بدلا۔

"ہاں اور جب کوئی ذہنی دباؤ کا شکار ہو گا تو تمہاری چاندی ہو گی۔" اس نے جوابی وار کیا تو جنید ہنسا۔

"اب کیا کریں بھئی۔ پیشہ ہی ایسا ہے۔" وہ کندھے اچکا کر سارا الزام پیشے پہ ڈال گیا۔

ان جانشینوں کو دیکھ کر اس کے اندر کے بائیکر نے سخت انگڑائی لی تھی۔ اس پہ عمل پیرا ہونے کے لیے آج رات کیسے رہے گی؟

☆☆☆

"جیا مجھے ضروری ڈاکومنٹس نہیں مل رہے۔"

وہ بلند آواز میں بولا تاکہ لاونج میں بیٹھی جیا اس کی مدد کر دے۔

"غور سے دیکھیں۔ آپ کو تو کچھ بھی نہیں ملتا۔"

اس نے باہر سے ہی ہانک لگائی۔

"کیا یار غور سے ہی تو دیکھ رہا ہوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بڑبڑاتے ہوئے وہ اس کے ڈاکومنٹس والے خانے میں بھی تلاش کرنے لگا۔ اچانک ایک اسکیچنگ بک نیچے گر گئی۔ اس نے اس کو اٹھایا تو دل چاہا کہ دیکھے تو سہی کہ وہ کیسی اسکیچنگ کرتی ہے اور کیا اس نے کبھی اس کی بھی اسکیچنگ کی۔ صفحے آگے کرتے ہی اس کی نظر اپنے اسکیچ پہ پڑی تو اسے شرارت سوجھی۔

"جیا تمہاری اسکیچنگ بک میرے ہاتھ آگئی ہے۔"

اس نے کمرے سے ہی آواز لگائی اور اگلے ہی لمحے وہ اس کے سر پہ موجود تھی۔

"میری اسکیچنگ بک واپس کریں۔"

وہ سخت تاثرات سے بولی۔ آنکھوں میں خوف بھی رقص کر رہا تھا۔

"دیکھوں ذرا کن خوش قسمت لوگوں کو آپ کے اس فن کا اعزاز نصیب ہوا ہے۔"

یوں بولا گویا ابھی تک بک کھول کر نہ دیکھی ہو۔

"مذاق نہیں معاذ"

وہ اس کے ہاتھ سے بک کھینچنے کی کوشش میں ہلکان ہوتے ہوئے بولی۔

"چلو میں بک دے دیتا ہوں۔ تم خود مجھے دکھا دو۔"

صلح جو لہجے میں بولا۔

"اچھا مجھے دیں تو سہی۔"

اس نے بک جیا کو پکڑائی تو وہ بھاگنے لگی۔ معاذ نے فوری دروازہ بند کر کے اس کو روکا۔

"اتنا کیوں شرماتی ہو یار۔ شوہر ہوں اگر بنا بھی لو گی تو کیا قباحت ہے۔"

اس کے چہرے پہ آئی لٹ کو مزید چہرے پہ پھیلاتے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

"مطلب آپ نے دیکھ لی۔"

اس پہ معاذ نے فوری ہاں میں سر ہلایا۔ جیا نے یہی اسکیچنگ بک اس کے شانے پہ مارنا چاہی جس کو وہ بڑے مزے سے ڈاج دے گیا۔ وہ خطرناک تیور لیے اس کے پیچھے بھاگی جو اپنی شامت خود بلا چکا تھا۔

"ماما اپنی بہو سے بچا لیں۔ یہ تو چھوٹی سی بات پہ مارنے لگ جاتی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لاونج میں اس سے بچتے ہوئے وہ دہائی دیتے ہوئے بولا جس پہ کچن میں موجود معاذ کی ماما اور جیا کی سویٹ تائی نے مسکرا کر باہر کا منظر دیکھا۔ ان کے شوہر کا فیصلہ بہترین تھا۔ انہوں نے اس گھر میں ڈھیروں خوشیوں کی دعا مانگی۔

☆☆☆

جب سٹاف کو علم ہوا کہ ان کے کالج کے دو اساتذہ کی شادی ہوئی ہے۔ تو انہوں نے ان دونوں کو ٹریٹ دینے کو کہا۔ میل سٹاف نے صالح کے گلے لگ کر اسے مبارکباد دی۔ فی میل سٹاف نے آیت کے گرد گھیرا بنا کر اس اچانک شادی کا عقد جاننا چاہا۔

وقت مقررہ پہ دونوں نے تمام اساتذہ کا ایک اچھے ریسٹورنٹ میں کھانا کیا۔ ڈھیروں تحائف اور دعائیں وصول کر کے وہ دونوں گھر کو لوٹے۔

"آپ کو پتا ہے سب ٹیچرز مجھے کہہ رہی تھیں کہ میں بڑی چھپی رستم نکلی۔" کمرے میں پہنچ کر جیولری اتارتے ہوئے آیت نے سرسری سا کہا۔

"وہ کیوں؟" گھڑی کو ڈریسنگ پہ رکھتے صالح نے وجہ جاننا چاہی۔

"ان کا ماننا ہے ہماری لو میرج ہوئی ہے۔"

"تو کیا ایسا نہیں ہے مسز؟"

"اممم۔۔۔۔۔ہے تو سہی۔"

"تو کہنے دیں لوگوں کو۔ سچ ہی تو کہہ رہے ہیں۔" وہ اس کے بالوں کو حجاب سے آزاد کرتے ہوئے بولا تو اس نے ہنکارا بھرا۔

"ایک بات تو بتائیں مسز"

"ہوں"

"پرپل رنگ اتنا پسند کیوں ہے آپ کو؟" وہ اس کے پرپل لباس کی طرف توجہ مبذول کرواتے پوچھ بیٹھا۔

"یہ سوال پہلے بھی کیا ہے آپ نے۔"

"اور جواب اس وقت بھی نہیں ملا تھا۔" دوبدو بولا۔

"مجھے یہ رائل کلر لگتا ہے۔ نایاب قسم کا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کی طرح"وہ ہر موقع پہ اس کی تعریف کرتا تھا۔صالح منصور کو آیت کی تعریف کرنا بے حد پسند تھا۔

"ایک اور بات پوچھوں؟"

"ہوں"اس نے اجازت دی۔

"میرا نمبر کس نام سے سیو کیا ہے؟"

"نہیں بتاوں گی۔"وہ نخرہ دکھاتے ہوئے اس سے دور ہوئی۔

"یہ زیادتی ہے آیت"اس نے دہائی دی۔

"Soulmate"

اس نے اونچی آواز میں کہا تو وہ مسکرا اٹھا۔

"آپ میری روح ہیں صالح۔ آپ کے دم سے ہی میرا وجود ہے۔ آپ میری زندگی کا بہترین اثاثہ ہیں۔"اس کے قریب آتے اس کے سینے پہ ہتھیلیاں رکھے دلگیر لہجے میں کہا تو اس نے آیت کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آج دل چاہ رہا ہے آپ پہ نثار ہو جاوں۔"اس کی ہتھیلیوں کو باری باری چومتے مر مٹنے والے انداز میں کہا۔

"روکا کس نے ہے؟"اس نے جواباً کہا تو وہ اس کی شرارت سمجھ کر ہنسا۔

"میری آیت"اس کو ذرا سا کھینچ کر اپنے بازو اس کے گرد پھیلاتے وہ مسرور سا ہوا۔وہ اس کی آغوش میں کھڑی اسے سننے لگی۔

"میری پر سکون زندگی کی نشانی"

"میری محبت کی وارث"وہ اسے مختلف القابات سے نوازتا جا رہا تھا اور وہ سرشار سے اسے سنتی جا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

☆☆☆

آج گھر پہ صالح کا سٹوڈنٹ کھجوریں، آب زم زم اور مٹھائی لے کر آیا تھا۔یہ وہی سٹوڈنٹ تھا جس کے گلے لگا صالح اس کے فون میں مہینوں سے موجود تھا۔وہ غالباً عمرے سے واپس آیا تھا۔اس طالب علم کو دیکھتے ہی صالح نے معنی خیزی سے آیت کو دیکھا جو جھینپ کر کمرے

میں چلی گئی۔ اسے وہ وقت نہیں بھولتا تھا جب احسن نے اس کے فون میں تصاویر دیکھتے ہوئے وہ ویڈیو چلا کر صالح کو بھی دکھائی تھی۔ شرمندگی کے مارے اس کا برا حال ہوا تھا۔

صالح کمرے میں آیا اور اس کو دیکھ کر مسکراہٹ ضبط کرنے لگا۔

"کیا ہے؟"

اس نے کب سے اسے خود کو گھورتا پا کر پوچھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

وہ اس کے سرخ پڑتے چہرے کی جانب دیکھ کر بولا۔

"آپ اس وقت مجھے بالکل پیارے نہیں لگ رہے۔"

وہ پتی ہوئی تھی۔

"ممکن ہی نہیں کہ آیت کو صالح پیارا نہ لگے۔"

اس کے سیاہ گھنگھریالے بالوں کو کیچڑ سے آزاد کرتے وہ رازدانہ بولا۔

"آپ کو زیادہ ہی خوش فہمی ہونے لگی ہے۔"

اپنے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے وہ سنجیدہ سی بولی۔

"اگر یہی خوش فہمی ہے تو ایسے ہی سہی۔ پر صالح منصور کو تو آیت ہر لمحہ ہی بہت پیاری لگتی ہے۔"

وہ بولا تو آیت سرشار سی اس کے سینے پہ سر رکھ گئی جس پہ اس نے اس کے گرد نرم سا حصار قائم کیا۔

"کھڑی کھڑی تھک جائیں گی مسز۔ چلیں اب آرام کریں۔"

اس کو بیڈ پہ لیٹنے کا کہہ کر اس پہ کمفرٹر درست کرتا وہ رائٹنگ ٹیبل سے لیپ ٹاپ اٹھائے اس کے برابر آ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر اپنا کام کرنے لگا۔ آیت اس کے چہرے کو محبت پاش نظروں سے دیکھنے لگی۔

"سو جائیں مسز"

لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر کہا۔

"آپ اپنا کام کریں مجھے اپنا کرنے دیں۔"

وہ منہ بنا کر بولی کہ اسے اپنے شوہر کو دیکھنا ہے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔صالح مسکرا کر اپنا کام کرنے لگا۔

☆☆☆

وقت کا کام ہے گزرنا سو وہ گزرتا گیا۔کسی کے لیے رحم بن کر تو کسی کے لیے زخم بن کر۔ ایک دوسرے کی سنگت میں ان دونوں نے اپنی زندگی کا بہترین وقت گزارا۔اسوہ کی پیدائش سے ان دونوں کے رشتے میں مزید کشش در آئی۔صالح اب صرف ایک شوہر ہی نہیں بلکہ ایک باپ بھی بن گیا تھا۔کوئی آیت سے پوچھتا تو وہ کہتی صالح منصور بہترین شوہر ہے۔اب وہ ایک بہترین باپ بھی بننا چاہتا تھا۔اسوہ کو گود میں کھلانا،اسے سینے پہ لٹانا،اس کے ناز نخرے اٹھانا،راتوں کو آیت کے ساتھ جاگ کر اس کی دیکھ بھال کرنا۔غرض ہر طریقے سے اس نے اپنا فرض بخوبی نبھایا۔جب کبھی آیت کی طبیعت بگڑ جاتی تو وہ سارا سارا دن،ساری ساری رات اس کے سرہانے کاٹ دیتا۔اگر اس نے وفا نبھائی تھی تو صالح نے جان لگائی تھی۔ان کے اس رشتے میں دونوں نے ہم قدم ہر مشکلات عبور کی تھیں۔

اسوہ کی پیدائش کے دو ماہ بعد صالحہ کی وفات ہو گئی تھی۔ اپنی پوتی کا نام انہوں نے خود رکھا تھا۔ ان کی آخری خواہش کے مطابق انہیں منصور کے برابر دفنایا گیا تھا۔

جب کبھی صالح اپنے والدین کو یاد کر کے اداس ہوتا تو وہ اسے یوں تسلی دیتی کہ وہ ہر دکھ بھول جاتا۔

جب کبھی آیت کو اپنے والدین یاد آتے تو وہ اسے ان کے پاس ملانے لے جایا کرتا۔

تینوں بھائیوں کی تینوں بیگمات کی آپس میں اتنی اچھی بنھی کہ کبھی محسوس ہی نہ ہوا کہ لڑائی بھی کسی شے کا نام ہوتی ہے۔

اسی عرصہ میں ٹیچنگ کے ساتھ ساتھ دونوں نے پی ایچ ڈی کے لیے باہر اپلائے کرنا شروع کر دیا۔ اسوہ کی دوسری سالگرہ کے بعد انہیں ایک خوشخبری موصول ہوئی۔ ان دونوں کو اٹلی میں ایک ہی یونیورسٹی میں سکالرشپ مل گئی۔ خوشی کے مارے آیت کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔

اپنی بیٹی کے ہمراہ دونوں اٹلی پرواز کر گئے۔

☆☆☆

دروازے پہ دستک دے کر اس نے اسے خود کی جانب متوجہ کیا تو لیپ ٹاپ پہ کام کرتے صالح کے ہاتھ تھمے۔ فریم لیس گلاسز کو ناک پہ دھرے اس نے نووارد کو دیکھا۔ پھر بانہیں وا کیں تو اسوہ بھاگ کر آتی اس کی گود میں چڑھ کر اس کے بازوؤں میں سما گئی۔

"میری جان۔۔۔ میری بیٹی" صالح منصور نے اپنی بیوی کی کاپی اپنی بیٹی کا چہرہ چومتے ہوئے محبت پاش لہجے میں کہتے اسے پیار کیا۔

"بابا مدے جنید تا تو تے بات ترنی ہے۔" ناز بھرے لہجے میں اس نے فرمائش ڈالی تو صالح صدمے میں ہی آ گیا۔

"آپ یہ کہنے آئی ہو؟" اسے کچھ کچھ جیلسی محسوس ہوئی۔ بیٹی نے ہاں میں سر ہلایا تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

اسوہ کی پیدائش سے لے کر ان کے اٹلی آجانے تک وہ اسوہ سے ہر ہفتے یا ہر ماہ ملا کرتا تھا۔ جانے دونوں کو ایک دوسرے میں کونسی کشش محسوس ہوتی تھی کہ اسوہ بھی جنید کے نام پہ کھل جاتی تھی۔ اٹلی آجانے کے بعد بھی جنید کا اپنی بھتیجی سے رابطہ نہیں ٹوٹا تھا۔ وہ

اس ننھی پری سے ڈھیروں باتیں کیا کرتا تھا۔ جنید کا بیٹا صارب بھی اپنے باپ کا ساتھ دیتے ویڈیو کال پہ اس سے خوب باتیں کرتا۔ ان چچا بھتیجی کی دوستی سے کون واقف نہ تھا؟

اب بھی صالح اپنی بیٹی کو دیکھ کر رہ گیا۔ عام طور پہ آیت ہی اسے کال ملا کر دیتی تھی۔ مگر آج کل پڑھائی کے سلسلے میں وہ اتنی مصروف ہو چکی تھی کہ ان چچا بھتیجی کے رابطے میں رکاوٹ آ گئی تھی۔

صالح نے فون ملایا۔

"بابا ویدیو (ویڈیو) کال" اس نے باپ کو تاکید کی تو اس نے ویڈیو کال ملائی۔ دوسری جانب وہ اپنے کلینک میں بیٹھا تھا۔

"معذرت یار بس تیری بھتیجی کو تیری یاد ستا رہی تھی۔" اسے کلینک میں بیٹھا دیکھ اس نے فوری معذرت کی۔

"تجھے تو میں یاد نہیں آتا نالائق۔ شکر کر اسوہ تجھ پہ نہیں چلی گئی۔" وہ اسے چوٹ کرنا نہیں بھولا۔

"جنید" صالح نے منہ پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش کروایا۔ " کیسی ہے میری پرنسز؟" اب وہ مکمل طور پہ اسوہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"تاتو مدھے آپ کو سٹوری سنانی ہے۔" وہ چہک کر بولی۔

"ہاں بیٹا سناو۔ پہلے باپ سناتا تھا اب بیٹی سنائے۔" وہ صالح کی طرف دیکھ کر شرارت سے بولا تو وہ مسکرایا۔ وہ ڈیڑھ سال سے نہیں ملے تھے مگر ان میں کوئی دوری نہیں آئی تھی۔

ان کی دوستی اس ہوا کی مانند تھی جو ہر وقت موجود ہوتی ہے۔ کبھی تیز، کبھی سست مگر ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ سانس متوازن رکھتی ہے۔ زندگی کی ضمانت ہوتی ہے۔

صالح دونوں چچا بھتیجی کی باتوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ وہ دونوں اسوہ کی بک سٹوری پہ یوں ہنس رہے تھے گویا عظیم لطیفہ ہو۔

اسے یقین ہو چکا تھا کہ اپنے جنید چاچو کی صحبت میں اس کی بیٹی ڈرامے باز ضرور بنے گی۔

☆☆☆

ان کی پی ایچ ڈی مکمل ہو چکی تھی۔ انہیں دوسرے ممالک سے جاب کی آفرز آ رہی تھیں مگر وہ اپنے ملک اور اس کے لوگوں کو سرو کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے وہ واپس پاکستان آ

چکے تھے۔ سب سے پہلے وہ اپنے والدین کی قبر پہ آیا۔ اسوہ سوئی ہوئی تھی۔ آیت نے اسے گود میں اٹھا رکھا تھا۔ فاتحہ خوانی کرنے کے بعد انہوں نے گھر کی راہ لی جہاں آج خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ منصور نے پراپرٹی کا بزنس شروع کیا تھا جو مہینوں میں پروان چڑھا تھا اسی لیے ان کے حالات بہت جلد بدلے تھے۔ اس گھر کو دیکھتے اسے اپنے بابا کی انتھک محنت دکھائی دی۔ اسی بزنس کو جواد بھائی نے مزید بڑھایا تھا۔ نوشین آپا بھی آئی ہوئی تھیں۔ آیت کی فیملی کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ انہوں نے گھر میں قدم رکھا تو پورے گھر میں رونق کا احساس ہوتے ہی خوش ہوئے۔ آٹھ سالہ اسوہ کو سب گود میں اٹھائے پھر رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپا یہ بالکل مجھ پہ گئی ہے۔"

اٹھارہ سال انتہائی خوبصورت عنایہ نے اپنی بھانجی کو گود میں بٹھائے اس کا گال چومتے ہوئے کہا۔

"ہاں میری جان"

آیت نے اپنی بہن کے گال پہ پیار کیا۔اسے آج بھی عنایہ بچی لگتی تھی۔

"ریان ہاؤس جاب کیسی جا رہی ہے؟"

صالح نے خوبرو اور قدرے سنجیدہ ریان سے پوچھا جس پہ وہ انہیں تفصیلات بتانے لگا۔

"زارا بھابھی ہماری گڑیا کہاں ہے؟"

آیت کو چھوٹی سی بریرہ کو گود میں لینا تھا۔

"بھابھی وہ سوئی ہوئی۔۔۔"

ابھی اس کا جملہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ زارا کے کمرے سے بریرہ کی رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

"تم رکو میں لے کر آتی ہوں۔"

شائستہ بھابھی اس کو بیٹھے رہنے کا کہہ کر خود اس کے کمرے سے بریرہ کو لے کر آئی اور پیار کرتے ہوئے اسے آیت کی گود میں دیا۔

"سکول کیسا جا رہا ہے احسن؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ متفکر سا مستفسر ہوا۔

"اچھا جا رہا ہے بھائی"

احسن اب ٹھیک سے بول پاتا تھا۔اس کا کانفیڈنس لیول بڑھ رہا تھا۔احسن ٹرسٹ کا سارا پرافٹ وہ غریب معذور بچوں میں ہی لگا رہے تھے۔احسن ان کی ذمہ داری تھا جس کو وہ تینوں بھائی بہت اچھے طریقے سے نبھا رہے تھے۔ایک بار صالح نے احسن کو اٹلی بھی بلوایا تھا۔یوں اس کا کافی ڈر ختم ہوا تھا اور وہاں کے ڈاکٹرز سے مزید علاج کے بعد اس کی ذہنی حالت میں بہت زیادہ بہتری آ گئی تھی۔احسن کے انتظامات کو سنبھالنے کی یقین دہانی کرنے کے بعد وہ احسن ٹرسٹ مکمل اسی کے حوالے کرنا چاہتے تھے۔یہ اس کا حق تھا جو وہ اس کو دینا چاہتے تھے۔

نہایت خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔

"آپا تھوڑی دیر اور بیٹھ جائیں نا"

نوشین آپا گھر واپس جانے لگیں تو صالح نے ان کا ہاتھ تھام کر روکا۔ وہ اس کے سر پہ بوسہ دیتے ہوئے واپس بیٹھ گئیں۔

گرینڈ بیڈ روم خالی تھا مگر ان میں موجود مکینوں کی یاد ان کے دل میں ہمیشہ قائم رہنے والی تھی۔

☆☆☆

اٹلی سے آنے کے بعد آج وہ جنید سے ملنے آئے تھے۔

"پتا نہیں کس پہ چلا گیا ہے؟"

جنید کاظمی اپنے بیٹے کی شرارتوں سے عاجز آ کر بولا۔

"تیری کاپی ہے یہ میری جان"

صالح نے چڑانے والے انداز میں کہا۔ آج جنید نے ان کی دعوت کی تھی۔ اس سے قبل وہ لوگ ارحا کی طرف مدعو تھے۔ آیت، ماہین کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل سیٹ کروا رہی تھی۔ اور اسوہ اپنے باپ کی گود میں بیٹھی آرام سے اس کے فون میں کارٹون دیکھ رہی تھی۔ آیت

کے مصروف ہونے کے باعث وہ اتنی سکرین ٹائمنگ استعمال کر رہی تھی ورنہ آیت اس کو پورے دن میں آدھے گھنٹے سے زیادہ سکرین ٹائم نہیں دیتی تھی۔

"کھانا لگ گیا ہے۔ آجائیں۔"

ماہین نے ان کے پاس آکر کہا تو وہ اسوہ کو گود میں اٹھائے ٹیبل کی جانب بڑھا جبکہ جنید کاظمی کے آگے بڑھتے قدم اس کے سپوت کی گاڑی میں پہ آتے ہی لڑکھڑائے اور وہ دھڑام زمین پہ گرا۔ وہ اپنی کمر کو ملتے اٹھا تو سب کو اپنی جانب ہنستا دیکھ خجل ہوا۔

"زیادہ نہیں لگی۔"

وہ جتاتے ہوئے بولا۔ مگر سب کا قہقہہ بلند ہوا۔ اسوہ اپنے بابا کو ہنستے دیکھ ہنسنے لگی۔ جس پہ جنید شرمندہ سا ہوا۔

"بیٹا آپ کیوں ہنس رہے ہو؟"

وہ اسوہ کے پاس آکر پوچھنے لگا۔

"کیونکہ بابا ہنس رہے ہیں۔"

وہ پیار سے بولی تو صالح نے اس کے گال پہ پیار کیا۔

"بابا کی جان"

"چاچو کی پرنسز"

جنید، اسوہ کو گود میں لیتے بولا۔

"یہ تم خود کو بچہ سمجھنا چھوڑ دو جنید۔ چچا کہاں سے ہو گئے تم؟"

وہ اس کو گھورتے ہوئے بولا جس پہ اس نے بھی اس کو گھوری سے نوازا۔

انہوں نے خوشگوار ڈنر کر کے واپسی کی راہ لی۔

☆☆☆

صالح ڈریسنگ پہ کھڑا بال بنا رہا تھا جب اس کی نگاہ اس گھر پہ گئی۔ اس نے بے ساختہ اسے اٹھایا اور پلٹ کر آیت کو دیکھا جو پوری دلجمعی سے نوٹس میں سر دیے بیٹھی تھی۔

"آیت یہ ابھی تک آپ کے پاس ہے؟" اتنے عرصے بعد اس گھر کو دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔ اس کے مخاطب کرنے پہ آیت نے اس کو دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ سے منسلک یہ پہلی شے تھی میرے پاس۔اس کی حفاظت تو فرض تھی مجھ پہ"اس نے محبت سے کہا تو وہ اس کی وفا پہ حیران رہ گیا۔وہ ہمیشہ ایک نئے انداز سے اسے حیران کرتی تھی۔اب بھی وہ ساکت سا کھڑا تھا جب آیت اٹھتے اس کے پاس آئی۔

"آپ ایسا گھر چاہتے تھے نا؟"

"گھر فیملی سے ہوتا ہے آیت۔اور تم میری فیملی ہو۔تم مل گئی تو گھر بن گیا۔"اس نے آیت کے بالوں کی لٹوں سے چھیڑ خانی کرتے جواب دیا۔اسی لمحے اسوہ داخل ہوئی تو وہ دونوں ایک دوسرے سے فاصلے پہ ہوئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

"بابا،ماما کہتی ہیں کہ دادو بھی دادا کا ایسے ہی خیال رکھتی تھیں جیسے ماما آپ کا خیال رکھتی ہیں۔"اسوہ نے اچانک کہا تو صالح یک ٹک آیت کو دیکھتا رہ گیا۔

"ہاں بابا کی جان۔دادو بھی دادا سے بہت محبت کرتی تھیں۔وہ دونوں ایک دوسرے کا بہت خیال رکھتے تھے۔"

اسوہ کو بانہوں میں اٹھاتے وہ نم لہجے میں بولا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی اولاد کو ماضی کے ان تکلیف دہ ایام کا علم ہو۔ وہ اس کے دادا، دادی کو اس کا آئیڈیل ہی رکھنا چاہتا تھا۔

"آیت"

اس نے بھاری لہجے میں کہا تو وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔ اس کے اشارے کو سمجھتے وہ اس کے پاس آ گئی۔ صالح نے ایک بازو اپنی عزیز جان بیوی اور دوسرا بازو اپنی لاڈلی بیٹی کے گرد پھیلا کر ایک خوبصورت اور نرم گرم سا حصار قائم کیا۔

"وفا پہ یقین کے اس سفر میں میرے ہم قدم رہنے کا شکریہ"

دونوں کے ماتھے پہ بوسہ دیتے وہ پر سکون سا بولا۔

اور کون کہتا ہے کہ وفا پہ یقین ممکن نہیں؟

☆☆☆

ختم شد!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842